# تذکرہ صُوفیائے بلوچستان

ڈاکٹر انعامُ الحق کوثر

# تذکرہ صوفیائے بلوچستانؒ

ڈاکٹر انعام الحق کوثر



اردو سائنس بورڈ
299 - اپر مال، لاہور

سلسلہ مطبوعات نمبر 150



نگران : خالد اقبال یاسر

اہتمام طباعت : زبیر وحید

مطبع : عدن پرنٹرز، شاہ زیب مارکیٹ، کوپر روڈ، لاہور

ناشر : اردو سائنس بورڈ، 299- اپر مال، لاہور

فون:5758475 فیکس:5754281

e-mail : info@urduscienceboard.com

Website:www.urduscienceboard.com

طبع سوم : 2004ء

قیمت : -/250روپے

# انتساب

والدۂ محترمہ کے حضور

جو ہر وقت اس ہیچمدان کو دعائے خیر سے نوازتی ہیں -

چه از صفای ارادت زنم بمهر تو دم

ضمیر پاک دل روشنت گواه من است

انعام الحق کوثر

جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں
تمنا دردِ دل کی ہو ، تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں ، اپنی آستینوں میں

اقبال

# ترتیب

## ب



## پ

## ز



## ژ



## س

## ش



## ص



## ط

## ع



## غ



## ف



## ق



## ک

## ن



## و



## ہ



## ی

# پیش لفظ

تصوف کیا ہے اور صوفی کسے کہتے ہیں ؟ ڈاکٹر انعام الحق کوثر

سید علی ہجویری (داتا گنج بخش) اپنی مشہور تصنیف 'کشف المحجوب' میں لکھتے ہیں "لوگوں نے اس نام (تصوف) کی تحقیق میں بڑی موشگافیاں کی ہیں اور کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ مگر لفظ "**صفا**" یقیناً ان میں سے نہایت عمدہ اور دلپسند ہے"۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سید علی ہجویری کے خیال کے مطابق "**تصوف اور صوفی**" لفظ صفا سے مشتق ہیں۔

"**صفو**" سے مراد خوبی اور لطافت ہے۔ اس کی ضد کدورت ہے جس کے معنی کثافت اور آلودگی کے ہیں چونکہ اہل تصوف روحانی ریاضت سے تہذیب اخلاق کر کے اپنے آپ کو ہر قسم کے عیوب سے محفوظ رکھتے ہیں اس لیے انھیں **صوفی** کہا جاتا ہے۔

تصفیۂ باطنی کے اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ دل غیر اللہ کی محبت سے خالی ہو جائے اور اس خلا کو خدا کی محبت سے پُر کیا جائے۔ خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مثال سامنے رکھیے۔ آپ نے اسلام کی خاطر اپنا سارا مال و متاع نبی کریمؐ کے حضور پیش کر دیا۔ جب آنحضرتؐ نے استفسار فرمایا کہ اپنے لیے بھی کچھ رکھا ہے ؟ تو اُس مجسمۂ ایثار نے جواب دیا کہ صدیق کے لیے خدا اور اُس کا رسولؐ کافی ہے۔ یہ خوبی انسان میں اُسی وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ اپنے دل سے دنیا کی محبت نکال کر خدا کی محبت کو دنیا اور آخرت میں اپنا عزیز ترین سرمایہ سمجھے۔

جب حضرت حارثہؓ حضور پاک سرور کائنات صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ "اے حارثہ تو نے صبح کیوں کر کی ؟" حارثہؓ نے کہا کہ "ایک سچے مومن کی طرح"۔ حضورؐ نے فرمایا: "اے حارثہ!

ذرا اپنی بات پر غور کر لے ، کیونکہ ہر چیز کے لیے ایک حقیقت ہوتی ہے چنانچہ تو یہ بتا کہ تیرے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟" حارثہؓ نے عرض کیا : "یا رسول اللہ میں نے اپنے نفس کو دنیا سے علیحدہ کر لیا ہے ۔ میں اس سے دور ہو چکا ہوں ۔ اس لیے پتھر ، مٹی ، سونا ، چاندی میرے نزدیک یکساں ہیں ۔ میں نے راتیں جاگتے جاگتے کاٹ دی ہیں ۔ دنوں کی پیاس میں نے برداشت کی ہے اور اب یہ حالت ہے گویا میں اپنے رب کو عرش پر صاف سامنے دیکھ رہا ہوں ۔ میری نگاہیں اہل جنت کو ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہوئے دیکھ رہی ہیں ۔ اہل دوزخ باہم گتھم گتھا ہو رہے ہیں"۔ (اور ایک روایت میں گتھم گتھا کی بجائے "ایک دوسرے کو شرمسار کر رہے" مذکور ہے) ۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "تو نے اپنے رب کو خوب پہچانا ۔ بس اسی پر قائم رہ کہ اس کے سوا اور کچھ ہے بھی نہیں ۔"

**صوفی** نام ہے کاملوں کا اور محققین نے اولیاء کو ہمیشہ اسی نام سے پکارا ہے ۔ ایک شیخ کا ارشاد ہے "جسے محبت صاف و پاکیزہ بنا دے وہ صافی ہے اور جسے خود محبوب صفائی و پاکیزگی بخشے وہ صوفی ہے" یعنی جو محبت سے مصفّا ہو جائے، وہ بھی صافی تو بے شک ہے لیکن صوفی وہی ہے جو دوست میں گم ہو کر رہ جائے اور غیر اللہ سے اس کا کوئی تعلق نہ رہے ۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ "تصوف بلا شبہ صفائے باطن کی حکایت ہے"۔ صفا کے معنی بالکل واضح ہیں اور تصوف ان معنی کی وضاحت ہے اور یہاں اہل تصوف تین طرح کے ہو جاتے ہیں ۔

**صوفی** (صاحب وصول) جو اپنی ذات میں فانی ہو مگر ذات حق کے ساتھ باقی ہو اور طبعی خواہشات سے منہ موڑ کر حقائق ربانی سے ناطہ جوڑ چکا ہو۔

**متصوّف** (صاحب اصول) جو صوفی کے درجے تک رسائی کی خاطر مجاہدہ کر رہا ہو اور منزل طلب میں اپنے معاملات کو صوفیوں کی طرح درست رکھنے کے لیے ریاضت میں مصروف ہو ۔

**مستصوّف** (صاحب فضول) جو مجاہدہ ، خلوص اور ریاضت کے بغیر فقط نمائش

ظاہر کو صوفیوں کی مانند بنائے رکھے ۔ مگر درحقیقت وہ ان کے مقام سے مطلقاً ناواقف ہو۔ ایسا شخص اپنے رویے کی وجہ سے وصل اور اصل سے بیگانہ رہتا ہے ۔

شیخ ذوالنّون مصری فرماتے ہیں کہ : ''صوفی جب بات کرے تو اس کا کلام حقائق و معارف کا ترجمان ہوتا ہے اور جب وہ خاموشی اختیار کرے تو اس کے اعضا اس حقیقت کے غمّاز ہوتے ہیں کہ وہ دنیا سے قطع تعلق کرکے فقط اسی ذات واحد کا ہو چکا ہے ۔''

حضرت ابوالحسن نوریؒ کا ارشاد ہے کہ ''صوفی وہ ہیں جن کی روحیں بشریّت کی تاریکی و تیرگی اور خواہشات نفس کی آلائشوں سے پاک ہو کر اولیاء اور صالحین کی صف میں شامل ہو گئی ہوں ۔''

ابوبکر شبلیؒ فرماتے ہیں ''تصوف شرک ہے کیونکہ وہ دل کو غیر اللہ کے دیکھنے سے محفوظ رکھتا ہے حالانکہ غیر اللہ کا وجود ہی کہاں ہے ۔''

شیخ ابو عبداللہ ساطیؒ سے کسی شخص نے پوچھا کہ اولیاءاللہ کی شناخت کیسے ہو سکتی ہے ؟ ارشاد فرمایا : میٹھی زبان ، خوش خلقی ، خندہ پیشانی ، مسکراتا ہوا چہرہ ، خواہ مخواہ کسی سے نہ الجھنا ، عفو و درگزر کا شیوہ ، لوگوں سے ہمدردی ۔ ۔ ۔ ۔ یہ اعلیٰ اوصاف جن میں پائے جائیں وہ اولیاء اللہ ہیں۔ ان سے محبت گویا خدا سے محبت ہے ، ان کی صحبت قرب خداوندی کا ذریعہ و وسیلہ ہے ۔ ان کی جستجو کریں تو خدا ملتا ہے ۔ ان سے تعلق کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے خدا سے رشتہ جوڑ لیا ۔

شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ نے تصوف کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو راز ہے مخفی رہے اور جو کچھ ہاتھ میں ہے اسے دوسروں پر خرچ کر ڈالنا چاہیے جو کچھ تیرے اوپر وارد ہو اسے خوشی سے برداشت کر ۔ آپ سے کہا گیا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے ۔ آپ نے فرمایا یہ کوئی مشکل کام نہیں ۔ بعض جانور پانی کے نیچے بھی چلے جاتے ہیں ۔ کسی نے آپ سے کہا ، حضرت فلاں شخص ہوا میں پرواز کرتا ہے ۔ آپ نے فرمایا کوے اور مرغابیاں بھی ہوا میں اڑتی ہیں ۔ کسی نے کہا، فلاں شخص ایک لمحہ میں ایک شہر سے دوسرے شہر تک پہنچ سکتا ہے ۔ فرمایا ، شیطان ایک لمحے میں مشرق سے مغرب تک

پہنچ جاتا ہے ، ان خوارق کی کوئی قدر و قیمت نہیں، مرد وہ ہے جو مخلوق خدا کے درمیان رہے اور لین دین کا معاملہ رکھے ، اہل و عیال میں زندگی بسر کرے لوگوں سے بھی تعلق رکھے اور پھر ایک لحظہ کے لیے بھی خدا سے غافل نہ ہو ۔

حضرت جنیدؒ تصوف کی بنا آٹھ فضائل پر بتاتے ہیں ۔ جو سبھی پیغمبرانہ ہیں : (۱) سخاوت ابراہیم کی سی ہو کہ لخت جگر کی قربانی پر آمادہ ہو گئے ۔ (۲) رضا اسحاق (اسماعیل) کی طرح ہو کہ اللہ کے فرمان پر جان کی بازی لگا دی۔ (۳) صبر حضرت ایوبؑ جیسا ہو کہ جسم میں کیڑے پڑنے کے باوجود آہ تک نہ کی ۔ (۴) اشارت زکریاؑ کی مانند ہو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جب اس نے اپنے رب کو مخفی طور پر پکارا" (۵) غربت میں یحیٰی کی پیروی ہو کہ اپنے وطن میں غریب الوطن ہوئے ۔ خویش و اقارب میں رہ کر بھی اجنبی بنے ۔ (۶) سیاحت عیسیٰؑ کی سی ہو، بے سر و سامانی کی یہ کیفیت تھی کہ سیاحت کے دوران اپنے پاس فقط ایک پیالہ اور ایک کنگھی رکھتے تھے ۔ جب ایک شخص کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پانی پیتے دیکھا تو پیالہ پھینک دیا اور ایک دن کسی کو انگلیوں سے بالوں کو سلجھاتے دیکھا تو کنگھی بھی پھینک دی ۔ (۷) لباس صوف میں موسیٰؑ کی پیروی ہے کہ وہ سارے کپڑے صوف ہی کے پہنتے تھے ۔ (۸) فقر حضرت محمد صلی اللہ و سلم کی اقتدا ہے ۔

مرتعشؒ کہتے ہیں کہ "تصوف حسن اخلاق کا نام ہے" اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت علی ہجویریؒ اس کی تین صورتیں قرار دیتے ہیں ۔

۱ ۔ حسن خلق اللہ کے ساتھ ـــــ ریا کاری کے بغیر اللہ کے احکام کی پیروی کی جائے ۔

۲ ۔ حسن خلق مخلوق کے ساتھ ـــــ مراد بزرگوں کا احترام ، چھوٹوں پر شفقت ، اور ہم جنسوں سے لالچ کے بغیر انصاف کر کے خود ان سے انصاف کا مطالبہ نہ کرے ۔

۳ ۔ حسن خلق اپنی ذات کے ساتھ ـــــ یعنی خواہشات نفسانی اور شیطان کی متابعت نہ کی جائے ۔

ابوالحسن بوشنجہ کہتے ہیں کہ "تصوف موجودہ زمانے میں صرف ایک

نام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں اور گزشتہ زمانے میں یہ ایک حقیقت تھی جس کا کوئی (مخصوص) نام نہ تھا" یعنی صحابۂ کرامؓ اور سلف صالحین کے وقت میں لفظ "صوفی" تو بے شک موجود نہ تھا مگر ہر ایک میں حقیقی صفات موجود تھیں اور آج کل معاملہ اس کے برعکس ہے ۔

علامہ جوزی لکھتے ہیں کہ عہد رسالت میں جن لوگوں نے ذات رسالت مآب سے فیض باطنی و ظاہری حاصل کیا ان کے لیے صحابی سے بڑھ کر اس وقت کوئی اور لفظ ممتاز یا معزز نہیں ہو سکتا تھا ۔ پھر جو لوگ صحابہ سے فیض یاب ہوئے ان کے لیے تابعی اور پھر تابعین سے جنھوں نے اکتساب کیا ، ان کے لئے تبع تابعین سے بڑھ کر کوئی لفظ موزوں نہ تھا ۔ جب تبع تابعین کا زمانہ بھی گزر گیا ، صرف وہ لوگ باقی رہ گئے ، جنھوں نے تبع تابعین سے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا ۔ ان کے لئے صوفی کا لفظ استعمال کیا گیا کیونکہ تبع تابعی کے بعد اگر کوئی لفظ موزوں ہو سکتا تھا تو وہ صرف صوفی کا لفظ ہے ۔

**بلوچستان میں تصوف**

ہندوستان کی جغرافیائی فتوحات کا سہرا تو مسلمان بادشاہوں کے سر ہے لیکن روحانی فتوحات ان بزرگوں کے کارنامے ہیں جو ظاہر میں درویش تھے مگر باطن میں بادشاہوں کے بادشاہ تھے ۔ ان پاکیزہ ہستیوں نے اپنے زہد و اتقا سے غیر مسلموں کے دلوں کو مسخر کیا اور ان لوگوں نے رضا اور خلوص کے ساتھ دین اسلام قبول کیا ۔ بادشاہوں نے فقط زمین پر قبضہ کیا مگر درویشوں نے زمین والوں کے دلوں کو اپنے تصرف میں لے لیا ۔ یہ وہی لوگ ہیں جنھیں ہم "ولی" یا "صوفی" کہتے ہیں ۔ جنھوں نے سچ پوچھیں تو صدیوں پہلے پاکستان کی داغ بیل ڈالی اور جن کے مزار آج بھی لاکھوں ارادتمندوں کی زیارت گاہ ہیں ۔

ان باصفا ہستیوں کے روحانی اثرات جہاں برصغیر کے کونے کونے میں پہنچے وہاں بلوچستان ان سے کس طرح محروم رہ سکتا تھا ۔ بعض بزرگ خود اس صوبے میں آئے اور عقیدتمندوں کو صفائے باطن سے بہرہ ور کیا اور پھر واپس چلے گئے ۔ بعض اس صوبے میں نہیں آئے مگر ان کی تعلیمات یہاں پہنچیں اور

لوگوں نے انہیں سے فیض حاصل کیا ۔ بعض کے مریدوں نے یہاں رہائش اختیار کرکے رشد و ہدایت کی شمع روشن کی ۔ خود اس صوبے کی بہت سی شخصیتیں سینکڑوں میلوں کے فاصلے طے کرکے برسوں ان برگزیدہ ہستیوں کی خدمت میں پڑی رہیں اور کسب حقیقی کرکے واپس آئیں اور یہاں آ کر اپنے مرشدان طریقت کی طرح لوگوں کو نیکی کی تلقین کی ۔ چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں ۔

سیدالسادات سید احمد توختہ (وصال ۶۰۲ھ/۱۲۰۵ء ۔ مدفن لاہور) کیچ مکران (بلوچستان) تشریف لائے اور کچھ عرصہ وہاں مقیم رہے ۔ اپنے قیام کے دوران میں اپنی بیٹی بی بی حاج (مدفن لاہور) کا نکاح بنکار خاندان کے شہزادہ بہاء الدین سے کر دیا ۔ شہزادہ بہاء الدین کے بعد اس کا لڑکا سلطان حمید الدین تخت نشین ہوا مگر اس نے تخت چھوڑ کر درویشی اختیار کی اور تلاش حق میں لاہور کا رخ اختیار کیا ۔ سید احمد توختہ جتنی مدت کیچ مکران میں رہے لوگوں کو روحانیت سے فیض یاب کرتے رہے ۔

پیر کبار سید شیخ عطا اللہ المعروف شیخ اتو ابن سید ابی سعید ابن سید اسحاق حضرت خواجہ مودود چشتیؒ (وصال ۵۲۷ھ/۱۱۳۲ء ۔ مزار مبارک چشت میں واقع ہے) کے خلیفہ تھے ۔ اپنے پیر کی وفات کے بعد پانچ سال تک وہیں رہے ۔ پھر ۵۳۲ھ/۱۱۳۷ء میں اپنے شیخ کے اشارۂ روحانی کے باعث اپنے وطن علاقہ شیرانی (ضلع ژوب ۔ بلوچستان) واپس لوٹے ۔ تبلیغ و اشاعت اور اصلاح و تربیت کے کام میں مصروف ہو گئے ۔ شیخ کبار نے ۵۵۰ھ/۱۱۵۵ء میں وفات پائی ۔

آپ کے قبیلہ شیرانی (جسے شوریانی، سوریانی اور سروانی بھی کہتے ہیں) کے چند ایک اور نامور بزرگ بھی گزرے ہیں ۔ جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ یہیں سے دوسرے علاقوں میں جا کر سکونت پذیر ہوئے ۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس اللہ سرہ العزیز (قصبہ ہارون نزد نیشاپور) حضرت الہدیہ ابن شیخ عبدالرحیم کی تحریر کے مطابق علوم شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت میں امام عصر تھے ۔ آپ کی کنیت ابی النور تھی ۔ صوفیاء آپ کو سید الاولیا ، حجت الاتقیا ، برگزیدہ پروردگار ، صاحب کشف و کرامات اور بادشاہ عالم مشاہدات کے القاب سے مخاطب کرتے ہیں ۔ خرقہ فقر و ارادت آپ

کو حضرت خواجہ حاجی شریف زندنیؒ سے عطا ہوا تھا ۔ آپ ستر برس تک مجاہدہ نفس اور ریاضت میں مصروف رہے اور اس درمیان میں سیر ہو کر نہ پانی پیا نہ کھانا کھایا اور نہ رات کو سوئے ۔ کہتے تھے افسوس ہے اس درویش پر جو رات کو سوئے اور دن کو سیر ہو کر کھانا کھائے ۔ آپ حافظ قرآن بھی تھے ۔ ہر دن اور رات کو ایک ایک قرآن ختم کر لیتے ۔ آپ صاحب سماع تھے اور حالت سماع میں اتنا روتے کہ لوگوں کو تعجب ہوتا ۔ کبھی کبھی نعرہ مار کر بے ہوش ہو جاتے ۔

سفینۃ الاولیا میں مندرج ہے : حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت شیخ عثمان ہارونیؒ اثنائے سفر میں ایک مقام پر پہنچے ، یہ آتش پرستوں کی بستی تھی، وہاں آتشکدہ تھا جس میں روزانہ بیس ارب لکڑیاں جلتی تھیں۔ اس آتشکدہ کی آگ کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی تھی۔ آپ نے آتش پرستوں سے پوچھا ، اس آگ سے کیا فائدہ ؟ تم لوگ خدا کی عبادت کیوں نہیں کرتے ۔ جس نے اس آگ کو خلق کیا ہے ۔ انہوں نے جواب دیا ہمارے مذہب میں آگ کو دیوتا مانا گیا ہے ۔ ہم اس کا احترام کرتے ہیں ۔ شیخ نے فرمایا، اچھا تو یہ بتاؤ کہ تم اپنے ہاتھ پاؤں آگ میں ڈال سکتے ہو ۔ انھوں نے کہا ، آگ کا کام جلانا ہے ، کس کی مجال ہے جو اس کے قریب بھی جائے ۔ شیخ نے ایک بچے کو جو کسی آتش پرست کی گود میں تھا ، لے لیا اور 'بسم اللہ الرحمن الرحیم قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً علیٰ ابراھیم' پڑھتے ہوئے آگ میں داخل ہو گئے اور چار گھنٹے کے بعد واپس آئے ۔ نہ آپ کے خرقہ کو آگ لگی اور نہ اس بچہ پر آگ سے کوئی آنچ آئی ۔

یہ نقشہ دیکھ کر تمام آتش پرست آپ کے قدموں پر گرے اور اسلام قبول کر لیا ۔ وہ بچہ اور اس کا باپ منصب ولایت پر فائز ہوئے ۔ آپ نے فرمایا تھا جس میں یہ تین خصلتیں ہوں گی، اسے خدا اپنا دوست بنا لیتا ہے ۔ سخاوت دریا کی طرح ، شفقت آفتاب صفت اور تواضع زمین کی مانند ۔ بعض روایات کے مطابق آپ کوئٹہ میں تشریف لائے ۔ کانسی روڈ اور خدائیداد روڈ کے چوک کے قریب ان کی یادگار میں ایک گنبد موجود ہے ۔ جہاں بیٹھ کر انہوں نے ریاضت و چلہ کشی فرمائی اور اس کے بعد عازم سندھ ہوئے ۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ جتنی مدت بھی بلوچستان میں رہے ، لوگ ان سے کسب فیض کرتے رہے ۔

حضرت سید بندہ نواز گیسو درازؒ (۷۲۱ھ/۱۳۲۱ء—۸۲۵ھ/۱۴۲۱-۲۲ء) چشتی سلسلہ کے نامور بزرگ ہو گزرے ہیں ۔ مشہور ہے کہ آپ سفر کابل کے وقت بولان سے ژوب کے راستہ افغانستان گئے ۔ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ سید محمد گیسو درازؒ شیرانی نیکہ کے زمانے میں، وادیٔ ژوب میں آئے تھے اور ان کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی تھی ۔ ایسے عظیم صوفی بزرگ کا اس علاقہ میں وارد ہونا اور اس کا ان کے اثرات سے خالی رہ جانا بعید از قیاس ہے ۔ آپ کی شیرانی بیوی سے اشترانی (سُتوریانڑی) قبیلہ ہے جو لورالائی میں آباد ہے ۔ اسی سلسلے سے متعلق بلوچستان میں بعض دوسرے صوفیائے کرام بھی گزرے ہیں ۔ جن میں سے چند ایک زیادہ مشہور ہیں ۔ مثلاً خواجہ ابراہیم دوپاسیؒ ، حضرت خواجہ ولی شاہ باباؒ ، سید یوسف شاہ غازیؒ ۔

شیخ بہاءالدین زکریاؒ کے ایک افغان مرید سے سہروردی سلسلے کو بلوچستان میں سب سے زیادہ فروغ ہوا اور ارشاد و ہدایت کا ایک بڑا مرکز قائم ہو گیا ، وہ شیخ احمد ولد موسیٰ (علاقہ شیرانی وادیٔ ژوب، بلوچستان) تھے ۔ ان کا لقب 'احمد جوانمرد' تھا ۔ وہ مرشد کی نظر عنائت سے مرتبۂ کمال کو پہنچے اور خرقۂ خلافت حاصل کیا ۔ آپ کوہ سلیمان کی چوٹی پر آرام فرما ہیں ۔ وہیں شیخ اسمٰعیل سڑبنی کا مزار بھی ہے ۔

شیخ احمد کی وفات کے بعد ان کا سلسلۂ فیض ان کے تین بیٹوں نے جاری رکھا جو تینوں منبع فیض تھے ۔ یوں شیخ احمد کے تمام خاندان کا ملتان اور اچ کے سہروردی خاندان سے مسلسل انتساب رہا ۔

شیخ حسن افغان (وصال ۶۸۹ھ/۱۲۹۰ء) حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے مقبول ترین خلفا میں اور سلسلہ سہروردیہ کے معروف شیوخ میں شمار ہوتے تھے ۔ وہ کوہ سلیمان کے رہنے والے تھے ۔ شیخ بہاء الدین زکریا فرمایا کرتے تھے کہ جب روز قیامت مجھ سے حضرت باری تعالیٰ پوچھیں گے کہ ہماری سرکار میں تم کیا تحفہ لائے ہو تو میں کہوں گا کہ "مشغولی و عبادت حسن افغان" میرا تحفہ ہے ۔ آپ نے اپنے قبیلہ غرغشت میں جو علاقہ

شیرانی (وادی ژوب) میں آباد ہے ۔ رشد و ہدایت کا سلسلہ بھی جاری کیا تھا ۔

حضرت بہاء الدین زکریا کے ایک معروف خلیفہ مخدوم لال شہباز قلندر[۳] (اصل نام شیخ عثمان بن حسن مروندی — وفات ۶۷۳ھ/۱۲۷۴ء) ہیں ۔ آن کا اثر بھی بلوچستان میں ملتا ہے ۔ پیر لاکھا آن کے ذریعہ سے مشرف بہ اسلام ہوئے اور صاحب کرامت بزرگ کی حیثیت سے شہرت پائی ۔

حضرت خواجہ یحییٰ کبیر غرغشتی[۴] (۷۰۷ھ/۱۳۰۷ء — ۸۳۴ھ/۱۴۳۰ء) غرغشت قبیلے سے متعلق تھے جو علاقہ شیرانی (وادی ژوب) میں آباد ہے ۔ آپ کے مرشد مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین حسین اوچ شریف تھے ۔ شیخ یحییٰ کبیر کا زیادہ وقت کوہ سلیمان (ژوب ، بلوچستان) میں گزرا ۔ مگر سہروردی بزرگوں کے انداز کو اپناتے ہوئے بڑے سفر کیے ۔ حج کرنے کے علاوہ متعدد شہروں میں پہنچنے کا پتہ چلتا ہے ۔

شیخ یحییٰ کبیر کی اہمیت ان کی اپنی ریاضت و عبادت اور نیک کاموں میں ہی مضمر نہیں بلکہ اس کا باعث یہ ہے کہ ان کا فیض کثرت سے دوسروں کو پہنچا ۔ جو فیضیاب ہو کر ہدایت خلق کا ذریعہ بنے ۔ ان کے اپنے خاندان اور خاندان درگاہ میں ہی انتیس ایسے بزرگ ہیں جو درجہ ولایت سے مشرف ہوئے تھے ۔ ان میں غالباً سب سے معروف آپ کے بھائی شیخ علی تھے ۔ جنھوں نے اتنی سخت ریاضتیں کیں اور اس طرح اپنے جسم کو مارتے تھا کہ آپ کے ہم عصر آپ کو شیخ علی دنکر یعنی شیخ علی لاغر کہتے تھے ۔

چشتیہ سہروردیہ کے تذکروں کے مطابق آپ کے مریدوں اور خلفا کی تعداد ایک لاکھ تین سو ساٹھ تھی ۔ شیخ حسن المعروف شیخ کٹہ متی زئی خلیل انصاری کی عظیم شخصیت ہے ۔ آپ حضرت خواجہ یحییٰ کبیر ، حضرت شیخ علی لوانوی اور خوشحال خان خٹک کے ہم عصر تھے ۔ آپ کے دادا شیخ متی قلات بابا کے نام سے معروف تھے ۔ جن کا مزار قلات غلزائی کی اونچی پہاڑی پر زیارت گاہ خاص و عام ہے ۔ آپ سلسلہ سہروردیہ میں شیخ بہاء الدین زکریا کے خلیفہ تھے ۔ آپ کی پیدائش ۶۲۳ھ/۱۲۲۶ء اور وفات ۶۶۸ھ/۱۲۶۹ء میں ہوئی تھی ۔ شیخ کٹہ کا مزار پشین میں ہے ۔

بلوچستان میں صوفیائے قادریہ میں تصوف کی تحریک لانے والوں میں سید شادی بن سید در جہاں بخاری کا نام قابل ذکر ہے ۔ آپ بلوچستان کے علاقہ پشین میں اپنے تین بھائیوں سید حیدر ، سید ابراہیم اور سید ماٹو کے ساتھ آ کر آباد ہوئے اور سلسلہ طریقت عام کیا ۔

بلوچستان میں سلسلہ قادریہ پھیلانے میں حضرت سلطان باہو کی تعلیمات اور فیوضات خصوصی اہمیت و وقعت کی حامل ہیں ۔ آپ کی ولادت ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء میں پنجاب میں ہوئی اور وصال ۱۱۰۲ھ/۱۶۹۰ء میں ہوا ۔ آپ کی زندگی میں آپ کے خلیفہ ملاّ معالی نے سب سے پہلے تعلیمات قادریہ کا فیضان ڈھاڈر و مری علاقہ میں پہنچایا ۔ اس کے ساتھ ہی آپ کے خاندان کے بزرگان و خلفاء کا دور حاضر تک ایک مسلسل سلسلہ چلا آ رہا ہے جو باقاعدہ اسلام کی تبلیغ صوفیانہ صداقتوں کے ساتھ کر رہے ہیں ۔ کٹبار شریف والوں کا سلسلہ بھی آپ سے ملتا ہے ۔ جن کے درج ذیل بزرگوں کے حالات اسی تذکرہ میں شامل ہیں ۔

میاں محمد کامل (۱۱۵۰-۶۰ھ/۱۷۳۷-۴۷ء — ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء) ۔ میاں محمد حیات (وصال ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء) ۔ میاں محمد اکرم (وصال ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء) ۔ مائی خدیجہ ۔ میاں محمد حسن (۱۱۹۸ھ/۱۷۸۳ء — ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء) ۔ میاں غلام حیدر (۱۲۳۶ھ/۱۸۲۰ء ۔۔۔ ۱۳۰۰ھ/۱۸۸۲ء) ۔ میاں تاج محمد (۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء — ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) ۔ مولوی محمد حسن (۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء — ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء) ۔

حضرت رکھیل شاہ (فتح پور ، گنداوا ، بلوچستان) بھی اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہیں ۔ ان کے علاوہ اسی سلسلے سے متعلق بزرگ بلوچستان میں گزرے ہیں جن کا ذکر اس تذکرہ میں موجود ہے ۔

شہزادہ محمد داراشکوہ (المتوفی ۱۰۷۰ھ/۱۶۵۹ء) نے جھل مگسی میں قیام فرمایا تھا ۔ اُن دنوں سردار بہوت خان مگسی کی جانب سے اُن کا چھوٹا بھائی میر مرزا خان مگسی علاقہ جھل (بلوچستان) کا حاکم تھا ۔ اُس نے شہزادہ دارا شکوہ کا بہت خیال رکھا تھا ۔ شاہ عالم بادشاہ دہلی کے زمانہ میں ''سیرالمتاخرین'' لکھی گئی ۔ اُس میں تفصیل موجود ہے ۔

شہزادہ دارا شکوہ سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھتے تھے ۔ ''خزینۃ الاصفیا'' میں

مندرج ہے : ''حضرت ملا شاہ بدخشانی کا نامور مرید و خلیفہ ، ظاہری و باطنی اوصاف کا جامع ، بادشاہ صورت اور درویش سیرت تھا ۔ مسائل تصوف اور سلوک و عرفان سے بڑی دلبستگی تھی ۔ حضرت شیخ محمد میاں میر کی خدمت میں بھی حاضر رہ کر اخذ فیض کیا تھا ۔ متعدد کتب کے مؤلف و مصنف ہیں۔'' اس زمانے میں یقیناً بلوچستان میں شہزادہ دارا شکوہ نے طریقت کے اثرات چھوڑے ہوں گے ۔

بلوچستان میں صوفیائے اسلام نقشبندیہ کا اچھا خاصا اثر ہے ۔ اس سلسلے میں حضرت میاں عبدالحکیم نانا صاحب (۱۰۹۰ھ/۱۶۷۹ء — ۱۱۵۳ھ/۱۷۴۰ء) اور آن کے خلفا میاں نور محمد جیودرانی قندھاری ، ملا عثمان اخوند ، میاں محمد حسن یسین زئی — مرید خاص بابا خرواری ، میاں نور محمد قندھاری کے خلیفہ خواجہ حافظ عبدالمجید جو خواجہ فیض الحق جان چشموی (۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء — ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) کے جد امجد تھے ۔ خواجہ میاں روح اللہ اخوند زادہ گنگازئی ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء - ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء)' ملا رحیم داد (وادی ژوب)' ملا جان محمد کاکڑ (وادی ژوب)' میاں روح اللہ کے نامور خلیفہ خواجہ فیض الحق جان خواجہ محمد عمر چشموی (۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء)' خواجہ عبدالحی جان ، مولانا محمد فاضل ، مولانا محمد صدیق نقشبندی مستونگی (وصال ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء) مرید خاص ڈاکٹر عبداللہ حکیم خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ ان کے متعلق مزید معلومات اسی تذکرہ میں مذکور ہیں ۔

سر زمین بلوچستان حضرت سلطان سخی سرور (شہادت ۵۷۷ھ/۱۱۸۱ء) اور حضرت شاہ محمد سلیمان تونسوی (۱۱۸۴ھ/۱۷۷۰ء - ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۰ء) کے فیوض سے بھی بہرہ یاب ہوئی ہے ۔ یہ دونوں بزرگ ضلع ڈیرہ غازی خان (پنجاب) میں مدفون ہیں ۔ 'بلوچ قوم اور اس کی تاریخ' میں لکھا ہے کہ حضرت سخی سرور رحمۃ اللہ علیہ سے بلوچوں کو والہانہ عقیدت رہی ہے ۔ ہر سال آپ کے مزار پر انوار پر بہت بڑا اجتماع ہوتا ہے جس میں شرکت کے لیے مشرقی پنجاب تک سے وفود آتے ہیں ۔

سلطان سخی سرور نے علوم ظاہری کی تکمیل مولوی محمد اسحاق لاہوری سے کی اور تصوف میں آپ اپنے والد سے مستفیض ہوئے اور شاہ مودود چشتی

سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔

بتورام نے تحریر کیا ہے "خواجہ سلیمان جن کی خانقاہ تونسہ میں ہے پٹھانوں میں بہت متبرک سمجھے جاتے ہیں اور اکثر معزز قومیں مثلاً سدوزئی و پوپلزئی وغیرہ جو پنجاب میں رہتے ہیں اور جعفرو دُرگ وغیرہ جو دامن کوہستان پر رہتے ہیں، اس خانقاہ شریف کے مرید ہیں"۔ خواجہ صاحب نے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت سے سرفراز ہوئے۔ آپ کا سلسلہ چشتیہ نظامیہ تھا۔ فقر کے اصل کو یوں بیان کرتے ہیں: "سالک کو چاہیے کہ عملیات میں وقت ضائع نہ کرے کہ یہ طریقہ راہ فقر کا ڈاکو اور مانع ہے۔ اصل مقصد حق تعالیٰ کا یاد کرنا ہے۔"

حضرت خواجہ غلام فرید (۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء—۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) کا اثر بھی بلوچستان میں ملتا ہے۔ نواب قیصر خان والئ جھل اور ان کے فرزند ارجمند گل محمد خان زیب آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے۔ آپ کی کافیاں بھی بلوچستان کے بعض حصوں میں بہت مقبول ہیں۔ آپ کا تعلق سلسلۂ چشتیہ سے تھا۔ ویسے آپ کو قادریہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ سلسلوں میں مرید کرنے کی اجازت تھی۔

قصہ مختصر اس میں کسی قسم کے شبہ کی گنجائش نہیں کہ بلوچستان میں برصغیر پاک و ہند کے دوسرے حصوں کی طرح اسلام کی زیادہ تر اشاعت ان صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کے ہاتھوں ہوئی، جن کا ذکر خیر اس تذکرہ کے آئندہ صفحات میں آئے گا۔ آج بھی ہر سال ہزاروں کی تعداد میں براہوئی، بلوچ اور پٹھان ان صوفیائے کرام کے مزاروں پر عرس کے موقع پر حاضری دے کر محبت و اخوت کا درس حاصل کرتے ہیں جو صوبہ بلوچستان کے علاوہ پاکستان کے دوسرے صوبوں میں موجود ہیں۔ اور یوں ان صوفیائے کرام کے توسط سے ان تمام علاقوں کے عوام میں ایک نہ ٹوٹنے والا رشتہ قائم ہو گیا ہے۔

یہاں ایک بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ بلوچستان کے اکثر نامی

صوفیوں اور مشہور پیروں کی داستان حیات وقت کے خلوت کدے میں گم ہے۔ اُن کی حقیقی خدمات جو انھوں نے اسلامی خیالات اور نظریہ حیات کو متعارف کرانے کے لیے سرانجام دیں، وہ نظروں سے اوجھل ہیں اور جو دستیاب ہیں، وہ فقط مافوق الفطرت کرامتوں تک محدود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس تذکرے میں بہت سے ایسے صوفی شامل ہیں جن کا فقط نام یا جن کے قبیلے یا مدفن کا نام ہی ہم تک پہنچا ہے۔ ان کے بارے میں مزید معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

بلوچستان میں مزار تو ہر جگہ موجود ہیں۔ تقریباً ہر گاؤں کے قبرستان میں ایک ایسے پیر کا مقبرہ ضرور ہے جسے لوگ احتراماً یاد کرتے ہیں۔ ایسا شخص (اہم صوفیانہ کرام کو مستثنیٰ قرار دے کر) اپنے دور حیات میں یا تو امام مسجد ہوتا ہے یا واعظ یا اپنے قبیلے میں معمر ترین شخص، جسے لوگ لازماً روحانی قوتوں کا مالک سمجھتے ہیں۔ اس کے علاوہ تقریباً ہر قبیلہ چاہے وہ 'لوڑیوں' ہی کا کیوں نہ ہو، ایک پیر یا صوفی کو 'نگران فرشتہ' کے طور پر اپنا سرپرست ضرور بناتا ہے۔

''پیری فقیری'' کا سلسلہ پورے برصغیر کی طرح بلوچستان میں بھی موروثی نہج پر ہے اور قبائلی سردار اور لوگ برابر پیر کے اہل خاندان کو فصل کی کٹائی کے موقع پر گندم کے دانوں کا ایک بھرا ہوا کاسہ[1] (فی کس) یا پھر بھیڑ بکریوں کے گلے سے ایک بھیڑ یا بکری 'سال کے سال' نذرانہ دیتے رہتے ہیں۔

بلوچستان میں جو مزار ملتے ہیں، وہ عموماً چھوٹے بڑے پتھروں کے ہلکے سے ڈھیر ہوتے ہیں۔ بعض وقت وہ کھردری مٹی ہی کے بنے ہوتے ہیں۔ ان کے اردگرد کچھ ستون سے گاڑ دیتے ہیں جو حصار کا کام دیتے ہیں۔ ان ستونوں سے چیتھڑے، سینگ یا دھات کے ٹاب، استعمال شدہ کارتوس اور کوڑیاں بندھی رہتی ہیں۔ ایسے مزار بھی ہیں جو اینٹوں اور باقاعدہ پتھر کے بنے ہوئے ہیں اور بڑے خوبصورت اور باوقار دکھائی دیتے ہیں۔

---

۱۔ ایک کاسہ = تقریباً پانچ سیر۔

بلوچستان کے صوفیائے کرام سے متعلق مواد کی فراہمی جوئے شیرلانے سے کم نہ تھی ۔ یہ تو مجھ ناچیز پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت تھی کہ میں اس کٹھن اور اہم کام سے کسی حد تک عہدہ برآ ہو سکا ہوں ۔

اگر نہ مدد بسم اللہ بودی تاج عنوانہا
نگشتی تا قیامت نو خط شیرازہ دیوانہا

اس موقع پر میں اپنے بعض بزرگوں مثلاً جد امجد میاں غیاث الدین، تایاجان میاں شاہدین ، نانا جان میاں غلام محمد ، ماموں جان سردار محمد ریاض ، نانی حضور، والد بزرگوار میاں محمد مقبول- جن کی شب بیداری سے میں اکثر متاثر ہوتا رہا ہوں ، استاد محترم پروفیسر علم الدین سالک ، چودھری عطا محمد ، الحاج رحمت علی نازش مدظلہ العالی (لائل پور) اور جناب کے ایم نیاز صاحب (کراچی) کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں، جن کی دلی دعائیں شامل حال رہیں اور جنھوں نے مجھ ناچیز کو صوفیائے کرام اور اولیائے عظام سے محبت کرنا سکھایا ۔

ہر چند کہ خامہ قصد تحریر کند
کی صورت حال باتو تصویر کند

میں اپنے عزیز رفیق جناب سلطان الطاف علی صاحب کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں، جنھوں نے مواد کی فراہمی میں میری مدد فرمائی، کیوں نہ ہو ، آخر سلطان العارفین حضرت سلطان باہو کے خاندان سے ہیں ۔ آن کے برادر کلاں جناب پیر غلام دستگیر صاحب قادری نے بھی بعض کارآمد کتابیں مہیا فرما کر اپنی شفقت کا اظہار فرمایا جس کی میں دل و جان سے قدر کرتا ہوں ۔

میں عزیز محترم عبدالرحمن براہوئی کا رہین منت ہوں کہ انھوں نے بے پایاں خلوص کا مظاہرہ کرتے ہوئے جو مواد آن کے پاس تھا ، میرے افادے کے لیے مہیا کیا ۔

جناب سعید گوہر خصوصی تذکرے کے مستحق ہیں جن کے توسط سے میری رسائی پشتو زبان میں موجود مواد تک آسانی سے ہو سکی ۔ انھوں نے اس سلسلے میں جو کاوش فرمائی ، اس کے لیے دل سے دعا نکلتی ہے ۔ عزیز محترم صاحبزادہ حمیداللہ نے اپنے کتب خانہ سے دو نہایت اہم مخطوطے بھجوا کر جس

تعاون کا مظاہرہ کیا ، اس کے لیے میں ان کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں ۔

میں ان حضرات کے خصوصی تعاون کا بھی بے حد شکر گزار ہوں :
جناب پروفیسر انور رومان ، جناب رب نواز مائل ، جناب حاجی دولت علی ، جناب سید محمد گل شاہ خوستی ، جناب رحمت علی شاہد ۔ ان سب احباب کی خدمت میں عرض ہے ۔

حالی کہ مراست با تو گفتن نتوان
دل خود برتست با تو تقریر کند

مگر میرے کرم فرماؤں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے ۔ جنھوں نے اس تالیف کے سلسلے میں میری حوصلہ افزائی اور رہنمائی فرمائی ۔ میں دل کی گہرائیوں سے ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔

از حال دل کہ بستہ بند ارادت است
چون دوست آگہست چہ تصدیع میدہی

جہاں تک اس تذکرے کی خوبیوں کا تعلق ہے ، میں ان دو ان بزرگوں کی دعاؤں کا فیض سمجھتا ہوں جن کا ذکر خیر اس کی زینت بنا ہے اور جو خامیاں ہیں ، وہ میری اپنی کوتاہیوں کا نتیجہ ہیں ۔ جن کے لیے میں قارئین سے معذرت خواہ ہوں ۔

غلام ہمت آن عارفان با کرمم
کہ یک صواب بہ بینند و صد خطا پوشند

لورالائی (بلوچستان) — انعام الحق کوثر
۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۴ھ/۶ اپریل ۱۹۷۴ء

## ۱

# آخوند پیر

## ۲

# پیر ابراہیم یک پاسی

یہ مستونگ کے چشتی سیدوں کے مورث اعلیٰ ہیں ۔ ان کا مزار مستونگ کے علاقے میں واقع ہے ۔ ان کا خاندان ایران و ہرات کے علاقے سے یہاں آیا ۔ یہ دو بھائی تھے ۔ دوسرے بھائی پیر دو پاسی کہلائے ۔ ان کا مزار ڈھاڈر کے قریب زیارت گاہ خاص و عام ہے ۔ سادات ڈھاڈر انھی کی اولاد میں سے ہیں ۔ یک پاسی اور دو پاسی کی وجہ تسمیہ کے بارے میں یہی مشہور ہے کہ مشکل وقت میں بڑا بھائی اپنے عقیدت مندوں کی ایک پاس میں اور چھوٹا بھائی دو پاس میں دستگیری کے لیے پہنچ جاتا تھا ۔ مستونگ میں ان کے اخلاف آج بھی عزت و احترام کی نگہ سے دیکھے جاتے ہیں ۔ خوانین کے دربار میں بھی انہیں اونچا مقام و مرتبہ حاصل تھا ۔ یہ خاندان علم و فضل اور ابلاغ و عظمت کا گہوارہ رہا ہے اور ان کی دینی اور علمی خدمات کی بہت سی روایات تھیں ۔ جو ابھی تک زبان زد عام ہیں ۔ مگر ابھی یہ کام خاصا تحقیق طلب ہے ۔

۳

# خواجہ ابراھیم دوپاسی

دوپاسی خاندان کا اصل وطن چشت ہے مگر اس خاندان کے مورث اعلیٰ خواجہ ابراہیم دوپاسی کی اولاد کا مولد ڈھاڈر[1] (ضلع کچھی) ہے۔ آپ اپنے زمانے کے ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ اس خانوادے کو سارے علاقے کی آبادی کا پیرخانہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ کی خانقاہ ڈھاڈر سے دو کوس کے فاصلے پر درۂ بولان کے عین دروازے پر واقع ہے۔ آپ کا مزار صدیاں گزرنے کے باوجود آج بھی بلوچ، براہوئی، جاٹوں اور پٹھانوں کے علاوہ ہندو آبادی کے لیے قابل احترام ہے۔ یہ خاندان شروع ہی سے سارے علاقے میں خصوصی امتیاز کا حامل رہا ہے۔ چنانچہ جب سر رابرٹ سنڈیمن (بلوچستان کا انگریز فاتح) پہلے مشن پر قلات جانے کی خاطر ڈھاڈر پہنچا تو وہ بھی اس خاندان کی تاریخی حیثیت سے صرفِ نظر نہ کر سکا اور اس علاقہ سے مشن کے اراکین میں اسی خاندان کے پیر اورنگ شاہ اول کو شامل کیا۔ جس نے مشن کو کامرانی سے ہم کنار کرنے کے لیے اہم کردار ادا کیا۔

بتورام لکھتا ہے ''ایک خاندان سیّد کا سیّد اورنگ شاہ اس شہر (ڈاڈہر) میں رہتا ہے۔ بسہ طفیل اس کے فی الجملہ غربا پناہ میں ہیں۔ یہ شخص مرشد خان صاحب والئے قلات اور اقوام بروہی سرابانیہ و جہلبانیہ و اقوام مری وغیرہ بلوچستان کا ہے۔ اس سے دونوں فرقے لحاظ اور ادب رکھتے ہیں۔ جب کچھ بے امنی شروع ہوتی ہے لوگ اکثر اشیا ان کے گھر میں آکر مدفون کرتے ہیں بلکہ اس حد تک پایا گیا اور اپنی آنکھوں سے دیکھا گیا کہ آج کل پیشتر آنے صاحب بہادر سے جو خبر مفسدہ بروہی کے گرم تھی، دوکانداران شہر سب بساط دوکان شاہ کو دوکان بند کر کے اس سید کی حویلی میں لے جا کر رکھتے

---

۱۔ ڈھاڈر برصغیر پاک و ہند کی عظیم شاہراہ درہ بولان کے جنوب مشرقی دہانے پر واقع ہے۔ اس لیے اسے پہلے 'دہان در' کہتے تھے۔ جو ہوتے ہوتے بگڑ کر ڈھاڈر مشہور ہو گیا۔

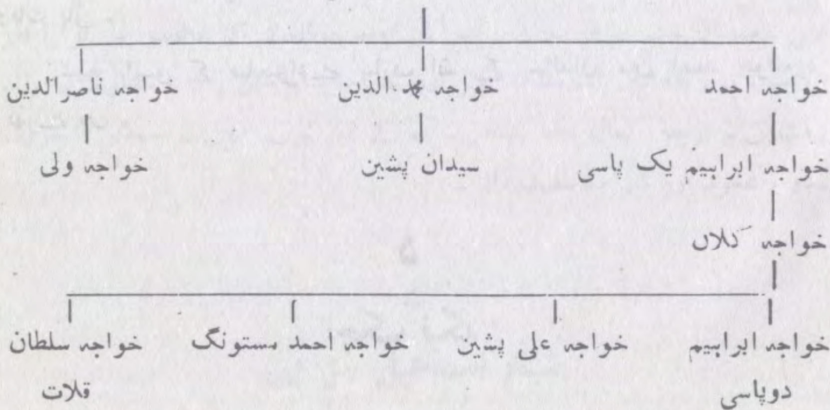
تھے۔ صبح کو اس کے گھر سے اٹھا کر دکان پر لاتے تھے۔ یہ سید بہت اچھا بھلامانس اور لئیق پایا گیا۔ وہ ہردلعزیز ہے۔ نہ اس کو تعصب مذہبی ہے، نہ فخر قوم۔ ہر کہ ومہ سے خلق اور اتحاد ہے۔''

پھر حضرت خواجہ ابراہیمؒ کے بارے میں لکھا ہے '' پیر ابراہیم جد امجد اس اورنگ شاہ کا تھا جس کی خانقاہ ڈاڈہر سے بفاصلہ دو کوس درۂ بولان میں ہے۔ یہ شخص صاحب کرامات ہو گزرا ہے۔ لوگ ان کے بہت مرید اور معتقد ہیں۔''

حسب نسب کے لحاظ سے یہ خاندان صحیح النسب سید ہے۔ مگر اس کی شہرت اس کے مورث اعلیٰ خواجہ ابراہیم دوپاسی کے لقب ''دوپاسی'' کے نام سے ہوئی۔ جس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ حضرت خواجہ ابراہیم دو پاس (دو پہر بمعنی چھ گھنٹے) میں لوگوں کی مرادیں مستجاب کراتے تھے۔ اسی کے باعث یہ خاندان سید کی بجائے دوپاسی کے نام سے معروف ہوا اور آج تک یہی نام مروج ہے۔[1]

حضرت خواجہ ابراہیم دوپاسی کا زمانہ شاہجہان کا عہد متصور ہوتا ہے۔ آپ کا شجرہ نسب درج کیا جاتا ہے۔

شجرہ خواجہ مودود چشتی صاحب




۱۔ ڈھاڈر تاریخ کے آئینہ میں۔ میر عبدالمجید شاہ، بلوچی دنیا، ملتان،

۴

# شیخ آتو

پیر کبار سید شیخ عطااللہ المعروف شیخ آتو (ابن سید ابی سعیدابن سید اسحاق) حضرت مودود چشتی ہراتی کے خلیفہ اور ماذون تھے۔ اپنے پیر کی وفات کے بعد بھی آپ پانچ سال تک ہرات میں رہے۔ ۵۳۲ھ/۱۱۳۷ء میں اپنے وطن علاقہ شیرانی لوٹ آئے۔ آپ کے چار بھائی کرنی، اکو، پیری اور توری تھے۔ آپ کے چھ بیٹے تھے۔ خواجہ ثناءاللہ، عارف اللہ، خواجہ محمد، خواجہ شہاب الدین، خواجہ ابراہیم اور خواجہ عیسیٰ۔ ''تذکرۂ صوفیائے پنجاب'' کے مؤلف اعجازالحق قدوسی (ص ۸۷) لکھتے ہیں کہ پیر کبار اتو بن شورہ بن خویشگی افغان قوم سے تھے۔ چشت میں جا کر مودود چشتی کے مرید ہوئے۔ چالیس برس تک اپنے مرشد کی خدمت میں رہے۔ وفات سے قبل حضرت خواجہ مودود چشتی نے آپ کو خرقۂ خلافت سے ممتاز فرما کر وطن کی طرف رخصت کیا۔ لیکن وہ اپنے شیخ کے روضۂ مبارک کی جاروب کشی میں مصروف رہے۔ آخر اپنے شیخ کے اشارۂ روحانی کی بنا پر مجبوراً اپنے وطن واپس ہوئے اور رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔ شیخ کبار نے ۵۵۰ھ/۱۱۵۵ء میں وفات پائی۔

شیخ اتو کے صاحبزادے عارف اللہ کے خاندان میں احمد جوانمرد گذرے ہیں۔

۵

# اچک نیکہ

آپ پٹھانوں کے معروف قبیلہ 'اچکزئی' کے جد امجد ہیں۔ آپ بڑے عالم، فاضل، زاہد، عابد اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ آپ کا

نام اچک تھا ۔ آپ کا مزار دوبندی سے ۲۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے ۔ یہ اپنی پرہیزگاری کی وجہ سے مشہور ہوئے ۔ اسی سبب سے لوگوں کی اچھی خاصی تعداد ان کی زندگی میں حاضر خدمت ہو کر بہرہ یاب ہوتی رہی ۔ آپ اپنا زیادہ وقت عبادت الٰہی میں صرف کرتے تھے ۔ آپ کی کئی کرامات مشہور ہیں ۔ آج بھی آپ کا مزار مرجع خاص و عام ہے ۔

نیکہ کا مطلب دادا یا بزرگ ہے ۔

## ٦

## احمد جوانمرد

روایت ہے کہ سید احمد جوانمرد اپنے والد محترم سید موسیٰ کے ایام زندگی اور لڑکپن میں علاقہ شیرانی کے پہاڑوں میں مویشی چراتے تھے ۔ ایک دن اتفاق سے چرانے والی بھیڑوں کی تعداد بھی چالیس تھی ، آپ کے پاس ابدال کے مراتب کے چالیس ہی بزرگ آئے اور انہوں نے آپ سے کہا کہ ہم آپ کے مہمان ہیں ۔ گو کہ لڑکپن کے دن تھے ۔ مگر آپ نے خندہ پیشانی سے انھیں خوش آمدید کہا اور چالیس کی چالیس بھیڑیں ذبح کر کے کباب کر دیں ۔ مہمان بہت خوش ہوئے ۔ آپ کو احمد جوانمرد کے خطاب سے نوازا اور ولایت دی ۔ بعد میں آپ ملتان گئے اور خواجہ بہاءالدین زکریا ملتانی کے ہاتھ بیعت کی ۔ درجۂ کمال تک پہنچے ۔ آپ کے تین لڑکے تھے ۔ سعدین المعروف سدو ، محمود اور خواجہ سلیمان دانا ۔

## ۷

## شیخ اسماعیل سڑبنی

آپ شیخ بیٹ نیکہ کے لخت جگر تھے ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بیٹ نیکہ کے بھائی سڑبن نیکہ کے کوئی اولاد نہ تھی ۔ ایک دن وہ اپنے بھائی

بیٹ کے پاس آئے اور کہا کہ میں غریب ہوں اور اولاد کی نعمت سے بھی محروم ہوں ۔ آپ میرے حق میں دعا کیجیے ۔ چنانچہ بیٹ نیکہ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی اور دعا کے بعد اپنے بیٹے اسماعیل کو سڑ بن کے حوالے کرکے کہا کہ یہ آپ کا بیٹا ہے ۔ انشاءاللہ آپ کی مراد پوری ہوگی ۔

سڑ بن اپنے بھتیجے کو گھر لے گئے اور اپنی اولاد کی طرح ان کی پرورش کی ۔ وہ اسی کے باعث سڑ بنی کہلائے ۔ ویسے اللہ نے سڑبن کو اولاد کی نعمت بھی عطا کی اور مال و دولت سے بھی نوازا ۔

آپ زاہد ، عابد اور عارف تھے ۔ آپ کا مزار کوہ سلیمان میں 'خواجہ خضر' کے مقام اور 'وازی خواہ' نامی جگہ پر ہے ۔ وہیں ان کے ایک مرید شیخ احمد ابن موسیٰ کا مزار بھی ہے جو ایک بہت بڑے بزرگ تھے ۔ انھوں نے روہستان میں بھی رشد و ہدایت اور تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تھا ۔

آپ کے مزار پر ایک خوبصورت گنبد تعمیر کیا گیا ہے ۔ آپ کی اولاد آج کل مختلف پشتون قبائل ہیں ۔

سلیمان ماکو نے 'تذکرہ الاولیا' (تالیف ۶۱۲ھ/۱۲۱۵ء) میں لکھا ہے کہ اسماعیل بھی اپنے باپ بیٹ بابا کی طرح اپنے عہد کے بہت بڑے ولی تھے ۔ اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے ہندوستان ، افغانستان ، بلخ اور بخارا تک سے عقیدت مند چلے آتے تھے ۔ آپ شعر بھی کہتے تھے ۔ آپ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ کسے غر کے باشندوں میں بعض غیر اسلامی رسوم کا رواج ہو گیا تھا ، جس پر آپ نے انھیں یوں ٹوکا تھا ۔

**اردو ترجمہ :**

شیطان سے بھاگنا چاہیے ۔
جب وہ کسی کو نظر آ جائے ،
تو وہاں سے نور رخصت ہو جاتا ہے
اور تمام زمین پر اندھیرا چھا جاتا ہے ،
آدمی شیطان سے بھی بدتر ہو جاتا ہے

اور وہ کند چھری سے زخمی ہو جاتا ہے۔
جس نے شیطان کی نہ مانی
وہ شخص زیارت کے قابل ہے،
جو کوئی ابلیس کے دھوکے میں آ گیا
اس کے گھر صف ماتم بچھ جاتی ہے۔

قاضی نورالحق نے لکھا ہے کہ بیٹ بابا کی مناجات ہو یا اسماعیل سڑ بنی کا کلام، وہ کسی مرحلے میں مقصدیت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ان کی شاعری اس دور کے اخلاق، مذہبی عقیدوں اور معاشرتی حالات کی آئینہ دار بھی ہے۔ ان کی غزلوں اور نظموں میں کہیں بھی تنگ نظری، نسلی تعصب اور قبائلی مفاد کی جھلک نظر نہیں آتی۔ یہ مترشح ہوتا ہے کہ بیٹ نیکہ اور ان کی اولاد ہمیشہ زندگی کے وسیع انسانی اور اسلامی نقطۂ نظر کو اپنائے ہوئے تھے۔ ان کے بعد بھی کسے غر کے علاقے کے شمس الدین کاکڑ اور پیر محمد کاکڑ نے اسی نظریہ کا پرچار کیا جو بیٹ بابا اور ان کے نامور فرزند اسماعیل سڑ بنی کا طرۂ امتیاز ہے۔

## ۸

## اسماعیل نیکہ

آپ دیدانی سید تھے۔ آپ کی جائے رہائش کھوسٹ ضلع سبی میں تھی۔ ان دنوں کھوسٹ میں پانی کی بے حد قلت تھی۔ اس لیے ایک مرتبہ آپ کے مریدوں نے آپ سے درخواست کی کہ ہمارے پینے کے لیے پانی کی ضرورت ہے۔ آپ اللہ کے نیک بندے ہیں اس طرف توجہ فرمائیے۔ آپ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی جو مستجاب ہوئی اور پانی کا ایک چشمہ پھوٹا جس سے لوگوں کی تکالیف دور ہو گئیں۔ آپ کھوسٹ ہی میں فوت ہوئے۔ وہیں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

۹

## قاضی اسماعیل

آپ کا مزار کاجان میں ہے -

۱۵

## میاں الٰہی بخش

آپ کا اسم گرامی میاں الٰہی بخش تھا - چونکہ عبادت گزار اور متقی تھے ، اس لیے لوگ آپ کو مولوی صاحب کہہ کر مخاطب کرتے تھے - آپ کا آبائی وطن لالہ پنڈی ہے جو ضلع گجرات (پنجاب) کا ایک قصبہ ہے۔ آپ کے خاندان کا پیشہ کاشتکاری تھا - آپ کو بچپن ہی سے تعلیم حاصل کرنے کا شوق تھا - شروع میں آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ کاشتکاری کرتے تھے - پھر ذوق تعلیم سے مجبور ہو کر آپ نے کاشتکاری چھوڑ دی اور بہاولپور میں تعلیم حاصل کی -

آپ ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء میں بلوچستان چلے آئے - پہلے سبی اور پھر براستہ برنائی و بوستان کوئٹہ وارد ہوئے - ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء میں پولیس میں محرر کنسٹبل بھرتی ہوئے - ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء میں مسٹر بیٹی انسپکٹر پولیس کی سفارش پر سکول ماسٹر مقرر ہوئے - اور آٹھ برس تک محکمہ تعلیم میں ملازمت کی - بارنس سکول سبی میں سیکنڈ ماسٹر مقرر ہوئے -

آپ کرکٹ کے زبردست کھلاڑی تھے - اس دوران مسٹر بیٹی (Beeti) ترقی پا کر سپرنٹنڈنٹ پولیس ہو گئے - چونکہ مسٹر بیٹی کو بھی کرکٹ سے شغف تھا اس لیے وہ میاں صاحب کو بہت پسند کرتا تھا اور اسی کے اصرار پر آپ محکمہ پولیس میں واپس آ گئے اور ہیڈ کنسٹیبل کے عہدے پر تعینات ہوئے

اور بعد میں آپ سارجنٹ فرسٹ گریڈ مقرر کیے گئے ۔ ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء میں جب آپ سب انسپکٹر سبی پولیس تھے ، آپ نے وفات پائی اور کسی کے قبرستان میں دفن ہوئے ۔ شہید کے مزار کے قریب اسی ایک علیحدہ احاطے میں آپ کی پختہ قبر آج بھی موجود ہے ۔

میاں صاحب نے بلیلی سے کچھ آگے کلی مہتر زئی میں ایک معزز پختون خاندان میں شادی کی ۔ آپ کی اہلیہ ملک عبدالطیف کی صاحبزادی تھیں ۔ جنھوں نے آپ کی زندگی میں وفات پائی ۔

میاں صاحب بڑے عابد اور زاہد تھے ۔ یہ تو معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ نے کس کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ قیاس ہے کہ اویسی طریقہ رکھتے ہوں گے ۔ آپ جذب و فنا کے مقامات سے گزر کر مقامِ عبودیت پر فائز ہو گئے تھے ۔ اس لیے آپ صحو پر قائم رہے ۔ اور عمر بھر شریعت کی نہایت سختی سے پابندی کرتے رہے ۔ صدقِ مقال اور اکلِ حلال میں مشہور تھے ۔ سرکاری اور دنیوی کام کاج کے ساتھ ہمہ وقت ذکر الٰہی میں محو رہتے ۔ اور آپ کا عمل "دست بہ کار و دل بہ یار" کے مصداق تھا۔ تپ محرقہ اور ڈبل نمونیہ کے عوارض میں آپ کی وفات ہوئی ۔ انتہائی تکلیف کے باوجود آپ کی استقامت کا یہ عالم تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی کی طرح آپ کی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی ۔ تہجد اور وظائف ایامِ صحت کی طرح بدستور ادا کرتے رہے ۔ آپ نے جمعہ کے دن وفات پائی اور نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد آپ نے جان جان آفریں کے سپرد کی ۔ آخر تک ہوش و حواس قائم رہے ۔ وفات کے وقت جب آپ کے بڑے صاحبزادے میاں گلزار محمد مرحوم (بانی و مدیر روزنامہ نعرۂ حق کوئٹہ) نے سورۃ یاسین پڑھتے وقت ایک جگہ اعراب کی غلطی کی تو آپ نے ان کو فوراً ٹوک دیا اور پھر صحیح تلفظ زبان مبارک سے ادا کیا۔ اس کے کچھ دیر بعد آپ کی روح پرواز کرکے محبوب حقیقی سے واصل ہو گئی ۔

میاں صاحب چونکہ انگریزی دورِ تسلط کے اوائل میں بلوچستان آئے تھے اس لیے پشتو ، بلوچی ، براہوئی اور فارسی اس قدر روانی سے بولتے تھے کہ ان پر اہل زبان ہونے کا گمان ہوتا تھا ۔ معاشرتی اور ثقافتی اعتبار سے انہوں نے خود کو پشتونوں میں ڈھال لیا تھا ۔ طبیعت میں غصہ بہت تھا ۔ جب غصے

میں ہوتے ۔ تو پشتو بولنے لگتے ۔ غصہ اس وقت کرتے جب کسی کو برائی کرتے یا غلط کام کرتے دیکھتے ۔ اگر ان کا افسر بھی جھوٹ بولتا یا غلط کام کرتا تو ضبط نہیں کر سکتے تھے ۔ طبیعت جلالی پائی تھی ۔ ایک دفعہ کوئٹہ میں کشتیاں ہوئیں ۔ جن میں باہر کے نامی گرامی پہلوانوں نے حصہ لیا ۔ بڑا جوڑ ایک مسلمان اور سکھ کا تھا ۔ اتفاق سے سکھ پہلوان نے مسلمان پہلوان کو گرا لیا ۔ آپ بھی دوسرے افسروں کے ساتھ بیٹھے کشتی دیکھ رہے تھے ۔ جب مسلمان پہلوان پچھڑ گیا تو آپ کو بڑا جلال آیا اور حسب عادت پشتو میں فرمایا ۔ حیف ہے مسلمان ہو کر کافر سے گر گیا ۔ ساتھ ہی ایک سکھ افسر بیٹھا تھا ۔ اس نے از راہ طنز کہا ۔ مولوی صاحب پھر آپ خود کشتی لڑ کر دیکھ لیں ۔ بس پھر کیا تھا ۔ آپ نے کھڑے ہو کر سکھ پہلوان کو چیلنج کیا ۔ لوگ ہنسنے لگے ۔ لیکن ان کے اصرار پر سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اجازت دے دی ۔ تیسرے دن باقاعدہ کشتی ہوئی ۔ آپ اوائل عمر میں ورزش وغیرہ کرتے رہے تھے اور کشتی بھی لڑتے رہے تھے ۔ اس لیے داؤ پیچ سے بخوبی واقف تھے ۔ پھر بھی سکھ باقاعدہ پہلوان اور بڑا گرانڈیل تھا ۔ لیکن آپ نے اکھاڑے میں ہاتھ ملاتے ہی اس کو چند سیکنڈ میں چاروں شانے چت گرا لیا ۔ سکھ پہلوان بڑا حیران ہوا ۔ اس نے دوبارہ کشتی لڑنے کی درخواست کی ۔ آپ نے پھر کشتی لڑی اور ایک ہی منٹ میں پھر گرا لیا ۔ آپ نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی اور اس سے کہا کہ پہلوان تو تم ہی ہو ، میں نے صرف قوت ایمانی کی ہلکی سی جھلک دکھائی ہے ۔ سکھ پہلوان آپ سے بہت متاثر ہوا ۔ اور اس نے آپ کے ہاتھ چوم لیے ۔

## ۱۱

## اختر نیکہ

اختر نیکہ کاڑ پشتون ہیں ۔ آپ کا مزار ہندو باغ تحصیل ، ضلع ژوب کے تھانہ تنگی کے پاس ہے اور زیارت گاہ عام و خاص ہے ۔

## ۱۲

## امین شاہ

لہڑی نیابت میں دفن ہیں ۔

## ۱۳

## اللہ یار شاہ

آپ کا مقبرہ بولان بند میں ہے ۔ آپ کا تعلق حضرت خواجہ ابراہیم درپاسی کے خاندان سے ہے ۔

## ۱۴

## اسحاق جوگیزئی

آپ کا مزار راڈ ضلع ژوب میں ہے ۔

## ۱۵

## اووہ مندوزیان

یہ سات افراد بیدار قوم سے ہیں ۔ ایک ہی جگہ پر لورالائی سے تقریباً چھ میل کے فاصلے پر مشرق کی جانب بینگہ گاؤں میں دفن ہیں ۔

## ۱۶

# اکک صاحب

آپ موبزئی حمزہ زئی سنزرخیل کا کڑ ہیں ۔ زالار علاقہ تھل چوٹیالی تحصیل دکی ضلع لورالائی میں دفن ہیں ۔

## ۱۷

# بابا خرواری

آپ کا اصلی نام ملا طاہر تھا اور آپ سارنگ زئی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ۔ حضرت میاں عبدالحکیم نانا صاحبؒ (المتوفی ۱۱۵۳ھ/۱۷۴۰ء) جو بہت پایہ کے بزرگ ہو گزرے ہیں اور جن کا حال اسی تذکرہ میں موجود ہے ، کے مریدوں میں آپ کو امتیازی حیثیت حاصل تھی ۔

ایک مرتبہ حضرت میاں عبدالحکیم نانا صاحب گوشکی یا غوشکی آئے اور ملا طاہر کے ہاں قیام فرمایا ۔ ایک رات جب نانا صاحب عبادت میں مصروف تھے ، انہیں پیاس لگی ۔ آپ نے ملا طاہر سے پانی مانگا ۔ جب وہ پانی لائے تو دیکھا کہ نانا صاحب اس انہماک کے ساتھ عبادت میں مگن ہیں کہ انہیں گرد و پیش کا خیال تک نہیں ۔ ملا طاہر ہاتھ میں پانی لیے ان کے نزدیک کھڑے رہے ۔ سردی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی ۔ پانی یخ ہو گیا ۔ تھوڑی دیر بعد نانا صاحب نے اس جانب توجہ فرمائی تو ملا طاہر نے پانی والا ہاتھ آگے بڑھایا ۔ اور جونہی نانا صاحب نے پانی کا کٹورہ اٹھایا تو آپ کے ہاتھ کی جلد جو اس شدید سردی کی وجہ سے کٹورے کے ساتھ جم چکی تھی ، ہاتھ سے الگ ہو کر

کٹورے کے ساتھ ہی کھنچ آئی ۔ اس پر نانا صاحب نے فرمایا ، اوروں کو تو میں نے معمولی سی بزرگی دی لیکن تمھیں خرواروں (چار بوری گندم کو خروار کہتے ہیں ۔ یہ بلوچی اور پشتو لفظ ہے) کے حساب سے بزرگی دیتا ہوں ۔ اس واقعہ کے باعث ملا طاہر ''بابا خرواری'' کے نام سے مشہور ہو گئے ۔

انگریزوں نے ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء میں کوئٹہ کو بلوچستان کے گرمائی صدر مقام اور سینی ٹوریم کے لیے منتخب کیا ۔ اور ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء میں جناب ملا طاہر بابا خرواری کے مزار کی وجہ سے گوشکی کو ''زیارت'' (مقامی زبان میں مزار کو اسی نام سے پکارتے ہیں) کا نام دیا گیا ۔ سارنگ زئی کے قبائل میں ابھی تک زیارت کا پرانا نام ہی چلتا ہے۔

بابا خرواری صاحب کشف و کرامات تھے ۔ تبلیغ اسلام کے لیے آپ نے غیر معمولی کام کیا ۔ آپ کا مزار زیارت سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر ایک پہاڑ کے دامن میں واقع ہے ۔ زیارت کے باشندے بابا خرواری کے مزار کو بہت بابرکت خیال کرتے ہیں ۔ چھٹی کے روز اکثر لوگ مزار پر حاضر ہوتے ہیں ۔ اکثر لوگ وہاں دنبے ذبح کرتے ہیں ۔ عید کے روز سارنگ زئی قبیلہ کے لوگ یہاں اکٹھے ہوتے ہیں ۔ نشانہ بازی کے مقابلوں کے علاوہ کشتیاں لڑی جاتی ہیں۔ شام کو دنبے کا بھنا ہوا گوشت کھا کر پہاڑوں کی ٹیڑھی میڑھی اور تنگ پگڈنڈیوں سے اپنے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے ہیں ۔ راستے میں ایک جگہ پتھروں کے ڈھیر پڑے ہیں جو ظاہراً کسی چھوٹی سی عمارت کے کھنڈر معلوم ہوتے ہیں ۔ مقامی روایت کے بموجب یہ پتھروں کا ڈھیر حضرت طاہر خرواری بابا کی مسجد کے آثار ہیں جس میں آپ عبادت کیا کرتے تھے ۔

## ۱۸
## بابک صاحب

آپ کا اسم گرامی سید محمد صدیق جان تھا ۔ لوگ آپ کے علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے باعث آپ کو بابک صاحب کہنے لگے۔ چنانچہ اصل نام کی

(ضلع کوئٹہ پشین) کی کلی عبدالرحمن زئی میں گزارا ۔ آپ کا تعلق شادی زئی سید قبیلے سے ہے ۔ افغانستان کے علاقہ کدنی کے مشہور پیر اور روحانی پیشوا حضرت عبدالغنی جان آغا بھی آپ کے خاندان سے تھے ۔ جو ظاہری اور باطنی علوم اور عبادت گذاری کے باعث افغانستان اور پاکستان میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے ۔ بابک صاحب کا مزار عنایت اللہ کاریز (گلستان) سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر جنوب کی جانب خوژک نامی پہاڑ کے دامن میں واقع ہے ۔ چاروں طرف سے مزار تک پہنچنے کے لیے راستے ہیں ۔ آپ کا مزار مرجع خلائق ہے ۔ مزار سے جنوب کی جانب ''چینہ غونڈی'' پہاڑی پر ندی کے کنارے آپ کا حجرہ ہے جو ایک چٹان میں بنا ہوا ہے۔ آپ اکثر ریاضت اور عبادت کے لیے وہاں تشریف لے جاتے تھے ۔

بابک صاحب کی قبر کے ارد گرد صرف چار دیواری ہے ۔ اس کے اوپر کوئی گنبد یا چھت موجود نہیں ۔ قبر کے سرہانے ایک مستطیل پتھر نصب ہے ، جس پر چنداشعاراور مختصر حالات زندگی کندہ ہیں ۔

## ۱۹

## باقر نیکہ

ضلع ژوب کی تحصیل قلعہ سیف اللہ میں سب سے زیادہ مشہور مزار آپ ہی کا ہے ۔ جو قلعہ سیف اللہ سے شمال کی جانب تقریباً بارہ میل کے فاصلہ پر سپین تنگی میں واقع ہے ۔ آپ جوگیزئی خاندان کے بانیوں میں سے ہیں ۔ آپ کے دور میں جوگیزیوں کا اثر اور اقتدار عروج پر تھا ۔ آپ صاحب حال بزرگ تھے۔

ایک بار احمد شاہ ابدالی نے آپ کو قندھار طلب کیا اور آپ کو اپنے قبیلے کا مالیہ ادا کرنے کا حکم دیا ۔ اس بات پر دونوں میں جھگڑا ہو گیا ۔ جس پر باقرنیکہ کو ابلتے ہوئے پانی میں ڈال دیا گیا مگر آپ معجزانہ طور پر زندہ و سلامت باہر نکل آئے ۔ احمد شاہ ابدالی آپ کی روحانی قوت کا قائل ہوئے

بغیر نہ رہ سکا اور اس نے آپ کو مالیہ سے مستثنیٰ قرار دینے کے لیے سند جاری کر دی۔

سنزر خیل کثیر تعداد میں آپ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔

## ۲۵

## سید برات بابا

آپ ایک جید عالم اور صوفی تھے۔ آپ کا مزار قلعہ عبداللہ کے قریب پہاڑی پر واقع ہے۔ آپ نے اسلامی تعلیمات کی توسیع و ترویج کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جو آج تک جاری ہے۔ آپ صاحب کشف و کرامت تھے۔

## ۲۶

## سید بلانوش

آپ پیران پیر سید محی الدین حضرت شیخ عبدالقادرؒ جیلانی کی اولاد ہیں۔ آپ کا شجرہ نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے:

''شیخ بلانوش بن حضرت ملک ارقم بن حضرت پیر عمر بن حضرت شیخ عبدالعزیز بن حضرت محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانیؒ۔''

آپ کا اسم گرامی شیخ بایدر ہے۔ لیکن بلانوش کے لقب سے شہرت پائی۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب آپ اپنے مرشد خواجہ مخدوم کی صحبت سے کماحقہ' فیض یاب ہو چکے تو ایک روز آن سے نعمتوں کے لیے گذارش کی۔ مرشد نے فرمایا: ''میں نے سب نعمتیں اپنے شاگردوں میں تقسیم کر دی ہیں۔ اب

آپ کے لیے کوئی نعمت باقی نہیں ۔ صرف کچھ بلائیں ہیں ، جنہیں آپ قابو میں لا سکیں تو لے لیں۔'' نتیجتہ آپ نے ان بلاؤں کو اپنے تصرف میں لے لیا۔ اس کے بعد شیخ بایزد حضرت بلانوش ( بلاؤں کو کھا جانے والا ) کی حیثیت سے ابھرے ۔ آپ کے زمانے میں تلات کا حاکم غیر مسلم تھا ۔ وہ [illegible] میں جواب نہ رکھتا تھا ۔ رعایا کو ستانے کی غرض سے [illegible] سے بہت زیادہ وصول کیا کرتا تھا ۔ اس کے علاوہ ہر گھر سے [illegible] بھی لیا کرتا تھا ۔ لوگ اس کے متحمل نہ ہو سکے اور انہوں نے سید بلانوش سے مداخلت کرنے کی درخواست کی ۔ حاکم نے آپ کو بھی اپنے ستم کا نشانہ بنایا ۔ اور آپ کی زمینوں پر جبرا قبضہ کر لیا ۔

سید بلانوش ان امور کو طے کرنے کے لیے اپنے مریدوں کی ایک مختصر سی جماعت لے کر حاکم کے ہاں پہنچے ۔ شام کا وقت تھا ۔ حاکم نے رات کے کھانے کا بندوبست کرایا ۔ اس نے دانستہ ایک بلی ذبح کرائی تاکہ انہیں حرام چیز کھلائی جائے اور پینے کے پانی میں زہر ملا دیا ۔ لیکن آپ کشف کے ذریعے سے ساری صورت حال سے آگاہ ہو گئے ۔ چنانچہ آپ نے مریدوں سے کہا کہ جب تک میں کھانے کی جانب ہاتھ نہ بڑھاؤں تم لوگ کھانا نہ کھانا اور اس وقت تک پانی نہ پینا جب تک کہ میں نہ پیوں ۔

دسترخوان بچھا ۔ سب کے ہاتھ دھلائے گئے ۔ خدام کھانا چن کر چلے گئے اور حاکم کسی بہانے سے کھانے پر نہ آیا ۔ آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اپنی چھنگلی پانی میں ڈبوئی جس سے زہر کا اثر زائل ہو گیا اور پانی شربت بن گیا جسے آپ نے پی لیا ۔ آپ کے بعد آپ کے مریدوں نے بھی وہ پانی پی لیا ۔ اب آپ نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانے کی بجائے اپنی چادر کا پلو کھانے پر مار کر فرمایا ''پشی'' (مقامی بولی میں بلی کو پشی کہا جاتا ہے) ''پشی'' کہنے پر بلی زندہ ہو گئی اور میاؤں میاؤں کرنے لگی ۔ لیکن اس کے تین پاؤں تھے ۔ آپ نے فرمایا کہ اس حاکم سے کہو کہ اس بیچاری بلی کا دوسرا پاؤں تو دے دے تاکہ یہ آسانی سے چل پھر سکے ۔ ساتھ ہی کھانے کا شوربا شہد بن گیا ۔ یہ صورت حال حاکم کے لیے ندامت کا باعث بنی اور وہ معافی مانگنے لگا ۔ مگر اس کا دل سیاہ تھا اس لیے بدلہ لینے کی غرض سے آپ پر اژدھا اور شیر بھی چھوڑے۔ جب آپ نے ان کو گھور کر دیکھا تو وہ پتھر

بن گئے ۔ آپ خود جلال میں آ گئے اور اسی کیفیت میں اپنی چادر پھینکی جس سے زمین میں آگ لگ گئی ۔ حاکم اپنے ناپاک عزائم میں ناکام ہو گیا اور آپ سے معافی مانگنے لگا اور ظلم و ستم سے توبہ کی ۔ آپ کی اپنی اراضی کے علاوہ قلات کا تیسرا حصہ بھی پیش کیا اور اس کی آمدنی ہر سال آپ کے دربار میں بھیجنے لگا ۔

آپ کا مزار نوشکی میں ہے ۔

## ۲۲

## سید بچن شاہ

آپ ضلع سبی کے مشہور صوفی ہو گزرے ہیں ۔ آپ کا مزار مبارک بھی وہیں ہے ۔

بارو زئی قبیلہ کا سردار نواب مصری خان آپ کا معتقد نہ تھا ۔ ایک مرتبہ اس نے آپ سے کہا کہ میں اس وقت آپ کی روحانی قوت کو مانوں گا جب آپ اپنے لخت جگر سید جمن شاہ کو آگ میں ڈالیں اور وہ صحیح و سالم آگ سے نکل باہر آئے ۔ چنانچہ آپ نے اپنے فرزند کو حاضرین مجلس کے سامنے آگ میں ڈال دیا مگر اسے آگ سے کوئی گزند نہ پہنچا ۔ اس پر سردار کے علاوہ اور کئی لوگ آپ کے معتقد ہو گئے ۔

## ۲۳

## پیر بوھر

آپ کا مزار ویل پٹ (ضلع لسبیلہ) کے مقام باغ دلاں میں واقع ہے ۔ سالانہ میلہ ماہ جون کے پہلے پیر (دوشنبہ) کو منعقد ہوتا ہے ۔ بھیڑ بکریوں کے علاوہ دوسرے حلال جانور بھی اچھی خاصی تعداد میں نذرانے کے طور پر ذبح

کیے جاتے ہیں ۔ ان کا گوشت مزار پر اکٹھے ہونے والے زمینداروں میں تقسیم کیا جاتا ہے اور بارش کے لیے دعائیں مانگی جاتی ہیں ۔

سابقہ ریاست بیلہ سالانہ اخراجات کے لیے کچھ نہ کچھ رقم دیا کرتی تھی ۔

## ۲۴

## پیر بیری شاہ

آپ کا مزار ضلع سبی کی تحصیل شاہرگ میں میاں کچھ کے مقام پر واقع ہے ۔

## ۲۵

## پیر بوبک

آپ کا مزار رضائی کلگ (خاران) میں ہے ۔ روایت ہے کہ جب منگولوں نے ان کا تعاقب کیا تو انہوں نے اپنے پیروکاروں کو چٹانوں میں تبدیل کر دیا اور خود غائب ہو گئے ۔

ان کا مزار پسنے کے ایک درخت کے نیچے ہے ۔ ان کے قرب و جوار میں لاتعداد درخت سانپوں سے اٹے ہوئے بتائے جاتے ہیں جو غیر ضرررساں خیال کئے جاتے ہیں اور جنھیں چھیڑنے کی اجازت نہیں دی جاتی ۔ ایک بڑا مشہور عقیدہ یہ بن گیا ہے کہ اس بزرگ کی کرامت کے طفیل اس علاقے کو کوئی بھی حملہ آور فتح نہیں کر سکتا ۔

## ۲۶

# بیٹ نیکہ

بیٹ نیکہ ۔ شیخ بیٹنی ، بیٹ بابا ، بیٹن ، بٹن اور بیٹ بن کے نام سے بھی مشہور ہیں ۔ عام قیاس یہ ہے کہ بیٹ نیکہ غوری بادشاہوں کے ہم عصر تھے اور ان کا زمانۂ حیات ۳۰۰ھ - ۴۰۰ھ کے دوران ہے ۔ بیٹ بابا ضلع ژوب میں پیدا ہوئے ۔ وہ روحانی پیشوا ہونے کے علاوہ پشتو زبان کے صوفی شاعر بھی تھے ۔ ''تذکرۃالاولیا'' میں سلیمان ماکو نے ان کا تذکرہ شیخ بیٹنی کے نام سے کیا ہے ۔ اس افغان مؤرخ و مفکر نے اپنے تاریخی تذکرے میں لکھا ہے کہ شیخ بیٹنی بہت پارسا ، متقی اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے ۔ وہ کسے غر نامی پہاڑ کے دامن میں اپنے اہل و عیال اور خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ رہتے تھے ۔

بیٹ نیکہ کے مزار کے بارے میں مختلف روایات مشہور ہیں ۔ بعض کا خیال یہ ہے صوبہ ننگرہار افغانستان میں تورغر کے مقام پر جو مزار ہے وہ بیٹ نیکہ کا ہے اور بعض یہ کہتے ہیں ۔ کہ وہ 'کسے غر' (کوہ سلیمان کی ایک شاخ ہے ۔ یہ علاقہ اپوزئی (ژوب کی ایک نواحی بستی) ہی میں دفن ہیں ۔

بیٹ نیکہ کے نامور فرزند کا نام اسماعیل تھا ۔ اسماعیل کی پرورش ان کی پھوپھی کے ہاں ہوئی تھی اسی گھرانے کی مناسبت سے وہ سڑبن کہلائے ۔ شیخ احمد کے یہ ہمعصر اور ہم طریقت اسماعیل سڑبن ۶۰۰ھ کے لگ بھگ بقید حیات تھے ۔ دونوں حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی کے مرید تھے ۔ حضرت بہاءالدین نے دونوں کو خرقہ ہائے خلافت و مصلائے زہد عطا فرمائے ۔ دونوں کے مزار کوہ سلیمان میں مرجع خلائق ہیں ۔ اسماعیل اپنے والد کی طرح مذہبی رہنما ، متقی اور پشتو زبان کے اچھے شاعر تھے ۔ سلیمان ماکو نے اپنے تذکرے میں ان کے کچھ پشتو اشعار نقل کئے ہیں ۔

شیخ بیٹ نیکہ کو اپنے خاندان کے مختصر ہونے کا شدید احساس تھا ۔ ان کے دو بھائی غرغشت اور سڑبن تھے ۔ ابوالفضل نے ''آئین اکبری'' میں

نعمت اللہ ہرزئی اور خان جہان لودھی نے "مجمع الانساب" و "اخبار احمدی" کے حوالوں سے اس کی تائید کی ہے۔ اخوند درویزہ بھی اس سے متفق ہے۔ وہ اپنے گھر اور خاندان کے افراد کی وسعت کے خواہشمند تھے۔ انھی جذبات کا اظہار، بیٹ نیکہ نے اپنی مشہور مناجات میں کیا ہے۔ پشتو بولنے والا کوئی ایسا فرد نہ ہوگا جسے اس مناجات کا کوئی نہ کوئی بند یاد نہ ہو۔

## ۲۷

## بی بی نانی

آپ کا[1] مزار بولان (قلات ڈویژن) میں بی بی نانی پل کے جنوبی سرے پر پانی کے کنارے واقع ہے۔ براہوئی خانہ بدوش اور دوسرے زائرین زیارت کے لیے آتے ہیں۔ آپ اپنے زمانے کی صالحہ اور عابدہ خاتون تھیں۔ مقامی روایت کے مطابق آپ کے والد کا نام یا علی تھا۔

کہا جاتا ہے ایک مرتبہ ان کے بھائی کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں زرتشتی ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔ آپ کو بے عزتی کا خطرہ لاحق ہوا۔ بارگاہ خداوندی میں دعا کی جو منظور ہو گئی اور آپ کھجوری گاؤں سے دو میل کے فاصلے پر زمین میں غائب ہو گئے۔ وہیں پانی کا ایک چشمہ ہے جو آپ کی روحانی قوت کا مظہر بتایا جاتا ہے۔ آپ پیر غائب[2] کے نام سے مشہور ہیں۔

---

۱ - بلوچستان ڈسٹرکٹ گزٹیرز۔ جلد چہارم، چہارم الف ' بولان چاغی۔ کراچی ۱۹۰۶ء ص ۳۷، ۳۸ میں ہنگلاج میں دیوی کے مزار کے بارے میں جو مسلمانوں میں بی بی نانی مشہور ہے لکھتا ہے "یہ ممکن ہے کہ مسلمانوں نے نانیہ Nania کا قدیم نام محفوظ کیا ہو جو قدیم اہل فارس اور باختریوں کی دیوی تھی اور ہم سکوں کے ذریعے اس سے اچھی طرح آگاہ ہیں"۔

۲ - کچھی کے اہل ہنود اسے مہادیو سمجھتے ھیں - ریلوے اسٹیشن آب گم سے کھجوری سات میل دور ہے۔

بتو رام[1] نے ۱۳ دسمبر ۱۸۷۵ء کے روز کی ڈائری میں لکھا ہے ۔
"۱۶ دسمبر ۔ ڈھلی دف ۔ ا یوم ۔ ۲۰ میل ۔ صبح کوچ ہوا ۔ اس جگہ سے بفاصلہ ۸ میل کوئٹہ رود پر ایک قبر موجود ہے جس کو بی‌بی نانی بولتے ہیں ۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ ایک عورت سید زادی تھی ۔ وہ نیک عورت خدا پرست تھی ۔ اس نے اپنی تمام عمر بندگی میں بسرکی۔ شادی نہ کری تھی۔ کسی مرد نامعقول نے اس کی عصمت میں خلل ڈالنے کے واسطے نیت مجرمانہ کے ساتھ اس پر حملہ کیا ۔ اس عورت نے جو تنہا اور بے وسیلہ تھی اور کوئی چارہ نہ دیکھ کر خدا سے دعا مانگی اور کہا کہ اے زمین تو مجھ کو راستہ دے کہ میں تیرے میں گھس جاؤں جس سے میری عصمت میں فرق نہ آوے ۔ زمین نے راستہ دیا، وہ اس میں داخل ہوئی ۔ اس موقع پر قبر بنائی گئی ۔ لوگ اس قبر پر دعا مانگتے ہیں اور جس کی مراد بر آتی ہے وہ اس جگہ آ کر تقسیم نان کرتے ہیں ۔ اس سبب سے بی‌بی نانی یعنی بی‌بی نان والی مشہور ہو گئی ہے ۔"

بی‌بی نانی کا روضہ اگرچہ نانی کے کنارے واقع ہے پھر بھی بارش کے زیادہ پانی سے محفوظ ہے اور پانی مزار سے ہٹ کر گزرتا ہے ۔ پانی کے بہاؤ کی تندی اور نقصان کا اندازہ اس امر سے ہوتا ہے کہ برٹش حکومت نے اپنے دور میں یہاں آمدورفت کی خاطر جب کبھی پل تعمیر کرنے کی کوشش کی تو ناکامی ہوئی ۔ مگر آپ کا مزار محفوظ رہا اس لیے انگریز بھی تعظیم کیا کرتے تھے ۔ آپ کے روضہ مبارک سے بہت سی کرامتیں منسوب ہیں ۔

جناب عبدالرحمان براہوئی نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ان کے نانا جان مرحوم ایک بار قافلے کے ہمراہ کوئٹہ آ رہے تھے ۔ جب بی‌بی نانی کے قریب پہنچے تو وہاں قیام کیا ۔ گھر والوں نے کہا کہ یہاں بی‌بی نانی کے لیے حسب دستور خیرات کر دیں ۔ وہ نہ مانے اور کہا کہ یہ روز روز خیرات کی رٹ لگانا اچھا نہیں ۔ بات ہوئی گزر گئی ۔ رات گزارنے کے بعد صبح یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اونٹ غائب ہے ۔ ادھر پتہ چلا کہ بھیڑیں بھی موجود نہیں ۔ تین روز تک ہر سو تلاش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی ۔

آخر احساس ہوا کہ ہم نے خیرات نہیں کی ۔ فوراً ایک لیلا ذبح کیا اور ابھی گوشت تقسیم کرکے فارغ ہوئے ہی تھے کہ اونٹ ایک ٹیلے کی اوٹ

---

۱ ۔ تاریخ بلوچستان ، بتو رام ، لاہور ۔ ۱۹۰۷ء ص ۳۹۸ ، ۳۹۹

سے مل گیا ۔ مزید کوشش کے بعد بھیڑیں ایک دوسرے قافلے کے قریب چرتی ہوئی ہاتھ آئیں ۔ ان بھیڑوں کے ریوڑ میں چھ بھیڑیں ایک اور شخص علی شیر نامی کی تھیں جو گم نہ ہوئیں صرف آپ کے نانا کی بھیڑیں گم ہوئی تھیں ۔

کُوچک لوگ اپنی فصل میں سے گندم کا ایک مخصوص حصہ (ایک تیر پھینکنے تک کی زمین سے تقریباً ۸ کاسہ) بی بی نانی کے مزار کے لیے مخصوص کر دیا کرتے تھے اور یوں جو وصولی ہوتی اس سے بھیڑیں خریدی جاتی تھیں جنھیں اس وقت ذبح کیا جاتا جب کاشتکاروں کا ایک گروہ پہاڑی نالے کی مرمت کے لیے روانہ ہوتا تھا ۔ تقریباً ۱۸۹۵ء سے یہ قربانی ختم کر دی گئی ۔ وہمی لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسی کے نتیجے میں بی بی نانی کے نالے میں پانی کی کمی واقع ہوئی ہے ۔ ( دیکھیں " نانی کا مقبرہ "، اور " غائب پیر " )

## ۲۸

## بی بی ہارو انا

یہ خاتون عمر بھر کنواری رہیں ۔ تمام عمر طاعت و زہد میں گزری ۔ ہر وقت ذکر الٰہی میں مگن رہتیں ۔ ان سے کئی ایک کرامتیں منسوب ہیں ۔ کربی کچھ میں ونڑیچی قبیلے نے انھیں کچھ زمینیں بطور عقیدت دی تھیں جو آج تک بارو انا کے اپنے قبیلے تھانری کے قبضے میں ہیں ۔ انھوں نے موت کے وقت یہ وصیت فرمائی تھی کہ مجھے کسی ایسی جگہ دفن کیا جائے، جہاں سے ونڑیچیوں کے دشمنوں کا گزر رہتا ہے، اس کے ساتھ ہی آپ نے اپنی قوم کو یقین دلایا کہ تمھارے دشمن وہاں سے پھر نہیں آ سکیں گے اور اگر آئے بھی تو نقصان اٹھا کر لوٹیں گے ۔ چنانچہ ان کی وصیت کے مطابق آپ کو چوتیر (ضلع لورالائی) سے چار میل دور وانی کے مغربی کنارے پر سپرد خاک کیا گیا ۔

کہتے ہیں کہ آج سے ایک صدی قبل ڈیڑھ ہزار ڈومڑوں (سنجاوی کے باشندے) نے ونڑیچیوں پر حملہ کیا اور ان کے مویشی لے کر فرار ہو گئے ۔ دو سو ونڑیچیوں نے ان کا تعاقب کیا ۔ وانی (جو اب 'بارو انا پیرئے' کہلاتا ہے) پہنچے ، ان کے مزار پر حاضری دی ، کامرانی کی دعا مانگی ۔ اس کے بعد وہ اپنے مویشی لے کر واپس آنے میں کامیاب ہوئے اور دشمن ان کو نقصان نہ پہنچا سکے اور آج تک یہ روایت مشہور ہے کہ ونڑیچی ، ڈومڑ پر طاقت میں فوقیت رکھتے ہیں ۔

ایک اور روایت مشہور ہے کہ ونڑیچی اور ڈومڑ نبرد آزما تھے ، ڈومڑ بارو انا کی ولایت کے منکر تھے، انھوں نے آپ کو برا بھلا کہا اور ان کی بزرگی کو جھٹلایا ، انھوں نے کبوتر کی شکل اختیار کی اور فضا میں پرواز کر کے دومڑوں کے سر پر منڈلانے لگیں۔ تین ونڑیچی چرواہوں نے ان ڈومڑوں سے لڑائی کی اور انھیں مار ڈالا ۔ کہتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد دومڑ قبیلہ بھی ان کی ولایت کا اقرار کر گیا ۔

## ۲۹

# بی بی نیک زن

ان کا مزار قلات میں ہے ۔ ان کے حالات کوئی نہیں جانتا ۔ البتہ کہا جاتا ہے کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب نہ آمد و رفت کے ذرائع تھے ، نہ مسافروں کی جان و عزت محفوظ تھی ۔ آپ اپنی صدی کی معروف عابدہ خاتون تھیں ، مگر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ قلات ہی کی اصل باشندہ تھیں ۔ بی بی صاحبہ کے مزار پر جا کر دعا مانگنا ، باولے کتے کے کاٹے کے لیے اکسیر ہے اور کوئی مریض نامراد نہیں لوٹتا ۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ وہ اپنے شوہر کے ساتھ قلات شہر کی طرف جا رہی تھیں ، اچانک چند مشرک ڈاکوؤں نے ان پر حملہ کر دیا ۔ انھوں نے خدا سے التجا کی ''کہ میں ضعیفہ گنہگار لیکن اُمت محمدی میں سے ہوں ، الٰہی میری عزت و ناموس کا تو ہی محافظ ہے ، حضرت محمد صلعم کے طفیل ہمیں ان مشرکوں کے ہاتھوں قید ، بدنامی اور اذیت سے بچا۔'' دعا مستجاب ہوئی اور میاں بیوی زمین میں اتر گئے ، وہیں لوگوں نے ان کا مزار تعمیر کیا ۔

## ۳۵

## حضرت بھرچونڈی شریف

حضرت شیخ المشائخ عبدالرحمن ؒ کا روحانی اثر بلوچستان میں بھی ہوا۔ آپ کا آستانۂ مبارک میکانگی روڈ کوئٹہ پر موجود ہے ۔ آپ کے ایک خاص مرید جناب محمد امین خاں کھوسہ (المتوفی ۵ دسمبر ۱۹۷۳ء) تھے۔ وہ لکھتے ہیں[1]

''گفتگوئے حرف عشقت مطلع دیوان ما —

نہ تو حضرت رسمی پیر ہیں اور نہ میں رسمی مرید ہوں ۔ ۔ ۔ آپ کا اولین خط آیا تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ میں آپ کو اڑا کر اپنے پاس لے آؤں ۔ میں جذبات میں اس حد تک پُر ہو گیا کہ کوئٹہ پہنچنے کی تیاری میں مصروف ہو گیا ۔ اب اس کی اصل وجہ کھل گئی کہ آپ کے ہی قلم سے لفظ بھرچونڈی شریف تحریر ہو کر میرے ہاں پہنچنے والا تھا ۔

شادم کہ دامن سگ کوئے تو مے کشد
واں شادئے دگر کہ بسوئے تو مے کشد

میرے خون کا ایک ایک قطرہ میرے حضرت کے نام پر وجد کرتا ہے ۔ میرے بدن کا ایک ایک بال آن کے حضور میں سربسجود رہتا ہے ۔''

۱ ۔ جناب محمد امین خاں کھوسہ کا خط راقم الحروف کے نام مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۶۷ء

۳۱

## بابک صاحب

بابک صاحب نامی ایک بزرگ کا ذکر پہلے آچکا ہے ۔ اسی نام کے ایک اور بزرگ جن کا تعلق موہزئی حمزہ زئی سنزر خیل کاکڑ قبیلے سے ہے ، ژالار علاقہ تھل چٹیالی تحصیل دکی ضلع لورالائی میں دفن ہیں ۔

۳۲

## بابک نیکہ

علاقہ بری پال (عارف آل) فورٹ سنڈیمن کے ایک پہاڑ کے دامن میں ان کا مزار ہے ۔ بابک زئی انھی کی اولاد ہیں ۔ ان کے ایک بھائی زمان نیکہ بھی صاحب کشف و کرامات ہیں اور بابک نیکہ کے پہلو ہی میں دفن ہیں[1] ۔

۳۳

## باشہید نیکہ

سنزر خیل د دڑ کی ملازئی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں ۔ برنائی ضلع سبی میں جولائی قبرستان میں ان کا مزار ہے ۔

---

۱ ۔ مؤلف کے نام سلطان الطاف علی کا خط ، فورٹ سنڈیمن ، ۲۵ نومبر ۱۹۶۸ء ۔

## ۳۴

# بالخواری نیکه

سنجاوی سے ۱۵ میل کے فاصلے پر پوئی نامی گاؤں میں ان کا مقبرہ ہے ۔ یہ پیچی سید تھے[1] ۔ ان کے بارے میں عوامی اصناف شعر میں ایک غاڑہ[2] ملتا ہے ۔

ورسیږه بالخواری
کوتان خلاص کے لہ پیشی

ترجمہ :۔ اے بالخواری بابا ! کوتان کو پیشی (مقدمہ) سے چھٹکارا دینے کے لیے اس کی مدد کو پہنچ ۔

## ۳۵

# بڑمکو ، موسیٰ جان

ان کے بارے میں روایت مشہور ہے کہ یہ عاشق معشوق تھے ۔ سپین ترین قوم سے تھے ۔ برنائی ضلع سبی کے چوکئی نامی گاؤں میں ، ایک دوسرے کے پاس پاس ان کی قبریں ہیں ۔ لوگ تحصیل مراد کے لیے حاضر ہوتے ہیں ۔

---

۱ ۔ مزارات ۔ سیال کاکڑ ۔ کوئٹہ ۱۹۷۳ء ص ۵۹

۲ ۔ غاڑہ ، پشتو کے عوامی اصناف شعر میں سے ایک ہے ۔ اس میں دو بموزن مقفیٰ و مردف مصرعے ہوتے ہیں ، عموماً ایک مصرع آٹھ سیلاب (لفظ کو سکوت زبان کے حساب سے تقسیم کرنا ، جیسے ا ک ، مل = اکمل — ۲ سیلاب) پر مشتمل ہوتا ہے ۔

۳۶

## بم نیکه

بابڑ پشتون قبیلے کا یہ بزرگ سرانان تحصیل بشین کے نچلے تالاب کے پاس بڑی ڈھیری کے اوپر دفن ہے۔

۳۷

## بولی بلند

روایت ہے کہ پشتون تھے۔ کچلاک کے ایک قریبی پہاڑ کی اونچی چوٹی پر ان کا مزار ہے۔

۳۸

## بہاولان

علاقہ مری بمقام کاہان میں ان کا مقبرہ ہے۔ یہیں بہاولانزئی کی قبر بھی ہے۔

۳۹

## بہلول نیکه

یہ سنزر خیل کاکڑ کی میرزئی شاخ سے ہیں۔ قلعہ سیف اللہ ضلع ژوب کے دشت مرغہ میں ان کا مزار ہے۔

۴٥

## بی‌بی ستی

کوئٹہ شہر کے کاسی قبرستان میں ان کا مقبرہ ہے۔

۴١

## بی‌بی نازو

ان کا مزار چوبان میں اس مقام پر ہے جہاں غسل دیا گیا۔ آپ سیدہ تھیں۔ آپ کا تعلق مستونگ سے تھا۔ باولے کتوں کے کاٹے ہوئے جوق در جوق خانقاہ پر آتے ہیں۔

۴٢

## بیدار نیکہ

یہ تحصیل بوری ضلع لورالائی کے علاقہ لوڑہ‌لی کے گاؤں پینگہ میں دفن ہیں۔

۴٣

## پیر پنجہ

کوئٹہ سے سبّی جاتے ہوئے تینتیسویں میل پر ایک چٹان واقع ہے جو خنجک (شینے) کے درخت سے متصل ہے۔ اس چٹان کے ایک پتھر پر دو پاؤں کے نشان ہیں اور ایک پتھر میں سوراخ ہے جو نیزے کا بتاتے ہیں۔ ساتھ ہی گھوڑے کے سموں کے نشان بھی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ یہ پاؤں کے نشان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہیں۔ نیزہ اور گھوڑا بھی آن سے ہی متعلق تھا۔ براہوئی اپنی وقتاً فوقتاً نقل مکانی کے وقت اس یادگار پر جانوروں کی قربانی دیتے ہیں۔ دوسرے مزاروں کی طرح یہاں بھی مجاور موجود ہے۔

## ۴۴

## پہلوان بابا

پہلوان بابا شریعت کے پابند اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے۔ ریس کورس (ہُسدہ) کوئٹہ کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے، جہاں ان کی وفات پر ان کا مزار بنایا گیا۔ بے شمار لوگوں نے ان سے فیضان حاصل کیا۔ فرمایا کرتے تھے: ''ہمیشہ دوست (اللہ) سے مانگو جو دیتے ہوئے تھکتا نہیں۔''

پہلوان ان کا وصفی نام ہے۔ وہ اس طرح ہوا کہ ایک بار انھوں نے ایک بہت بڑی دیگ اٹھا لی تھی جس کی وجہ سے لوگ انہیں پہلوان کہنے لگے۔ ان کا انتقال ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہے۔

## ۴۵

## پیر بخاری

آپ سنجاوی سے پندرہ میل کے فاصلے پر پوئی کے مقام پر دفن ہیں۔ ونڑیچی آپ سے بڑی عقیدت رکھتے ہیں۔ روایت ہے کہ پوئی ندی کے پانی کو آپ نے دودھ میں تبدیل کر دیا تھا، جس کی وجہ پوری وادی 'پوئی (دودھ) کے نام سے موسوم ہو گئی۔

## ۴٦

## پیراک پیر

آپ مری قبیلے کے ولی ہیں ۔ سبتی تحصیل میں آپ کا مزار ہے ۔

## ۴٧

## پیر حسن

جب ندی نیابت لس بیلہ میں آپ کا مزار ہے ۔ ماہ اکتوبر میں یہاں میلہ لگتا ہے ۔ سندھ کے لوگ بھی شرکت کرنے یہاں آتے ہیں ۔

## ۴٨

## پیر گدر

مزار گدر لس بیلہ میں ہے۔ ہر سال جمادی الثانی کے مہینے میں عرس ہوتا ہے۔

## ۴٩

## پیر میران

آپ ویندر لس بیلہ میں دفن ہیں۔ ہر سال جمادی الثانی میں یہاں میلہ لگتا ہے۔

## ۵۰
## حضرت پھل چوٹو

آپ کے حالات زندگی صوفیا کے تذکروں میں مندرج نہیں ۔ آپ حضرت شیخ حسین رحمتہ اللہ علیہ کے جلیل القدر ، صاحب کشف و کرامات فرزند عالی مرتبت تھے ۔ آپ کا مزار لوڑی بھٹ میں ہے ۔

ایک انگریز سیاح جو نوشکی سے گزرا تھا ، کی روایت ہے کہ حضرت پھل چوٹو کے دور میں ایک دیو قامت "گاو کوہ" (پہاڑی بیل) چاغی کے علاقے میں گھس آیا ۔ وہ انسانوں کو جان سے مار دیتا تھا ۔ آپ مطلع ہوئے تو آپ نے اپنے والد محترم سے گاو کوہ سے مقابلہ کرنے کی اجازت اور تقسیم جائیداد چاہی ۔ اجازت ملنے پر آپ نے بسم اللہ الرحمان الرحیم پڑھ کر پہاڑ کا ایک حصہ اٹھایا اور لوڑی بھٹ کے نواحی علاقے میں پہنچے۔ وہاں وہ پہاڑی بیل آپ کو گھومتا دکھائی دیا ۔ آپ نے اسے للکرا ۔ بیل نے مڑ کر دیکھا تو وہیں پتھر کا مجسمہ بن کر رہ گیا اور اب تک وہیں موجود ہے ۔ اس کی دم اور سینگ بھی اب تک سلامت ہیں ۔ اس بیل نے تقریباً دو فرلانگ زمین گھیر رکھی ہے ۔ نزدیک سے دیکھیں تو پتھر کی چٹان ہے مگر دور سے یہ بیل ہی دکھائی دیتا ہے ۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ علاقہ ڈاک نوشکی کے بے برگ و گیا ہونے کا سبب اس بیل کا وہاں سے گزر ہے ۔

آپ کے مزار کے پاس ایک پہاڑ کے غار سے پانی ٹپک ٹپک کر جمع ہوتا ہے جسے کونڈی کہتے ہیں ۔ جمع ہونے والی جگہ میں یہ پانی سرخی مائل ہے مگر برتن یا ہتھیلی میں لیں تو بالکل صاف شفاف دکھائی دیتا ہے ۔

## ۵۱
## یاد یارن نیکہ

ژوب کے علاقہ مرغیل کے ایک مقام حسن خیل شیرانی کی ایک بڑی ندی کے درمیان آپ کا مزار ہے ۔ اس کے دونوں جانب سے پانی بہتا ہے۔ آپ کی خانقاہ تا حال محفوظ ہے ۔

## ۵۲

## پایو نیکہ

آپ کا مزار مرغہ فقیر زئی ضلع ژوب کے قریب گاؤں سرہ غوڑگہ میں ہے۔ آپ شہباز زئی فقیر زئی سنزر خیل کاکڑ ہیں۔

## ۵۳

## پلوا نیکہ

آپ ضلع ژوب کے علاقہ شیرانی کے گاؤں مغل کوٹ میں دفن ہیں۔

## ۵۴

## پیر پلی والا

علی جان سالا رانی تحصیل بارکھان میں آپ کا مزار ہے۔

## ۵۵

## پیر نوھن

مقبرہ منگور میں ہے۔ نام رب دینا اور قوم نوہانی بلوچ ہے۔ ذوالحج میں مزار پر میلہ لگتا ہے۔

## ۵۶

## پیر منگلو والا

آپ کا مزار آچھری تحصیل بارکھان ضلع لورالائی میں ہے۔

## ۵۷

# حضرت میاں تاج محمد

آپ حضرت میاں محمد حسن کے چھوٹے بیٹے تھے - ۱۲۴۷ھ/۱۸۳۱ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں جب ابھی رسالہ 'نام حق' پڑھتے تھے ، ایک روز اونٹ پر سوار ہوئے اور اس کو دوڑانے لگے ۔ اس اثنا میں آپ کے والد بزرگوار کی نظر آپ پر پڑی ، تنبیہ کی اور فرمایا ''پی نہ ماری 'تھی 'پٹ تیر انداز'' - بعد میں مشورہ کرکے آپ کو علم دین کے حصول کے لیے کنڈہ بھیج دیا - وہاں بارہ سال رہے - علم دین کو شوق اور محنت سے حاصل کیا - کنڈہ شہر میں قیام کے دوران آپ کے سارے اخراجات نائب محمد حسن اور نائب محمد امین جو میاں صاحب کلاں کے مرید تھے ، کے ذمے تھے -

آپ علوم مروجہ درسیہ سے بہرہ ور ہو کر گھر لوٹے - چند سال تک انہماک اور اشتیاق کے ساتھ تدریس میں مصروف رہے - رات کے وقت اپنے والد محترم سے فیوض باطنی حاصل کرتے ہوئے تمام منازل فقر طے کیں - آپ زمینداری کے کام میں بھی خوب دلچسپی لیتے تھے -

آپ نے تلاوت قرآن مجید ، درود اور دلائل الخیرات کا مطالعہ اپنا معمول بنائے رکھا - آپ منازل فقر اور مقامات سلوک میں اس قدر کامل تھے کہ آپ کے بڑے بھائی میاں غلام حیدر صاحب نے کئی دفعہ مریدان خاص کی محفل میں کہا تھا کہ میاں تاج محمد فقر کے درجات و مقامات میں مجھ سے پیش پیش ہیں - اسی لیے میاں غلام حیدر کی زندگی میں تمام سردار ، زمیندار اور عام مرید آپ کی اسی طرح تعظیم و تکریم کرتے تھے جیسے میاں غلام حیدر کے لیے ملحوظ رکھتے تھے - میاں غلام حیدر صاحب نے اپنی عمر کے آخری حصے میں اپنے کاروبار اور تمام امور آپ کے سپرد کر دیے تھے -

آپ کی وفات کے بعد ایک دن میر عبدالکریم خاں رئیسانی تعزیت کے لیے کنبار شریف پہنچا - دعا اور فاتحہ کے لیے خانقاہ میں گیا - آپ کی تربت سے ذکر اور 'ہو' کی آواز چند دفعہ آئی - تربت جنبش میں آئی اور سب لوگوں پر وجد و مستی کی حالت طاری ہو گئی -

ایک بار آپ بعض مریدوں کی دعوت پر بھاگ تشریف لے گئے۔ وہاں مفتی ملا احمد نے ایک فتنہ پرداز شخص محمد حیات لوہار کو سکھایا کہ جاؤ میاں صاحب سے تلقین و ارشاد حاصل کرو۔ ایک ہی توجہ سے کشف الصبور اور کشف القلوب کے حصول کی درخواست کرنا۔

محمد حیات، میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ مجھے مرید کر لیجئے اور ایسی توجہ فرمائیے کہ ایک ہی دفعہ کشف الصبور اور کشف القلوب حاصل کرلوں۔

آپ کو یہ بات سخت ناگوار گزری۔ فرمایا کہ ان مراتب کو اپنے سکھانے والے سے سیکھو اور یہاں سے چلے جاؤ۔

اللہ کی قدرت دیکھئے وہ شخص تھوڑے عرصہ میں مجنون اور مسلوب العقل ہو گیا۔ پھٹے کپڑوں کے ساتھ کبھی ادھر کبھی ادھر مارا مارا پھرتا تھا۔

صاحبزادہ مولوی محمد حسن فرماتے تھے کہ وہ شخص مجھے کئی بار ملا اور کہتا تھا کہ تمہارے والد بزرگوار کی بد دعا سے در بدر اور خاک بسر ہوا ہوں۔

ایک بار آپ ہمایوں تشریف لے گئے۔ وہاں چند روز قیام فرمایا۔ عید سعید کا دن تھا، محفل آرائی ہوئی۔ گفتگو کے دوران حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی کا ذکر آیا۔ مولانا ہمایونی نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب کی مجلس میں قوالی ہو رہی تھی۔ قوالوں نے جب یہ شعر پڑھا:

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زمان از غیب جان دیگر است

تو خواجہ صاحب کی حالت متغیر ہو گئی۔ پہلے مصرعہ پر ان کی روح بدن سے نکل جاتی تھی اور دوسرے پر واپس آجاتی تھی۔ قوالوں نے جتنی دفعہ یہ شعر پڑھا، اتنی ہی دفعہ یہ حالت رونما ہوئی۔

اس گفتگو سے میاں تاج محمد پر اس قدر شدید حالت وجد طاری ہوئی کہ وہ چارپائی سے نیچے گر پڑے اور یہ کیفیت دیر تک رہی۔ حتیٰ کہ

مولانا بدایونی کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ مبادا آپ کی روح ہی پرواز کر جائے اور وہ وہاں سے اٹھ کر چلے گئے -

دوسری مرتبہ کنبار شریف میں مولوی میاں محمد ہاشم اور میاں جی علی شیر آپ کی مجلس میں موجود تھے - حضرت سلطان العارفین سلطان باہو کے ملفوظات کا ذکر ہو رہا تھا - کسی نے کہا کہ آپ نے اپنی کتاب 'شمس العارفین' میں لکھا ہے کہ چوتھے آسمان پر ایک دروازہ ہے ، اس پر چار فرشتے متعین ہیں جن کی شکل شیر کی سی ہے - دو دروازے کے ایک طرف اور دو دوسری جانب اپنے ہاتھوں میں ننگی تلواریں لیے کھڑے ہیں - جب سالک وہاں پہنچتا ہے تو فرشتے اس سے کہتے ہیں کہ اگر عاشق صادق ہو تو اپنا سر اس مقتل پر رکھو - اور یہی مقام فنا فی اللہ ہے -

اس گفتگو کے دوران میاں تاج محمد صاحب پر وجد و مستی کی حالت وارد ہو گئی اور چارپائی سے نیچے گر پڑے - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا روح بدن سے پرواز کر گئی ہے - ایک گھنٹے کے بعد ہوش میں آئے -

گھر آئے تو آپ کے فرزند ارجمند مولوی محمد حسن نے وجد و مستی کا حال پوچھا تو کہنے لگے کہ یہ مقام بفضل اللہ تبارک و تعالیٰ مجھے والد بزرگوار مرحوم و مغفور میاں محمد حسن کی زندگی ہی میں حاصل تھا مگر خوف کے مارے یہ خیال ذہن میں نہیں آنے دیتا تھا کہ مبادا طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے -

آپ نے بخار و اسہال کے عارضے سے سہ شنبہ ۷ ماہ صفرالمظفر (۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء) کو وفات پائی - کہتے ہیں کہ صبح کے وقت جبکہ آپ کی وفات کی گھڑی قریب تھی ، آپ کے چہرے اور سینہ پر نورانی کرنیں نمودار ہوئی تھیں اور تمام بال ذکر کے لیے متحرک ہو گئے تھے -

وقت وفات زمین میں زلزلہ پیدا ہوا تھا اور مسجد کے قریب اس حجرے کی ایک دیوار بھی گر پڑی تھی جس میں بیٹھ کر آپ چلہ کشی کیا کرتے تھے-

مولوی بہاءالدین نے جو قطعۂ تاریخ وفات کہا تھا ، اس کا پہلا اور

آخری دو شعر یہ ہیں :

شہ ممالک عرفان مہ مدارج وجد
بنام تاج محمد دلیل راہ حقیق
قدم نہاد بجنت غریق رحمت حق
زدست ساقی کوثر کشیدہ جام رحیق
غریق رحمت حق دید چوں سروش او را
سن وصال بحقش بگفت نیز ''غریق''
۱۳۱۰ھ

پیر میاں صدرالدین شاہ جیلانی نے فرمایا تھا :

جناب تاج محمد ازیں جہاں فانی
رواں بسوی بقا با دل منور شد
چویافت روشنی از مقدمش بہشت بریں
از آں سبب ''بچراغ جناں'' مقرر شد
۱۳۱۰ھ

میاں تاج محمد نے اپنی قوم کے میاں محمد عالم ساکن گھوٹکی کی دختر سے پہلی شادی کی تھی ، جس کے بطن سے صاحبزادہ مولوی میاں محمد حسن اور میاں محمد پناہ پیدا ہوئے - دوسری شادی اپنے عم زادہ میاں غلام محمد کی لڑکی سے کی ، جس کے بطن سے میاں محمد شریف پیدا ہوئے -

## ۵۸
## تور تارہ ڑان

یہ چھ بھائی ہیں جو شاید تارڑ قبیلے سے ہیں - ان کے مزارات کلی نو حصار کی ایک مسجد میں ہیں -

## ۵۹
## تور لال خان

ان کے والد کا نام کرہ باغ ہے - آپ کاکا زئی سید ہیں - ان کا مقبرہ تحصیل پشین کے حرم زئی گاؤں میں ہے -

## ٦٥

## تنز حیدر پیر

آپ کا مزار کلی شیرین تحصیل سنجاوی ضلع لورالائی میں ہے -

## ٦١

## تور ناصر

تور ناصر شاید آپ کا نام نہیں بلکہ آپ ناصر قوم کی تور شاخ سے مناسبت کی بنا پر اس نام سے مشہور ہوئے ہیں - آپ کا مزار کوئٹہ تحصیل کے مقام شیخ مانده میں ہے -

## ٦٢

## تور نیکه

آپ بندو باغ کے اطراف و اکناف میں کہیں دفن ہیں - اسی نام کا ایک مزار کلی درگئی تحصیل بوری ضلع لورالائی میں بھی ہے - محمد اسماعیل سائل روایت کرتے ہیں کہ ان کا تعلق گالزئی کدے زئی سنزرخیل کاکڑ سے ہے - درگئی کے قریبی پہاڑ کے دامن میں موجود تور مسجد انھی کے نام سے موسوم ہے -

## ٦٣

## تیار غازی

آپ کا اصلی نام اسرائیل الدین تھا - ۲۰۰ سال پہلے آپ اوچ شریف سے بھاگ نیابت تشریف لائے تھے - لفظ ''تیار'' چونکہ ہر وقت آپ کی زبان پر رہتا تھا اس لیے تیار غازی کہلائے -

## ٦٤

## تارو شیخ

آپ کا مزار مرغزان وادی تحصیل مسلم باغ ضلع ژوب میں ہے ۔ سرگڑ قوم آپ کا بےحد احترام کرتی ہے ۔

## ٦٥

## ترین نیکہ ملا

آپ کدے زئی سنزرخیل کاکڑ ہیں ۔ مزار اورالائی سے آٹھ میل کے فاصلے پر مشرق کی جانب درگی گاؤں میں ہے ۔

## ٦٦

## تماز نیکہ

کبزئی سنزرخیل کاکڑ ہیں ۔ بڑد گاؤں تحصیل بوری ضلع لورالائی میں دفن ہیں ۔

## ٦٧

## حضرت شیخ تقی

آپ شیخ دبوار کے گھرانے سے ہیں اور علی زئی درانی ہیں ۔ مقامی لوگ آپ کو شیخ تغئے کے نام سے یاد کرتے ہیں ۔ کلی شیخان (مستونگ) میں آپ کا مزار ہے ۔ آپ کی شخصیت بڑی پر جلال تھی ۔

دو صدی قبل کی روایت ہے کہ آپ کسی بزرگ سے مصروف گفتگو تھے کہ اچانک کسی بات پر آپ برانگیختہ ہو گئے ۔ قریب ہی ایک دیوار تھی اس پر سوار ہو کر اسے چلنے کا حکم دیا ۔ دیوار چلنے لگی ، چلتے چلتے ایک بڑا سانپ سامنے آیا ۔ آپ نے اسے بھی اٹھا لیا ۔ صبح کو کھیتوں کی طرف جانے والے کسانوں نے ایک بزرگ کو چلتی دیوار پر سوار اور ہاتھ میں سانپ پکڑے دیکھا تو گھبرا گئے ۔ دہشت کے عالم میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر رکنے کی درخواست کی چنانچہ آپ رک گئے ۔ وہ دیوار آج تک آپ کے مزار کے احاطے میں کھڑی ہے ۔ جس جگہ سے آپ نے سانپ اٹھایا تھا ، وہاں بھی لوگوں نے پتھر رکھ دیے ہیں تا کہ اس مقدس مقام کی بے حرمتی نہ ہو ۔

۱۹۳۵ء کے قیامت خیز زلزلے میں آپ کا مزار منہدم ہو گیا ۔ مگر یہ دیوار سلامت رہی اور اس دیوار میں وہ سانپ ابھی تک رہتا ہے ۔ مگر کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا ۔ صرف اس وقت نکلتا ہے جب کوئی زائر مزار کے احاطے میں کوئی وظیفہ پڑھتا ہے ۔ اس زائر کے ارد گرد گھوم کر واپس اپنے بل میں چلا جاتا ہے ۔

روایت ہے کہ جہاں آپ وضو کرتے تھے وہاں جنگلی بسنے کا پودا اگ آیا تھا اور آج تقریباً دو صدیوں کے بعد بھی وہ ہرا بھرا ہے ۔ ایک اور روایت ہے کہ ۳۰ مئی ۱۹۳۵ء کی رات کو عشا کی نماز کے بعد اسی درخت کے نیچے ایک سفید ریش بزرگ نے دو تین بار زور زور سے کہا کہ "لوگو ہوشیار رہنا ، آج کی رات خطرناک ہے ، اندر نہ سونا بلکہ صحن میں سونا" ۔ کچھ لوگوں نے اس پر عمل کیا اور کچھ لوگ سردی کے خوف سے اندر ہی لیٹے رہے ۔ تین بجکر تیس منٹ پر زلزلہ آیا ۔ صبح لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وقت سے پہلے خطرے سے آگاہ کرنے والے بزرگ شیخ تقی ہی تھے ۔

دیوار پر سواری کے وقت جہاں آپ رکے ، وہاں لوگوں نے پوچھا کہ یہ کون سا گاؤں ہے ۔ آپ نے جواب دیا کہ یہ شیخ کا گاؤں ہے ۔ اسی وقت سے اس گاؤں کا نام کلی شیخاں ہے ۔ یہیں آپ کا مرقد بھی ہے ۔

## ۶۸

# (ملا) جان محمد کاکڑ

ملا جان محمد کاکڑ ضلع ژوب کے رہنے والے تھے - شاہ شجاع کے زمانے میں یہ قادرالکلام صوفی شاعر تحصیلِ علم کی خاطر بنوں صوبہ سرحد گئے تھے اور وہاں انھوں نے حضرت میاں محمد عمر چمکنی کی مریدی اختیار کی تھی - اس کا ذکر انھوں نے اپنے اس قلمی دیوان میں کیا ہے جو حافظ خان محمد کے کتب خانہ میں تھا - وہ خود لکھتے ہیں :-

تحت بعون اللہ تعالیٰ فی یوم الخمیس وقت ضحیٰ من ید جان محمد نسخہ ھذا ۱۲۱۵ھ ق فی شہر ربیع الاول فی فصل نوروز تصنیف و کتابت از دست جان محمد شفاعت خواہ محمد و تعالیٰ احد در زمانہ شاہ شجاع در جماعت اخوند زادہ شیر محمد اوستاد نادر ملک بنوں ایام طالب علمی شاگرد او بودم در آں جا حضرت شیخ سلیمان سنکڑے مناد مذہب من حنفی و از نسل کاکڑ و ملک من ژوب -

۱۲۱۴ھ/۱۷۹۹ء میں انھوں نے اپنی غزلیات کا مجموعہ ''حلیدین'' کے نام ردیف وار مرتب کیا تھا - ملا جان محمد کے اس ۳۵۸ صفحات اور تقریباً چار ہزار اشعار پر مشتمل قلمی دیوان کی ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے :-

ابتدا و انتہا دیٔ رب زما
آفرین دھر پیدا دیٔ رب زما

ترجمہ :- ابتدا و انتہا میرے رب کے لیے ہے ، ہر شے کی آفرینش میرے خدا نے کی ہے -

''حلیدین'' ابھی تک دیکھنے میں نہیں آیا البتہ اس مجموعے کے بارے میں خود انھوں نے ۱۲۱۵ھ کے دیوان میں یہ اشعار کہے ہیں -

ماچہ دا دیوان تصنیف بعون اللہ کہ
یو لیا بل پہ حلیدین دیٔ مسما
حلیدین پہ یو کال بس وو تردا وړاندی
پہ تاریخ د فیرنگیٹانو و غزا

ترجمہ :- میں نے بعون اللہ یہ دیوان لکھا - اس کے علاوہ میرا ایک اور دیوان بھی ہے جو حلیدین سے مسمی ہے - حلیدین انگریزوں سے جہاد کے دوران اس تصنیف سے ایک سال قبل مرتب ہوا -

گمان اغلب ہے کہ وہ تحصیل علم کے بعد اپنے مرشد کے نظریات اور تعلیمات کی تبلیغ کے لیے واپس ژوب آ گئے ہوں گے - بلوچستان میں ان قلمی نسخوں کا وجود اس گمان کی بین دلیل ہے -

## ۶۹

## جان محمد ملا

سمل زیٔ حمزہ زیٔ سنزر خیل کاکڑ ہیں - شرن حمزہ زیٔ میں اورالائی سے ۱۷ میل کے فاصلے پر دفن ہیں -

## ۷۵

## جلال خاک

آپ کا مقبرہ لاجور گستان میں ہے -

## ۷۱

## جلال نیکہ

آپ کا تعلق ترل قبیلے سے ہے - مسلم باغ تحصیل ، ضلع ژوب کے نجیر گاؤں کے قریب آپ دفن ہیں -

۷۲

## جلیل نیکہ

تحصیل پشین کی کلی حیدر زئی کے قریب مشرق کی جانب ، سڑک کے کنارے آپ کا مزار ہے ۔ آپ سید ہیں ۔

۷۳

## جنگل پیر

نرمک میں بندگل کے قریب جنوب میں آپ کا مقبرہ ہے ۔ کچھی کے کھیری خاندان میں سے ہیں ۔ شورن کے نزدیک بھاتاری ہفت ولیوں میں سے ہیں ۔

۷۴

## جواند پیر

مہربان سنھان تحصیل بارکھان ضلع لورا لائی میں آپ کا مزار ہے ۔

۷۵

## جہاندا جوگیزئی

آپ کا مقبرہ واڑ ضلع ژوب میں ہے ۔

۷۶

## جنگی نیکہ

کلی اوریاگی تحصیل بوری ضلع لورا لائی میں آپ کا مزار ہے ۔

۷۷

## جمعہ نانا

لورالائی فورٹ سنڈیمن روڈ پر تقریباً ۳۵ میل کے مقام پر برڈ کڑم گاؤں میں دفن ہیں ۔ آپ سلار زئی حمزہ زئی سنزر خیل کاکڑ قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں ۔

۷۸

## چتر پیر

بگٹی قبیلے کے اس محترم پیر کا مزار دریائے چتر کے شمال میں اس مقام پر واقع ہے جہاں سبز پودوں اور کاسنی پھولوں کی رنگ آمیزی عجیب بہار دکھاتی ہے ۔ وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ پیر کا نام دریا کی وجہ سے مشہور ہوا ہے یا یہ ایک لقب ہے ۔

بگٹیوں میں یہ بات مشہور ہے کہ ایک مرتبہ پیر صاحب اپنے دو رشتہ داروں کے ہمراہ پانی ساتھ لیے بغیر سفر کر رہے تھے ۔ راستے میں وہ بھوک اور پیاس سے جاں باب ہو گئے ۔ جس پر پیر چتر نے اللہ سے رہنمائی

اور مدد کی دعا مانگی ۔ اُن سے وعدہ کیا گیا کہ اگر وہ اپنی جان کی قربانی دیں تو اُن کے رشتہ دار بچا لیے جائیں گے ۔ ساتھ ہی اُن کو پہلے قسم کھانی ہوگی کہ اُن کا خاندان وہاں آباد ہوگا اور وہ کبھی منشّی اشیاء وادی میں اُگانے کی اجازت نہیں دیں گے ۔ اُن لوگوں نے حلفیہ اقرار کیا اور پیر چتر نے اپنی جان کے بدلے اُن کو دریائے چتر کی شکل میں پانی دیا ۔ پیر صاحب نے جان دے دی اور پانی اُبل کر پتھروں سے ہوتا ہوا ایک دھارے کی صورت میں پھوٹ بہا۔

مزار کو ایک فرحت بخش نخلستان کہیں تو زیادہ مناسب ہوگا ۔ ڈھلوان کناروں کے درمیان دریا عجیب پُر سحر انداز میں کہن سال درختوں کے زمین بوس تنوں سے اٹکھیلیاں کرتا ہوا مزار تک پہنچتا ہے ۔

قبر سفید پتھروں کی ایک چھوٹی سی دیوار سے گھری ہوئی ہے ۔ مزار کے اوپر شاخوں سے سفید کپڑے اور چند گھنٹیاں بندھی ہوئی ہیں ۔ گھنٹیوں کی آواز آئے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے پیر چتر ابھی قبر سے باہر آ جائیں گے ۔

## ۷۹

# چریک پیر

ملک قمبر یا پیر چریک کا مزار ایری کلاگ (خاران) میں واقع ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ جب یہ بزرگ نماز پڑھ رہے تھے تو اچانک منگولوں نے ان پر حملہ کیا اور ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا ۔ جو درۂ کلاگ کے دروازے پر گر پڑا ۔ اُن کا جسم اس جگہ لے جایا گیا جہاں اب اُن کا مزار واقع ہے ۔ اس پیر سے عقیدت و احترام کا یہ حال ہے کہ صرف پڑوس کے علاقوں کے رہنے والوں کو مزار پر رات گزارنے کی اجازت دی جاتی ہے ۔

اس سلسلۂ کوہ میں کئی دوسرے مزار موجود ہیں جن میں ''لنگر ملک'' راس کوہ چوٹی کے سرے پر واقع ہے ۔ ''لنگر چلیتن'' لس کا لاگ میں، ''در ملک'' در ملک دھک کی چوٹی پر ۔ ''پیر بیجی'' ٹاٹا گر درے کے

قریب ۔ ''ملک راسانی'' راسانی دریا کے نزدیک ۔ ''شہئی شادی'' جلوار درے میں ۔ ''ملک عبیدار'' عبیدار ندی کے قریب ۔ ''ملک کانیان'' کانیاں دریا کے متصل اور ''ملک سرینندہ'' اسی نام کے راس میں واقع ہیں ۔ یہ تمام لوگوں کی زیارت گاہیں ہیں ۔ بکریاں بھیڑیں وغیرہ نذرانے کے طور پر پیش کی جاتی ہیں ۔

## ۸۵

# چلتن بابا

چلتن بابا کے حالات زندگی یکسر مفقود ہیں ۔ ہزاروں قبائلی ہر سال منت مانتے ہیں اور چلتن بابا کی خانقاہ کی زیارت کے لیے آتے ہیں اور خیرات کرکے حصول مراد کے لیے دعا کرتے ہیں ۔ آپ کی خانقاہ چلتن پہاڑ میں اور مزار کوئٹہ چھاؤنی میں ہے ۔

روایت ہے کہ چلتن کا آتش فشاں پہاڑ وقتاً فوقتاً بھڑک کر ادھر ادھر پھیل گیا ۔ جب یہ سالم تھا تو اس کے طرزین خوب شاداب اور زرخیز تھے ۔ اس علاقے میں ایک درویش بھی رہتا تھا ۔ ایک رات اسے کشف کے ذریعے معلوم ہوا کہ اس شہر پر آفت نازل ہونے والی ہے ۔ وہ اپنے خاندان کے چالیس افراد کو لے کر اس پہاڑ کی طرف چلا گیا ۔ جب یہ بات عام ہوئی تو حاکم کو غصہ آیا اور اس درویش کو واپس لانے کا حکم صادر کیا ۔ درویش کو پتہ چلا تو اس نے اپنے تمام ساتھیوں کو اپنی چادر میں ڈال دیا اور پیٹھ پر اٹھا کر چل دیا ۔ جب سپاہیوں نے اسے گھیرے میں لے کر استفسار کیا تو درویش نے کہا کہ میں اکیلا ہوں ، میرے ساتھ اور کوئی نہیں ۔ سارا پہاڑ چھان مارا ، کوئی دوسرا فرد نہ ملا ۔ درویش کی ولایت کا ان کو علم تھا ہی ، کہا کہ چادر میں آپ نے آدمی چھپائے ہیں ۔ درویش نے ایک غار کے سامنے بیٹھ کر چادر پھیلا دی ۔ اس میں تربوز تھے ۔ درویش نے وہ سارے تربوز غار میں پھینک دئے اور خود بھی غار میں روپوش ہو گیا ۔ بادشاہ کی فوج ناکام لوٹی ۔ شہر پر آفت نازل ہوئی ۔ بادشاہ بھی اس کا شکار ہوا ، لیکن درویش آج بھی اپنے خاندان کے چالیس افراد سمیت اسی پہاڑ میں موجود ہے ۔ اسی لئے اسکا نام چھل تن (چلتن) پڑ گیا ۔

## ۸۱

## چٹان پیر

قلات کے مقامی سید ہیں اور یہیں دفن ہیں ، جس مقام پر آپ نے اپنی کرامت سے چشمہ جاری کیا تھا ۔ وہ آج بھی چشمہ کہلاتا ہے ۔

## ۸۲

## چنجن نیکہ

لورالائی سے سپیرہ راغہ روڈ پر ۵۰ میل کے مقام پر چنجن نامی گاؤں میں آپ کا مزار ہے ۔

## ۸۳

## چو خوڑ دین نیکہ

لورالائی شہر سے ۱۱ میل مشرق کی جانب ذلی گاؤں کے قریب شبو زئی میں مدفون ہیں ۔ آپ سنزرخیل کاکڑ کی مشہور شاخ کدے زئی سے ہیں ۔ آپ کو پچ خوڑدی بھی کہتے ہیں ۔

## ۸۴

## چاند رام پیر

آپ کا مزار جھالاوان میں چھاٹی کے قریب چھاپار کے مقام پر ہے ۔

۸۵

## چار گل نیکه

آپ اللہ داد زئی سنزرخیل کا کڑ ہیں اور یاگی کای تحصیل بوری ضلع لورالائی میں آپ کا مقبرہ ہے۔

۸۶

## حاجی صاحب گٹ والے

آپ تحصیل ہندو باغ ضلع ژوب میں پیدا ہوئے۔ اوائل عمر میں یہیں رہے، مگر بعد میں کای شنہ خوڑہ چلے گئے۔ آپ خویداد زئی سنزرخیل کا کڑ تھے۔ آپ کا اصلی نام مولاداد تھا۔ آپ کی وفات ۱۹۶۷ء میں ہوئی اور شنہ خوڑہ میں آپ کو دفن کیا گیا۔

آپ کے بارے میں ایک پشتو گیت مشہور ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

ترجمہ: خزاں آگئی، بہار کے دن بیت گئے، بلبل نوحہ کناں ہیں،
وطن اور چمن خالی ہو گئے ہیں۔ خداوند عظیم و برتر کا
کیا حکم ہوا ہے؟

وہ (حاجی صاحب گٹ والے) ایک تو خلیفہ تھے، دوسرے
حاجی بھی، وہ حضرت ملاؒ کے مسلک پر چلنے والے
تھے، ظہر کے وقت بارہ بجے (کے بعد) انہوں نے اپنی
شیریں روح حوالے کر دی، اب اسے شنہ خوڑہ میں
دفن کیا، خداوند عظیم و برتر کا کیسا حکم ہوا ہے۔

## ۸۷

## حسن نیکہ

دبانہ سر روڈ پر علاقہ شیرانی میں اواڑہ سڑک کے قریب آپ کا مقبرہ ہے۔
حسن زئی چوبڑ خیل انہی کی اولاد سے ہیں۔

## ۸۸

## حسین باری

سارا وان میں چاکو کے قریب واروما میں دفن ہیں۔

## ۸۹

## حئی نیکہ

آپ زخپیل ہیں۔ مزار درازن تحصیل بوری لورالائی ضلع میں ہے۔

## ۹۰

## حاجی صاحب

آپ موہزئی حمزہ زئی سنزرخیل کاکڑ ہیں۔ زالار علاقہ تھل چٹیالی تحصیل
دکی ضلع لورالائی میں آپ کا مقبرہ ہے۔

## ۹۱

# حضرت حریف

شین غر کوئٹہ ڈویژن میں فورٹ سنڈیمن کا بہت مشہور علاقہ ہے - یہ فورٹ سنڈیمن شہر کے شمال مغربی حصے میں واقع ہے - اسے ایک ۳۲ میل لمبی سڑک کے ذریعے سے شہر سے ملایا گیا ہے جو اونچے اونچے پہاڑوں کی چٹانوں کے سینوں کو چیرتی ، دلکش ندی نالوں کو عبور کرتی اور زیتون ، خنجک اور چلغوزے کے گھنے جنگلوں سے ہوتی ہوئی گزرتی ہے -

یہاں کے معروف قبائل شیرانی اور حریف آل ہیں - مؤخرالذکر بخارا سے آ کر یہاں اقامت پذیر ہوئے ہیں - تاریخی اعتبار سے یہ علاقہ پہلے شیرانیوں کی جاگیر تھا - لیکن طوائف الملوکی کے باعث حالات دگرگوں ہو رہے تھے کہ قدرت نے ایک فرشتہ خصلت انسان **حریف** نامی کو یہاں بھجوایا - وہ بخارا سے افغانستان کے راستے اپنی آل و اولاد کے ہمراہ فقط ایک خچر لیے اس جگہ وارد ہوئے - یہ حضرت سید خانوادے کے فرد تھے - یاد الٰہی میں مگن رہنے کے سوا ان کا کوئی اور شغل نہ تھا - رفتہ رفتہ گرد و پیش کے لوگ ان کے زہد و تقویٰ سے متاثر ہوئے اور آپ کے مرید بن گئے - یوں ان لوگوں میں ذہنی و روحانی انقلاب برپا ہوا - لوٹ مار ، قتل و غارت اور باہمی آویزش کی جگہ الفت و اخوت اور اتحاد و تنظیم کا دور دورہ ہوا -

شیرانیوں کے بڑے بڑے سرداروں سے حضرت حریف کی اولاد کے رہنے سہنے کے لیے زمین کے بارے میں بات ہوئی - آخر یہ فیصلہ ہوا کہ وہ اپنے خچر پر بیٹھ کر ایک دن میں جتنا فاصلہ طے کر لیں اتنی ہی زمین انھیں بخش دی جائے - آپ نے خچر جیسی سست رفتار سواری پر سوار ہو کر اپنے قبیلے کے لیے راہ استوار کی - آج تک وہی زمین حریف آل کی جاگیر ہے - جو دو ہزار کے قریب گھروں پر مبنی آبادی کے رزق کی کفیل ہے -

# ۹۲

# شیخ حسن
# المعروف شیخ کٹہ متی زئی خلیل انصاری

شیخ کٹہ ابن شیخ یوسف ابن شیخ متی ابن عباس ابن عمر ابن خلیل ابن ابراهیم ابن شہاب الدین محمود ابن شمس الدین ابن خلیل ابن لقمان ابن خداداد ابن منصور ابن محمد ابن احمد ابن جابر ابن ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ۷۸۸ھ مطابق ۱۳۸۶ء کی عظیم شخصیت تھے ۔ وہ شعر و ادب ، تاریخ و عرفان کے بلند مراتب پر ہی متمکن نہ تھے بلکہ اپنے وقت کے روحانی و باطنی پیشوا اور غوث تھے ۔ حضرت خواجہ یحییٰ کبیر ، حضرت شیخ علی لواغوی اور خوشحال خان خٹک کے ہمعصر تھے ۔ شیخ کٹہ والشتان گئے تھے اور وہاں مقیم بھی رہے ۔ آپ نے ایک کتاب ''لرغونی پشتانہ'' لکھی تھی جس میں پشتون بزرگان و مشاہیر کا تذکرہ ہے ۔

شیخ کٹہ نے تین شادیاں کی تھیں ۔ پہلی بیوی بی‌بی زینو مغدرزئی سے شیخ سلطان اور شیخ ثابت پیدا ہوئے ، دوسری بیوی سے ملک باجی اور حاجی سلیمان اور تیسری بیوی سے شیخ محمود المعروف بہ شیخ ممی (جن کا نام تاریخ پشاور میں شیخ ملی لکھا گیا ہے ۔)

شیخ سلطان کے چار بیٹے تھے ۔ بڑے بیٹے شیخ میرداد وہ جلیل‌القدر بزرگ تھے ، جن کی اولاد پشین کے میرداد زئی کہلاتی ہے ، حضرت شیخ کٹہ کی سجادہ نشینی پہلے سلطان مابعد میرداد نے کی ۔

شیخ کٹہ کی والدہ محترمہ قوم زمند سے تھیں اور ان کا اسم گرامی بی‌بی مراد بختہ تھا ۔ ان کے والد بزرگوار شیخ یوسف اپنے والد شیخ متی کے گدی نشین تھے ۔ شیخ کٹہ کے دو سگے بھائی شیخ کاکا اور شیخ بابا تھے ۔ سوتیلے بھائیوں میں یعقوب ، الیاس ، اجو اور ابو سعید تھے ۔ شیخ کٹہ کے دادا شیخ متی (شیخ محمود) قلات بابا کے نام سے معروف تھے جن کا مزار قلات غلزائی کی اونچی پہاڑی پر زیارت گاہ خاص و عام ہے ۔ آپ سلسلہ عالیہ سہروردیہ میں شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے خلیفہ تھے ۔ عالم و عارف اور پشتو زبان کے ادیب اور مورخ تھے ۔

## ۹۳

# پیر حیدر شاہ

آپ مریوں کے ایک مشہور پیر ہیں - آپ کا مزار عین کاہان کے باہر ہے - کہتے ہیں کہ ان کے مرقد کی خاک ہیضے کے لیے اکسیر کا حکم رکھتی ہے اور اگر یہ کسی کے پاس ہو تو وہ ہیضے سے محفوظ رہتا ہے - یہاں سلویا اے۔ میتھسن کے بیان کا حوالہ دینا بے موقع نہ ہوگا - وہ اپنی کتاب میں یوں رقمطراز ہیں[1] ''کھانے کے بعد میں نے عین کاہان کے باہر ایک معروف مزار تک جانے کی درخواست کی - درحقیقت یہ میری خصوصی دلچسپی کا باعث اس پیر حیدر شاہ کا مقبرہ تھا جس سے ایک مشہور صوفی کے طور پر میرا تعارف کرایا گیا تھا - ہم نے ایک وسیع قبرستان میں کئی قبروں کے درمیان جو چکنے سفید پتھروں سے ڈھکی ہوئی تھیں ، اپنا راستہ تلاش کیا - ایک قبر جو باقی سب قبروں سے بڑی تھی ، سفید چادر سے پوری احتیاط کے ساتھ ڈھکی ہوئی تھی اور پتھروں نے اسے اپنی گرفت میں لے رکھا تھا - زمین پر شاخوں کے جھنڈ لگے ہوئے تھے - انھیں لہراتے ہوئے چیتھڑوں اور اونٹوں اور بھیڑوں کی گھنٹیوں سے سجایا گیا تھا - ایک بوڑھا آدمی جسے موتیا بند کا عارضہ تھا اور عورتوں کا سا سبز کوٹ پہنے ہوئے تھا ، مجھ سے ایک سردار کے طور پر متعارف کرایا گیا : ''قبر کا متولی - فقیر گزین مری'' - بہت سے نوجوان عزیز اور رشتہ دار چادریں سیدھی کرنے میں اس کی مدد کر رہے تھے۔ مٹر گشت کرتا ہوا ایک مقدس صورت شخص جو ایک کدو نما شے کشکول کے طور پر گلے میں لٹکائے ہوئے تھا ، اس ساری کارروائی کا نگران تھا - جب فقیر نے پتھر صاف کر لیے اور چادروں کی شکنیں دور کر دیں تو خیر بخش مری نے مجھے بتایا کہ کس طرح پیر حیدر شاہ تقریباً دو سو سال پہلے اپنی والدہ ، ایک طبلچی اور مغنی جو ہر وقت اُن کے پاس رہتا تھا ، کے ساتھ یہاں پہنچے - 'اُس وقت کاہان میں ہیضے کی وبا پھیلی ہوئی

---

۱ - ''دی ٹائیگر آف بلوچستان'' سلوایا اے - میتھسن ، لندن ۱۹٦۷ء

تھی۔ اس لیے میرے جد، سردار نے پیر حیدر شاہ سے پوچھا کہ کیا وہ ہیضے کے علاج میں مدد دے سکتے ہیں۔ پیر نے کہا میں ایسا ضرور کر سکتا ہوں مگر اپنی، اپنی والدہ اور طبلچی تینوں کی زندگیاں دے کر۔ بہرصورت اگر میں نے ایسا کیا تو سردار کو عہد کرنا ہوگا کہ اُس کے خاندان اور آئندہ نسلوں کے افراد اُن کی قبروں کی ہمیشہ دیکھ بھال کرتے رہیں گے۔ اُس وقت کوئی یقین کرنے کو تیار نہ تھا کہ پیر سچ مچ مر جائے گا۔ اس لیے انہوں نے فقیر کی شرط مان لی۔ اُسی رات وہ اور اُس کے دونوں ساتھی مر گئے۔ اُس وقت سے اُن کی قبروں کی دیکھ بھال میرے اجداد اور رشتہ داروں کے ذمے رہی ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ یہ فقیر گزین میرے ماموں ہیں۔ میں نے دوبارہ پرانے کپڑوں اور پھٹی پرانی پگڑی پہنے، جھکے ہوئے بوڑھے آدمی کو انتہائی قریب سے دیکھا۔ سردار نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اُس وقت سے پھر یہاں کوئی ہیضے میں مبتلا نہیں ہوا۔ جب مجھے سندھ یا کسی اور ایسی جگہ جانا پڑے جہاں کہ ہیضہ ہو سکتا ہو، میں ہمیشہ اس قبر کی تھوڑی سی مٹی اپنے بچاؤ کے لیے ضرور ساتھ لے جاتا ہوں۔ در حقیقت میں نے اب بھی تھوڑی سی مٹی قبر سے اُٹھائی ہے'۔

میں نے کسی حد تک شبہ ضرور کیا کہ آیا کسی بزرگ کے مزار سے مٹھی بھر خاک خیر بخش یا کسی اور کو کوئی ضرر پہنچنے سے بچا سکتی ہے۔ مگر یقیناً یہ عقیدہ کہ کسی مرد بزرگ کی قبر کی تھوڑی سی مٹی نگلنا آپ کو مختلف بیماریوں سے بچائے گا، پورے بلوچستان کے طول و عرض میں پھیلا ہوا ہے۔

تھوڑی دیر میں مری سردار نے ایک پگڑی اپنے کسی قبیلے والے سے مستعار لی اور پیر کے مزار کے پاس اپنے ماموں کے ساتھ تصویر کھنچوانے سے پہلے وہ گزوں سفید کپڑا اپنے بالوں کے گرد لپیٹ لیا۔

## ۹۴

## پیر حیدر نیکہ

تحصیل پشین ضلع کوئٹہ پشین میں بند خوشدل خاں سے تقریباً دو میل

دور آپ کی خانقاہ ہے ۔ آپ قادری سلسلے کے بزرگ ، جیّد عالم اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے ۔ آپ کا فیضان آج بھی جاری ہے ۔

## ۹۵

## حسین نیکہ

آپ مجن خیل فقیروں میں سے تھے ۔ مزار ژوب میں دریائے قندھار کے کنارے واقع ہے ۔ جس کے اوپر تقریباً بیس گز لمبا ، بارہ گز چوڑا اور تین گز اونچا جھونپڑا ہے ۔ اس کے نزدیک بہت سے اور مزار بھی ہیں ۔ اسی جگہ ایک کتا بھی دفن ہے جو آپ کا کتا تھا ۔ مقامی لوگوں کے بیان کے مطابق جب لوگ آپ سے ملنے آتے تھے تو یہ کتا بھونکتا تھا اور اس کے بھونکنے سے ان کی تعداد ظاہر ہوتی تھی یعنی ایک آدمی آتا تو وہ ایک بار بھونکتا اور دو آتے تو دو مرتبہ بھونکتا ۔

ایک دفعہ کتا تین بار بھونکا اور اسی کے مطابق تین آدمیوں کے لیے کھانا تیار کیا گیا ۔ لیکن آدمی چار نکلے ۔ اس پر آپ ناراض ہوئے اور اسے مار ڈالا ۔ بعد میں معلوم ہوا کہ چار مسافروں میں سے تین مسلمان تھے اور ایک ہندو ، جس نے فریب دہی کے لیے اپنے آپ کو آپ کا معتقد بنا لیا تھا ۔ چنانچہ آپ نے کتے کو دفن کر دیا ۔

دیگر پاوندوں کے علاوہ سلیمان خیل آپ کے مزار کی بڑی توقیر کرتے ہیں ۔ اس خاندان کے دوسرے لوگ قریباً پانچ میل کے فاصلے پر انضار میں مقیم ہیں اور باری باری مزار کے مجاور کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتے ہیں ۔ انھیں ۶۲ ایکڑ زمین ملی ہوئی ہے جس کا مالیہ معاف ہے ۔

مقامی آبادی میں ان کی چند کرامتیں مشہور ہیں مثلاً دیگ جس میں نذر کا گوشت پکایا جاتا ہے ، کبھی نہیں بھرتی یعنی گوشت جتنا بھی ہو اس میں پک سکتا ہے ۔

مزار پر چڑھانے کے لیے غلاف جو زائرین لاتے ہیں خواہ وہ کتنا لمبا کیوں نہ ہو مزار کو پورا نہیں ڈھانپ سکتا ۔ مگر اس وقت غلاف مزار کو پوری طرح ڈھانپ لیتا ہے جب کسی کی منت پوری ہو جاتی ہے ۔

## ۹۶

# حضرت شیخ حسین

آپ کے حسب نسب کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ۔ تذکرۂ خاران[1] کے حضرت شیخ حسین پنجاب کے باشندے ہیں اور وہیں ان کا مزار ہے جب کہ آپ کی تدفین نوشکی میں ہوئی ہے ۔ آپ کی شادی حضرت سید بلانوش کی صاحبزادی بی بی بسو سے حضرت شے حسن کی ناراضی کے باوجود ہوئی ۔ آپ کے تین فرزند تھے ، جن کے نام حضرت رمضان غائب ، حضرت پُھل چوٹو اور سید نور محمد شہید ہیں ۔

بلوچی زبان کے قصائد میں آپ کا جو تھوڑا بہت تذکرہ ملتا ہے ، ان سے اتنا ہی پتہ چلتا ہے کہ آپ درویش تھے اور ایک دن آپ نے حضرت سید بلانوش کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے آپ کو ریوڑ چرانے کی خدمت کے لیے پیش کیا ۔ سید بلا نوش نے انھیں اس کام پر مامور کر دیا ۔ ان دنوں علاقے میں قحط تھا ۔ چارے کا نشان تک نہ تھا بلکہ ریوڑ بھوک سے بیتاب ہو کر کیڑے مکوڑے کھا جاتے تھے ، جس سے دودھ کی رنگت سیاہی مائل ہو گئی تھی ۔ آپ مویشی چرانے لگے تو دودھ کا رنگ بھی معمول پر آنے لگا اور دودھ کی مقدار میں اضافہ بھی ہو گیا ۔ ایک دن حضرت بلا نوش نے ان کا تعاقب کیا ۔ دیکھا کہ انھوں نے اپنا عصا زمین پر پھینک دیا ، اور وہ پیاسی اور خشک زمین سبزہ زار بن گئی ۔ شام کو واپس آنے لگے تو عصا اٹھایا اور زمین پھر اپنے معمول پر آ گئی ۔ گھر پر حضرت سید بلا نوش نے ان سے کہا کہ آپ سے یہ کام لے

---

۱۔ حضرت شیخ حسین ، عبدالرحمن براہوئی (قلمی) بدہ ، کوئٹہ

کر میں خدا کو ناراض نہیں کر سکتا ۔ آپ ولی اللہ ہیں ، میں آپ سے اپنی صاحبزادی کی شادی کرنا چاہتا ہوں ۔ آپ نے قبول کیا اور چھ مہینے تک کی اجازت لے کر چلے گئے ۔ واپسی پر آپ کی شادی ہوئی اور چند خدام کے ساتھ آپ کو رخصت کر دیا گیا ۔

ان خدام سے کہا گیا کہ نوشکی میں ڈاک کے مقام پر پہنچ کر ان کو تنہا چھوڑ دینا اور مشکیزوں کا پانی گرا دینا ۔ ڈاک کے میدان سے جب ہمراہی لوٹے تو آپ استراحت فرمانے لگے ، خدام نے پانی پھینک دیا اور دور جا کر چھپ گئے تاکہ رد عمل دیکھیں ، بی بی صاحبہ رونے لگیں اور آپ کے آنسو حضرت کے چہرے پر گرے ۔ آپ کی آنکھ کھلی استفسار فرمایا ۔ بی بی نے کہا کہ ہم تنہا ہیں ، اس صحرا میں پانی تک نہیں ، جانور بھی واپس چلے گئے ہیں ، سامان کس چیز پر لے جایا جائے گا ۔ خدشہ ہے کہ ہماری موت بھوک اور پیاس کے سبب ہو گی ۔ آپ اسی وقت کھڑے ہوئے ، چادر پھیلا کر دعا کی ۔ بادل آئے اور اتنی بارش ہوئی کہ ہر طرف پانی ہی پانی تھا ۔ گڑھوں میں پانی جمع ہوا ، جن سے آپ نے مشکیزہ بھرا ۔ پھر دعا کی ، گورخر آئے ، ان پر سامان لاد کر پھر سفر شروع کیا ، اور جہاں قیام کیا وہیں آپ کا مزار مبارک ہے ۔ روایت ہے کہ اس پہاڑ سے آپ کی کرامت کی طفیل ایک چشمہ پیدا ہوا ۔

## ۹۷

## شیخ حسین

خاران کی پہاڑیاں سلسلہ راس کوہ میں شمار ہوتی ہیں اور یہ اپنے وسیع تر پیش منظر میں گار اور سیاہاں سلسلوں کا حصہ ہیں ۔ زیادہ تر انہیں بنجر اور غیر آباد ہی جانیے ۔ اور یہاں ذرائع کی بے حد قلت ہے ۔ سلسلہ راس کوہ کو حقیقتاً توبہ کاکڑی کے سلسلوں کی شاخ یعنی خواجہ عمران کے سلسلے کا پھیلاؤ کہا جا سکتا ہے ۔

راس کوہ کے جنوب مغربی کونے کی طرف آگے کو نکلتی ہوئی پہاڑی اور ندی کے شمالی سرے پر وہ جگہیں جنہیں مقامی طور پر ''بانگلی'' کہا جاتا ہے، اس ترشے تراشے خوبصورت ٹکڑے کا حصہ ہیں جو سلسلے کے مشرق کے طرف پھیلا ہوا ہے۔ علاقائی روایات کے مطابق اس ٹکڑے کو قدیم باشندے استعمال کیا کرتے تھے جس کا کام کچا لوہا پگھلانا ہوتا تھا جو آج بھی مشرقی اطراف میں عام ملتا ہے۔

گیدن ندی میں اور میدان کی طرف اس کے منبع سے ایک میل تک بڑے بڑے پتھر کے بندوں اور پلوں کے نشانات یہ بتاتے ہیں کہ گذرے زمانوں میں لوگ بارشوں اور سیلابی پانیوں کو باغات کی کاشت کے لیے استعمال کرنا جانتے تھے۔

جلوار درہ قدیم زمانوں میں انتہائی اہم حربی مقاصد کا مرکز رہا ہے۔ اور قبروں کے نشانات جگہ جگہ اس کے پتھر کی سلوں پر مل جاتے ہیں۔ تمام سلسلہ مزارات سے اٹا ہوا ہے اور خاران کے لوگوں کی نظر میں عظیم تقدس کا حامل ہے۔ ان میں سب سے زیادہ نامی گرامی شیخ حسین، پیربیک اور ملک قمبر ہیں۔

روایت کے مطابق وہ فقیر جنھوں نے شیخ حسین والی چوٹی کو اپنی رہائش کے لیے منتخب کیا، پنجاب کے ایک سید گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔

جب اس علاقے کو منگولوں نے فتح کیا تو ان کے سردار نے سید کو بلا بھیجا، انھوں نے جانے سے انکار کیا۔ سردار نے فوج کے ایک دستے کو انھیں لانے کے لیے روانہ کیا۔ سید کی دعاؤں سے ان میں آپس سے لڑائی ہو گئی، جس کی وجہ سے سید اور اس کے خاندان کو وہاں سے غائب ہو جانے کا موقع مل گیا۔

سید نے اپنی زندگی میں اس طرف کے ریگستانوں کو سبزہ زاروں میں بدل دیا اور اس طرح مال مویشی کو وافر مقدار میں چارا مہیا کرنے کا سامان کر دیا۔

۹۸

## حکیم

آپ کا نام محمد عبداللہ اور تخلص حکیم[1] تھا ۔ آپ عشق و عرفان میں ڈوبے ہوئے تھے ۔ کلام سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے ۔ کانڈل تحصیل ہری پور ضلع ہزارہ (حدود چھاؤنی ایبٹ آباد) میں رہتے تھے ۔ عرب ، حبش ، سوڈان ، یمن ، اور ہندوستان کی سیاحت کے بعد بلوچستان آ کر مستونگ میں مقیم ہوئے ۔

آپ نے حج بیت اللہ سے مشرف ہونے اور تین سال تک عرب میں رہنے کے بعد ایک رسالہ 'گلدستہ' حکیم' عرف 'سفر حجاز' لکھا جو ۸۴ صفحات پر مشتمل ہے اور اسے ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء میں شیخ الٰہی بخش و محمد جلال الدین تاجران کتب کشمیری بازار نے مطبع عزیزی لاہور سے طبع کرایا ۔ اس میں آپ لکھتے ہیں کہ میں سن بلوغت میں پہنچنے سے پہلے ہی روضۂ رسول کریم کی زیارت کا شوق رکھتا تھا ۔ جب زیارت سے بہرہ یاب ہوئے تو عمر سولہ سال کی تھی ۔

آپ طالب علمی کے زمانے میں نڑ ٹوپہ شہر میں جو چھچھ میں واقع ہے ، اپنے ایک ساتھی آزاد گل کے ساتھ کتاب زلیخا پڑھتے تھے ۔ دونو کند ذہن تھے ۔ استاد بھی تنگ آ گیا ۔ ایک روز دونوں نے سنا کہ اگر کوئی نماز عشاء کے بعد بلا ناغہ ہزار بار درود شریف پڑھے تو وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوگا ۔

ان دونوں نے اس پر عمل شروع کر دیا ۔ دن کو سبق میں مصروف رہتے رات کو سونے سے پیشتر وظیفہ کرتے ۔ آزاد گل فرشتہ سیرت ، شب خیز اور پرہیزگار تھا ۔ اسے حکیم سے الفت تھی ۔ ایک روز آپ نے کہا کہ تو کیوں اپنے گھر نہیں جاتا ، میرا وقت ضائع کرتا ہے ۔ مجھ سے دور ہو جا تاکہ میں اکیلا سبق یاد کروں ۔

آپ نے یہ باتیں دو تین بار آزاد گل سے کہیں ، اس نے پروا نہ کی ۔ آپ

---

۱۔ گلدستۂ حکیم ۔ ڈاکٹر عبداللہ خاں حکیم ۔ لاہور ۱۳۲۲ھ ص د ۹

نے غصے میں آ کر کہا کہ جاؤ۔ وہ نہ اٹھا تو آپ نے ایک لکڑی جو قریب پڑی تھی ، اس کے سر پر دے ماری ۔ خون بہہ نکلا ۔ آزاد گل نے کچھ نہ کہا ۔ اٹھا مسجد کے دروازے پر پہنچ کر توت کے پتے جلا کر راکھ زخم پر لگائی اور گھر چلا گیا ۔ گھر پہنچ کر والدین کو اصل بات نہ بتائی ۔ پھر آپ کے پاس آیا لیکن آپ نے توجہ نہ کی اور اس طرح چند دن خفگی کی حالت میں گزر گئے ۔

ایک رات آپ حسب معمول نماز عشاء کے بعد با وضو ہزار بار درود شریف پڑھ کر سو گئے ۔ اچانک اذان کی آواز کانوں میں آئی ۔ کسی نے کہا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اذان دے رہے ہیں ۔ آپ خواب میں اپنی جگہ سے اٹھے اور مسجد کے صحن میں چلے گئے ۔ رسول کریم صلعم نے اذان مکمل فرمائی اور پھر آہستہ آہستہ اسی جانب تشریف لائے جہاں آپ کھڑے تھے ۔ آپ نے دیکھا کہ پاس ہی آزاد گل موجود ہے ۔ اس وقت حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ و سلم کے دست مبارک میں دو سیب تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو دے دیئے اور دونوں کی آپس میں صلح کرا دی ۔ اسی حالت میں عبداللہ خاں حکیم نیند سے بیدار ہوئے ۔

صبح کا وقت قریب تھا ۔ آپ وضو کرکے درود میں مشغول ہو گئے ۔ اتنے میں مؤذن نے اذان دی ۔ آزاد گل بھی معمول کے خلاف وقت سے پہلے پہنچا ، وضو کرکے وظیفہ میں مصروف ہو گیا ۔ نماز کے بعد آپ مسجد کے کونے میں کتاب لے کر بیٹھ گئے ۔ ظاہراً نظر کتاب پر تھی لیکن دل رات کے خواب کے تصور میں محو تھا ۔ اسی اثنا میں آزاد گل آ گیا ۔ اس کا چہرہ روشن اور شگفتہ تھا ۔ کہنے لگا آج آپ بہت خوش معلوم ہوتے ہیں ۔ آپ نے کہا تم بھی تو آج مسرت سے چہک رہے ہو ۔ جواب دیا یہ تو آپ کا اثر ہے ۔ اسی دوران میں آپ کا خیال پھر رات کی واقعے میں کھو گیا ۔ جس پر آزاد گل نے سمجھا کہ آپ ابھی تک ناراض ہیں ۔ کہنے لگا آنحضرت صلعم نے رات ہماری صلح کرا دی تھی پھر ناراضی کا کیا سبب ہے ؟ آپ نے پوچھا کیسے ؟ آزاد گل نے سارا خواب بیان کیا ۔ دونوں کے خواب میں سرمو فرق نہ تھا ۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے ۔

اس پر دونوں اٹھے اور بغل گیر ہو گئے - بعد کی کیفیت کو حکیم کے الفاظ میں سنیے[1] - ''اے برادران من ، ازان روز حالت ما ہردو دگرگون شد و در کانون دل آتش عشق رسول کریم شعلہ زدن گرفت بعد ازان چند بار دگر ہم از دیدار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مشرف شدم و در خواب حج ہم کردم گویا از طرف خداوند کریم این بشارت بود کہ یک روز ترا بر درگاہ خود و بر دربار حبیب خود خواہم آورد''-

بعد ازاں آپ اور آزاد گل علیحدہ علیحدہ مقام پر چلے گئے - حتیٰ کہ ایک مدت کے بعد آپ مختلف مراحل طے کرکے ڈاکٹری کے عہدہ پر پہنچے - ان دنوں آپ کا جسم کام میں مشغول ہوتا تھا اور دل شب و روز حج اور زیارت روضۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاطر تڑپتا رہتا تھا - مولانا جامی کی وہ غزل ورد زبان رہتی جس کا مطلع اور مقطع یہ ہے :

کی بود یا رب کہ رو در یثرب و بطحا کنم
گہ بمکّہ منزل و گہ در مدینہ جا کنم
جامی از جام وصالت خورد چون یک جرعہ ای
تا بصحرائے قیامت خویش را شیدا کنم

انھی دنوں آپ نے یہ غزل کہی تھی[2]:

ای پیک پاکبازان بمدینہ گر در آئی
چہ شود کہ حال زارم بر مصطفیٰ نمائی
آشوب خون روان کن سوز دلم عیان کن
پیش نبی بیان کن درہ صورت گدائی
ای شاہ ہر دو عالم پرسان بکن ز حالم
از حد گذشت در دم جان رفت از جدائی
مردم من از فراقت مانده بتن نہ طاقت
جانم فدا زنامت کہ تو جان جان مائی
دردی دگر ندارم پیش حکیم آیم
ما را بس است جانان دیدار تو دوائی

---

۱ - گلدستۂ حکیم - ڈاکٹر عبداللہ حکیم - لاہور ۱۳۲۲ھ، ص ۵ ، ٦
۲- ایضاً ایضاً ص تا ۱۰

آپ ہر وقت بیت اللہ اور روضہ رسول اللہ صلعم کی زیارت کے شوق میں بیقرار رہتے ۔ حتی کہ حکومت نے آپ کو دو سال یا اس سے کچھ زیادہ مدت کے لیے عرب بھیجنے کے بارے میں استفسار کیا ۔ آپ ان دنوں شفاخانۂ سماسٹہ میں تعینات تھے ۔ آپ کو اور کیا چاہیے تھا ۔ فوراً تیار ہو کر روانہ ہو گئے ۔ وہاں تین سال تک مقیم رہے ۔ دو بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے ۔ آخر آب و دانہ کی کشش نے آپ کو مستونگ پہنچا دیا ۔ خود لکھتے ہیں، ''آخر کار کشش آب و دانہ مرا بمستونگ آور و درینجا خداوند کریم مرا دگر دولت نصیب کرد یعنی بیعت حضرت مولانا و مربی نا حضرت محمد صدیق صاحب نقشبندی کردہ ۔ اے اہل مستونگ بخت شما مبارک کہ دریائے فیض در شہر شما جاریست ۔ اگر شما از فیض این دریائے رحمت محروم بمانید پس قصور بخت شما خواہد بود''۔

آپ مولانا حضرت محمد صدیق صاحب نقشبندی کی صحبت سے خوب فیض یاب ہوئے ۔ آپ نے مستونگ اور مستونگ کے علاقے کے مکینوں کی بڑی خدمت کی ۔ لوگ آپ سے دینی اور دنیوی امور میں مستفیض ہوئے ۔ عام لوگوں کی بھلائی کے لیے آپ نے کنواں بھی کھدوایا جو آج تک آپ کے نام سے مشہور ہے ۔ آپ کو اپنے مرشد کامل سے جو قلبی اور روحانی تعلق تھا اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ کی ہر تصنیف میں حضرت محمد صدیق کا ذکر خیر ہے ۔

یہاں حضرت صاحب سے متعلق مزید چند شعر پیش کرتے ہیں تا کہ ان کی سوچ کے مختلف انداز سامنے آ جائیں ۔

بیا در خدمت پیرم اگر راہ خدا خواہی
سر خود را مپیچ از وی چو عشق مصطفیٰ ؐ خواہی[2]

بنار عشق او مس تن خود را گداز اول
ز اکسیر وجود پاک او گر کیمیا خواہی

مبارک نام او نام محمد ہر صدیق آمد
حکیم این پیشوا کافیست گر راہ خدا خواہی

---

۱۔ تذکرۂ حکیم ۔ ڈاکٹر عبداللہ خاں حکیم ۔ لاہور ۱۳۲۲ھ ص ۳۴،۴۴ ۔
۲۔ مخمس محمود نامہ ۔ ڈاکٹر عبداللہ خاں حکیم ۔ لاہور ۱۳۲۲ھ ، ص ۴۰

بوقت مصیبت رفیق شفیق
زہی خواجۂ ما محمد صدیق[1]

بہ تختی دل نقش اللہ نوشت
بدل تخم عشق خدا را بکشت

بستونگ دریای فیض خدا
روان ہست ہر دم بصبح و مسا

برو دامن آن شہ نقشبند
بگیری کہ از وی شوی ارجمند

ہمین غرض پیش تو دارد حکیم
برو بر درش باش دائم مقیم

---

واربان اے خدا بہ برکت شیخ
از بلائی ریا بہ برکت شیخ[2]

دل سیاہ شد ز دود فسق و فجور
عفو کن جرم ما بہ برکت شیخ

روی بعصیان روم ہر دم
باز دار ای خدا بہ برکت شیخ

نفس امارہ چونکہ دشمن ماست
واربان زو مرا بہ برکت شیخ

نقشبندم ز نقش خود رستم
باز دار از ریا بہ برکت شیخ

جرم و تقصیر ما ز حد بگذشت
بگزر از جرم ما بہ برکت شیخ

خواندہ ام نام تو غفور و رحیم
رحم کن ای خدا بحال حکیم

---

۱- گلشن حکیم - ڈاکٹر عبداللہ خاں حکیم - لاہور ۱۳۲۲ھ، ص ۲۵ تا ۲۷ -
۲- مناجات حکیم مع نعت رسول کریم - ڈاکٹر عبداللہ خاں حکیم - لاہور، ص ۴،۵
مراد از شیخ حضرت شیخ محمد صدیق نقشبندی ہے -

۹۹

# شیخ حمر

جام میر خان اول کے عہد میں سندھ سے شیخوں کا ایک قبیلہ ۱۱۶۴ھ/۱۷۵۰ء میں لس بیلہ میں سکونت پذیر ہوا۔ اس شیخ خاندان میں شیخ حمر ایک عابد اور زاہد شیخ تھے۔ اتھل شہر میں ان کا مدرسہ تھا۔ آن کے کلام میں شاہ عبداللطیف بھٹائی کا بڑا اثر ملتا ہے۔ سندھی میں صوفیانہ شاعری کرتے تھے۔ نمونہ کلام کا اردو ترجمہ پیش ہے:

ترجمہ: شب بیداری سے نغمے حاصل ہوتے ہیں
سونے سے دوست (خدا) حاصل نہیں ہو سکتا
اس جہان کے اندر انہیں فائدہ ملتا ہے
جو اپنی آنکھوں کو بیدار رکھتے ہیں

شیخ حمر کے بیٹے ابراہیم بھی بڑے نکتہ سنج اور نکتہ دان تھے۔ ان کی پیدائش ۱۱۴۳ھ/۱۷۳۰ء میں ہوئی تھی۔ شیخ حمر کی زندگی ہی میں شعر کہنے لگے تھے۔ سہا، ڈور کے بیت، مدح اور قصے میں مہارت رکھتے تھے۔ قصہ جمجمہ سلطان، قصہ مومل رانو، قصہ محمد حنیفہ اور قصہ حضرت علیؓ اور میلک آپ کی مشہور منظوم سندھی داستانیں ہیں۔

۱۵۵

# حاجی حمل

آپ کا مزار سبی میں قلعہ کے قریب پہاڑ کی چوٹی پر واقع ہے۔ حضرت میاں محمد حسن (المتوفی ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء) فرماتے تھے کہ کامل اولیائے اللہ میں سے چار علاقہ سبی میں ہیں۔ آن میں سر فہرست حاجی حمل کا نام ہے جو منصب شاہی

پر فائز ہیں - منقول ہے کہ جس وقت ملا محمد خان رئیسانی اپنے اہل و عیال کے ہمراہ خانصاحبؒ کے خوف سے کڑک شہر میں اقامت پذیر تھا ، انھی دنوں وہ میاں غلام حیدر خلف حضرت میاں محمد حسن کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے معاملات کی ترقی کے لیے دعا کا خواہاں ہوا - آپ نے حاجی حمل کی قبر پر جا کر دعا پڑھی - بعد میں مذکورہ سردار سے کہنے لگے انشا اللہ تعالٰی امسال تمھارا کام خوب چمکے گا - خدا کا کرنا یہ ہوا کہ اسی سال انگریز سرکار اپنی فوجیں بلوچستان میں لے آئی - سردار موصوف کی عزت و توقیر ہوئی اور اس کا دل خانصاحب کے خوف سے مطمئن ہوا -

## ۱۵۱

# ملا خدر

گمان یہ ہے کہ آپ کا صحیح نام ملا خضر تھا - جو بعد میں ملا خدر ہو گیا - آپ اتمان خیل کاکڑ کی شاخ عمر زئی شیخ سے تھے - لورالائی سے چھ میل کے فاصلے پر مغرب کی سمت ژڑکاریز میں آپ کا مسکن تھا - آپ کا مزار لورالائی شہر سے ایک میل مغرب کی جانب رودلین گاؤں کے اربوسین قبرستان میں ہے -

روایت ہے کہ آپ ژڑکاریز کے پہاڑ کے دامن میں بیٹھے یونہی وقت گزاری کے لیے پتھر اکٹھے کر رہے تھے - اس اثنا میں ایک آدمی آیا اور اس نے آپ سے کہا کہ انھیں آپ حکم دے کر کیوں یک جا نہیں کر لیتے ؟ آپ نے منکسر المزاجی سے کام لیتے ہوئے فرمایا : ''یہ میرے بس میں نہیں'' — یہ سن کر اس آدمی نے پتھروں کو ایک جگہ اکٹھا ہونے کا ، پھر انھیں پہاڑ کی شکل اختیار کرنے کا اور مابعد آگے سرکنے کا حکم دیا - جب یہ سب کچھ وہ کر بیٹھا تو ملا خدر نے اس سے کہا کہ اب اسے واپس اپنی پہلی حالت میں لے آؤ - اس آدمی نے اظہار عجز کیا - آپ نے پہاڑ کو اپنی طرف بلایا - پھر اسے مختلف پتھروں کی شکل میں پہلے جیسے ایک ہی جگہ الگ ہونے کا حکم

دیا اور مابعد ہر پتھر کو اپنے اپنے مقام پر جانے کا حکم دیا ۔ بالکل ایسا ہی ہوا ۔ اور وہ شخص خود صاحب ولایت ہونے کے باوجود آپ کے حلقۂ ارادت میں آ گیا ۔

ایک اور روایت کے مطابق تحصیل پشین کے کسی گؤں میں ایک چڑیل آ گئی جو قتل و غارت کیا کرتی تھی ۔ پشین سے علما و فضلا کا وفد آپ کے پاس آیا تو آپ ان کے ساتھ چلے گئے ۔ مقررہ مقام پر پہنچ کر آپ نے خود ایک بیوہ کے ہاں ٹھہرنے کا ارادہ ظاہر کیا ۔ شام کو جب آپ اس بیوہ کے گھر پہنچے تو وہ روٹی پکا رہی تھی ۔ آپ کو دیکھتے ہی وہ اڑ گئی ۔ آپ بھی اس کے تعاقب میں اڑے ۔ کہتے ہیں کہ ساری رات ان کی کشمکش چلتی رہی ۔ راستے میں اس عورت (چڑیل) نے دو قتل کئے اور گندم کے ایک کھیت کو آگ لگا دی ۔ کھیت جلاتے وقت آپ نے اسے بالوں سے پکڑا اور زبردستی اس سے کلمہ طیبہ پڑھوایا ۔ بعد میں اس عورت نے قتل و غارت ترک کر دیا ۔

## ۱۵۲

# خلیزی نیکہ

آپ چشتیوں کی ایک شاخ بیدار سید کے ایک گھرانے میں پیدا ہوئے ۔ روایت ہے کہ ژوب میں موت سے قبل آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ مری میت اونٹ پر رکھ دینا ۔ جہاں اونٹ رکے وہیں مجھے دفن کر دینا ۔ مریدوں نے وصیت کے مطابق ایسا ہی کیا ۔ اونٹ لورالائی شہر سے تین میل کے فاصلے پر مغرب کی سمت سپلی گؤں کے قریب بیٹھ گیا ۔ پانی کا نام و نشان تک نہ ہونے کے سبب مرید مشوش ہوئے مگر تکمیل وصیت پیش نظر تھی ۔ اس لیے قبر کی کھدائی شروع کی ۔ کھودتے کھودتے اچانک وہاں سے چشمہ پھوٹ پڑا ۔ کہتے ہیں کہ در گئی کدیزئی جانے والا نالہ اسی چشمے کے پانی سے بہتا ہے ۔

آپ کا مزار زیارت گاہ خاص و عام ہے ۔ مرگی ، دق اور فالج کے مریضوں کو یہاں بفضل ربی شفا ملتی ہے ۔

دو تین سال قبل کسی آدمی کو آپ خواب میں نظر آئے تھے ۔ اُس نے بطور عقیدت آپ کے مزار پر تقریباً ایک لاکھ روپے کی لاگت سے گنبد تعمیر کرایا ہے ۔

## ۱۵۳

# خنائی بابا

آپ کا نام ملا فاضل اور عرف خنائی بابا ہے ۔ آپ کی خانقاہ خنائی میں واقع ہے ۔ اسی کی مناسبت سے آپ 'خنائی بابا' کہلائے ۔ یہ مقام کوئٹہ سے لورالائی ، فورٹ سنڈیمن کے راستے پر تیس میل کے فاصلے پر ہے ۔

آپ بڑے جیّد بزرگ تھے ۔ آپ نے تبلیغ اسلام کے سلسلے میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں ۔ آپ نے اسلامی تعلیات کے فروغ کے لیے خنائی میں ایک مدرسہ قائم کیا جو آج بھی موجود ہے اور لوگ وہاں دینی تعلیم سے بہرہ ور ہو رہے ہیں ۔

## ۱۵۴

# ملا خوشحال آخوند

آپ کی تاریخ ولادت و وفات معلوم نہیں ۔ تخمیناً آپ کا زمانہ ۱۸۰۰ء سے پہلے کا متعین کیا جا سکتا ہے ۔ آپ کا وطن مالوف غیژ (توبہ کاکڑی ، پشین) ہے ۔ آپ صاحبزادہ خیل ، حسن زئی ، احمد خیل ، ترغری کاکڑ تھے ۔ آپ کا مزار غیژ سے دو میل جنوب کی جانب ایک پہاڑی کے اوپر ایک بڑے اور

پرانے قبرستان میں واقع ہے جس پر انھی کے نسل کے ایک فرد محمد عیسیٰ نامی نے خام گنبد تعمیر کیا ۔ مزار کے پاس ہی ایک کنواں اور ایک کمرہ زائرین کے لیے موجود ہے ۔ یہی ملا محمد عیسیٰ مرحوم مزار کا مجاور بھی رہا ۔

صاحبزادہ خیل اپنے قبیلے حسن زئیوں کے پیر اور بزرگ چلے آتے ہیں ۔ یہ دونوں ذیلی قبائل توبہ کاکڑی کے گاؤں غیژ میں یک جا سکونت پذیر رہے ہیں ۔ کہتے ہیں کہ 'غیژ' میں ایک حسن زئی کی کاریز تھی ۔ اس حسن زئی کا رویہ آخوند صاحب کے ساتھ معاندانہ تھا ۔ ایک دفعہ آخوند صاحب نے ایک شخص سے کہا کہ جاؤ اور اس کاریز میں ہاتھ دھو آؤ ۔ جونہی اس آدمی نے کاریز میں ہاتھ دھوئے اس کا پانی خشک ہو گیا اور اب تک وہ خشک پڑی ہوئی ہے ۔

جب آخوند صاحب واصل بحق ہوئے تو ان کا جنازہ ''پڑانگ'' نامی مرتفع پر سے اوپر نہ لے جایا جا سکا ۔ یہ چڑھائی آپ کے مزار سے ایک میل کے فاصلے پر ہے ۔ جس وقت لوگ جنازے کو پہاڑ کے اوپر لے جانے سے عاجز آ گئے تو اسی وقت ایک چیتا نمودار ہوا ۔ لوگ اسے دیکھ کر خوف کے مارے بھاگ گئے ۔ اس کے بعد تین اور چیتے ظاہر ہوئے اور چاروں نے مل کر آخوند صاحب کے جنازے کو موجودہ جگہ تک پہنچایا اور پھر واپس چلے گئے ۔

لوگوں نے جو دور سے یہ حیران کن منظر دیکھ رہے تھے ، واپس آ کر آخوند صاحب کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کی تدفین سے پیشتر یہ چیتے زور سے چنگھاڑے ۔ یہ گویا آخوند صاحب کی موت پر ان کا اظہار غم تھا ۔ اس واقعے کے بعد اس چڑھائی کا نام ''پڑانگہ'' یعنی چیتوں کی چڑھائی پڑ گیا ۔

## ۱۵۵

## خان نیکہ

آپ ہندو باغ کے قریب بڑے قبرستان میں دفن ہیں ۔

## ۱۵٦

# خویدا نیکه

آپ مسترزئی سید ہیں ۔ آپ کا مزار پل یارو سے جنوب مشرق کی طرف پانچ فرلانگ کے فاصلے پر ہے ۔

## ۱۵۷

# میر دربار شاہ

آپ کا مزار زن کے سلسلوں میں سطح مرتفع زنجک کی چوٹی پر واقع ہے ۔ وہاں ایک جیسی چھ قبریں ڈھیر کی صورت میں موجود ہیں ۔ اُن میں سے دو بڑی قبریں ہمیشہ سفید چادروں سے ڈھکی رہتی ہیں ۔ اور اُن کے سرہانے جو شاخیں زمین میں لگی ہوئی ہیں ان سے کپڑے کی دھجیاں ، گھنٹیاں اور سینگ لٹکے ہوئے ہیں ۔ قبروں کے بائیں جانب سلیں ہیں، ان پر تسبیح کے دانے ، کوڑیاں ، بٹن ، خالی کارتوس ، شیشے کی کرچیں اور چوڑیوں کے ٹکڑے اور ٹوٹی ہوئی کنگھیاں پڑی ہیں ۔

ان دو میں سے دائیں طرف والی قبر پیر دربار شاہ کی ہے اور دوسری اُن کے ایک مرید کی ۔ زائرین کے ٹھہرنے کے لیے ایک کچی عمارت ہے ۔ ایک چھوٹا سا میدان بھی ہے جس پر خشک گھاس اور شاخوں کی چھت ہے ۔ مجاور کے لیے بھی مٹی کا ایک جھونپڑا ہے ۔

میر دربار شاہ ولی کہلاتے ہیں اور اُن کا مرتبہ پیر سوری کے بعد ہے ۔ بگٹی قبیلے کے لوگ ان کے مزارات پر اپنے دل کی مرادیں مانگنے کے لیے آتے ہیں ۔ مشہور ہے کہ پیر صاحب نے کبھی کسی کو مایوس نہیں کیا ۔

اگرچہ ان کا مزار زنجک جیسے بالکل ویران علاقے میں واقع ہے لیکن عقیدت کے اظہار کے لیے ہر قبیلے کے لوگ وہاں جمع ہوتے ہیں ۔ میر دربار شاہ سے عقیدت کے اظہار کا بہترین طریقہ وہاں دنبے یا بکری کی قربانی دینا ہے ۔

## ۱۵۸

## داروز نیکہ

آپ میر زئی سنزر خیل کاکڑ تھے ۔ آپ کا مزار تحصیل ہندو باغ کے گاؤں بی‌لھو میں ہے ۔

## ۱۵۹

## دلیل حضرت

آپ کا مقبرہ گرگوجی تحصیل موسیٰ خیل ضلع لورالائی میں ہے ۔

## ۱۱۵

## دولت یار نیکہ

دارو نیکہ آپ کا ساتھی تھا ۔ فقیر زئی سنزر خیل کا کڑ تھے ۔ انھی میں سے سکندر نیکہ ، لکیر نیکہ اور عادلئی نیکہ ہو گزرے ہیں ۔

۱۱۱

## ڈنگر نیکہ

ضلع سبّی کی تحصیل ہرنائی کی تنگی تور خان میں آپ کا مقبرہ ہے۔ آپ تیانڑی سپین ترین قبیلے سے تھے۔

۱۱۲

## ڈونگرا نیکہ

حمزہ زئی سنزر خیل کا کڑ تھے۔ لورالائی فورٹ سنڈیمن روڈ پر ۳۰ میل کے فاصلے پر زڑہ گاؤں میں مدفون ہیں۔

۱۱۳

## رابعہ دختر کعب

مولانا عبدالرحمٰن جامی نے اپنے تذکرہ نفحات الانس[۱] میں رابعہ کا ذکر آن مستورات میں کیا ہے جو معرفت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ وہ تحریر فرماتے ہیں "شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس اللہ تعالٰی سرہ گفتہ است کہ دختر کعب عاشق بود بر آن غلام۔ اما پیران ہمہ اتفاق کردند کہ این سخن کہ او می گوید نہ آن سخن باشد کہ بر مخلوق توان گفت۔ او را جای دیگر کار افتادہ بود۔ روزی آن غلام آن دختر را ناگاہ دریافت۔ سر آستین او بگرفت۔ دختر بانگ زد

۱۔ نفحات الانس، مولانا عبدالرحمن جامی، لاہور ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۷ء، ص ۳۱

بر غلام و گفت ترا این بس نیست کہ من با خداوندم و آنجا مبتلایم برتو بیرون دادم کہ تو طمع میکنی۔ شیخ ابو سعید گفت سخنیکہ او گفتہ است نہ چنانست کہ کسی را در مخلوق افتادہ باشد و وی گفتہ است :

عشق را باز اندر آوردم بہ بند
کوشش بسیار نامد سود مند
عشق ، دریائی کرانہ نا پدید
کی توان کردن شتاب ای مستمند
عشق را خواہی کہ با پایان بری
بسکہ بہ پسندید باید ناپسند
زشت باید دید انگارید خوب
زہر باید خورد انگارید قند
توسنی کردم ندانستم ہمی
کز کشیدن تنگ تر گردد کمند''

علی قلی ہدایت نے اپنے معروف تذکرےامیں لکھا[1] ہے :

''رابعہ صاحب عشق حقیقی و مجازی بودہ انجامش بعشق حقیقی کشیدہ، حکایت او را فقیر نظم کردہ نام آن مثنوی را گلستان ارم نہادہ''۔

کعب کی دختر نیک اطوار بلوچستان کے ایک قدیم شہر قزدار[2] یا قصدار یا خضدار کی رہنے والی تھی ، جس کے بارے میں بلاذری نے ایک عربی شاعر کے کلمات درج کیے ہیں[3] ۔ جو قزدار کے بارے میں والہانہ انداز میں یوں گویا ہے

---

۱ ۔ مجمع الفصحا جلد اول ، علی قلی ہدایت ، تہران ، ص ۲۲۲

۲ ۔ قزدار ، قصدار ناحیہ و قریہ ی مشہور کہ در ہشتاد فرسنگی بست قرار داشتہ و از نواحی سند بودہ است ۔ معجم البلدان ، یاقوت حموی ۵۷۵-۶۲۶ھ/۱۱۷۹-۱۲۲۹ء، جلد چہارم، قاہرہ ۱۳۲۴ھ ص ۳۵۳ وطن مالوف رابعہ بنت کعب (انگریزی) ڈاکٹر عبد الشکور احسن رسالہ اقبال (لاہور) جنوری تا مارچ، ۱۹۷۱ء، ص ۸۳ تا ۹۱

۳ ۔ بلوچستان میں فارسی شاعری ، ڈاکٹر انعام الحق کوثر ، کوئٹہ ۱۹۶۸ء ص ۲۱ تا ۳۳ ۔ خضدار کی شہزادی ، ڈاکٹر انعام الحق کوثر ، لیل و نہار لاہور ۲ جون ۱۹۶۱ء ص ۱۵ ۔ بلوچستان میں اردو ، ڈاکٹر انعام الحق کوثر ، لاہور ۱۹۶۸ء ، ص ۳۰۶ ، ۳۰۷ ، ۳۲۵

''خضدار کتنا خوش نما شہر ہے اور اس کے مکین کتنے ممتاز ہیں۔'' رابعہ کا والد خراسان کے تاریخی حادثہ میں ابو مسلم مروزی کا رفیق کار اور سجستان، طوران اور قزدار (خضدار) کا حاکم تھا ۔ رابعہ فارسی شاعری کے ابوالآبا رودکی (المتوفی ۳۲۹ھ/۹۴۱ء) کی ہمعصر تھی ۔ آج بھی اس کے عارفانہ کلام کی صدائے بازگشت وادیٔ خضدار میں سنائی دیتی ہے ۔ ڈاکٹر فرمان فتحپوری [1] نے رابعہ بنت کعب کا ذکر ''سرمد و منصور کی حریف'' کے تحت کیا ہے ۔

پروفیسر انور رومان اپنے ایک انگریزی تحقیقی مضمون [2] ''بلوچستان کی تاریخی اہمیت'' میں لکھتے ہیں ۔ ''نویں صدی عیسوی (تیسری صدی ہجری) میں جب ابھی محمود ہندوستانی اسٹیج پر نمودار نہیں ہوا تھا اور جب صرف بلوچستان اور سندھ ہی اسلام کے دائرہ میں داخل ہوئے تھے ، بلوچستان محض ایک فوجی علاقہ نہ تھا بلکہ ایک اہم تہذیبی خطہ بھی تھا ۔ جہاں فارسی ادبی اظہار کا ذریعہ تھی ۔ قلات کے جنوب خضدار شہر میں رابعہ چہچہاتی تھی ۔ فارسی کی عظیم شاعرہ — بلوچستان کی قرہ العین ''۔

## ۱۱۴

## سید راجن شاہ جیلانی

سید راجن شاہ جیلانی لاڑکانہ کے علاقہ میں نارہ کے کنارے سکونت پذیر تھے ۔ کچھی (بلوچستان) کے علاقے میں بھی اُن کے بہت سے مرید اور خادم تھے ۔ اُن کو اپنے عزیزوں میں سے ایک کا ناحق خون بہانے پر ایسا صدمہ پہنچا کہ سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے پریشان و سرگردان رہنے لگے ۔ حتٰی کہ مریضوں کی طرح رات بھر تکلیف سے دو چار رہتے ۔

---

۱۔ رسالہ نگار کراچی، ستمبر ۱۹۶۰ء

۲ ۔ مطبوعہ جرنل پنجاب یونیورسٹی ہسٹاریکل سوسائٹی لاہور، جولائی ۱۹۶۰ء میگزین بولان کوئٹہ ۶۰-۱۹۵۹ء — اس کا اردو ترجمہ از انعام الحق کوثر، امروز لاہور استقلال نمبر، اگست ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا ۔

اسی حالت میں آپ حضرت میاں محمد کامل کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اپنی حالت راز بیان کی۔ بعد کی کیفیت کے بارے میں مولانا محمد قاسم لکھتے ہیں ''آنجناب (میاں محمد کامل) بازوئے سید مذکور را گرفتہ در حضور انور سید الجن والبشر علیہ و علی آلہ الصوۃ بعدد اوراق الشعر رسانیدہ عفو درحق وے خواستند۔ از جناب برگزہ رب الارباب۔ چنان خطاب بسید مسطور رسید کہ ای راجن شاہ از تو خطای کلی معاف گردید۔

بعد ازاں مذکورہ سید کو سوتے یا جاگتے کسی قسم کی تکلیف یا تشویش محسوس نہ ہوئی۔ آپ میاں کامل کے صدق دل سے مرید بن گئے۔ پھر آپ کے بیٹے میاں حسین شاہ، میاں عالم شاہ اور میاں رکھیل شاہ بھی میاں صاحب کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ اب تک آن کی اولاد کٹبار شریف کے بزرگوں کی معتقد چلی آ رہی ہے۔ جب زیارت کے لیے آتے ہیں تو شہر سے باہر ایک فاصلہ پر گھوڑوں سے اُتر جاتے ہیں اور پھر پیدل شہر میں داخل ہوتے ہیں۔

## ۱۱۵

## سید رحمت اللہ شاہ

آپ قندھار کے رہنے والے تھے۔ ہتورام[1] نے حالات ضلع تھل چوٹیالی کے تحت لکھا ہے ''اگرچہ اس ضلع کا نام تھل چوٹیالی مشہور ہے لیکن تھل چوٹیالی میں صدر مقام ضلع بجائے خود بلکہ تحصیل کا صدر مقام بھی نہیں ہے۔ تھل چوٹیالی دو مختلف علاقوں کا نام ہے جو علاقہ تحصیل دُکی میں واقع ہیں۔ تھل کے علاقہ میں دکی کا موضع بھی واقع ہے۔ جہاں صدر مقام تحصیل کا ہے اور چند دیہات آباد ہیں۔ اس تمام علاقہ کا نام تھل مشہور ہے۔ چوٹیالی علیحدہ علاقہ ہے جو کوہستان مری کے زیر دامن واقعہ ہے۔''

---

۱۔ تاریخ بلوچستان، ہتورام، لاہور، ۱۹۰۷ء، ص ۶۶۲

وہیں ایک بستی آباد ہے جس میں سید رحمت اللہ شاہ کی خانقاہ ہے ۔ آن کا
آس وقت وصال ہوا تھا جب یہ علاقہ قندھار کے ساتھ متعلق تھا ۔ افغان لوگ
ان کو صاحب کرامت ولی سمجھتے ہیں اور آن کی بہت سی کرامات افغانوں
اور بلوچوں میں مشہور چلی آتی ہیں ۔

## ۱۱٦

# ملا رحیم داد

آپ سنزر خیل قبیلہ سے متعلق تھے اور ژوب آپ کا مسکن تھا ۔ حضرت شاہ
فقر اللہ علوی (المتوفی ۱۱۹۵ھ/۱٦۸۰ء) سے فیض یاب ہوئے ۔ انھی کے ارشاد
پر آپ نے ژوب میں قبائل کا کڑی میں الحاد کے خلاف تبلیغ کی اور اعلائے
کلمۃ الحق کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیں ۔

آپ ہی کے ایما پر محمد بن محمد الجامی الہاسی نے ملاحدہ کے رد میں ایک
رسالہ تحریر کیا تھا جس کا ایک قلمی نسخہ علامہ محمد شفیع لاہوری کے
کتب خانہ میں ہے ۔

ملا رحیم داد اور محمد بن محمد الجامی الہاسی حضرت شاہ فقیر اللہ علوی کے
تبلیغی داعیوں میں خاص امتیاز رکھے تھے ۔

## ۱۱۷

# پیر رضائی بکیانی

آپ اپنی پیش گوئیوں اور قسمت کا حال بتانے کے لیے مشہور ہیں ۔ ان کی
کئی ایک پیش گوئیاں ان کی زندگی میں سچ ثابت ہوئیں اور بعض زیادہ

گہری ابھی حقیقی معانی پہننے کے لئے خاصا وقت لیں گی - ان کا مزار زن کے ..لسنوں میں ہے ، جو بالکل ایک عام قبر یا پتھروں کے ڈھیر کے مانند ہے - یہ سوئی لیس کمپنی کے کھودے ہوئے پہلے کنوؤں کے قریب واقع ہے -

تین سو سال پیشتر پیر رضائی نے اسی جگہ ایک پتھر رکھ کر بتایا تھا کہ یہاں دولت ہے- بالکل اس پتھر کے نیچے

اس وقت عام لوگ سوچتے تھے کہ پیر صاحب کا اشارہ 'سونے' کی طرف ہے - دولت کا مطلب ان کے ذہنوں میں اس زمانے میں سونا یا کسی بادشاہ کا پوشیدہ خزانہ ہوتا تھا - لیکن آج کل سب کو یہ یقین ہو گیا ہے کہ پیر کا مطلب دولت سے تیل یا قدرتی گیس کے ذخائر ہی تھے -

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے انگریزوں کے ذریعے اس علاقے کے مفتوح ہونے کی پیش گوئی کی تھی اور اس کے بعد بلوچستان کے لوگوں کے اچھے دنوں کی—یہ پیش گوئی بھی پوری ہو گئی ہے -

## ۱۱۸

## میاں رکھئیل شاہ

میاں رکھئیل شاہ فتح پور (گنداوا ، بلوچستان) میں مقیم رہے - آپ کا تعلق میران پور شریف والے سلسلے سے ہے - آپ مخدوم خواجہ عبدالستار صوفی القادری کے مرید اور خلیفہ تھے - آپ نے ایک دیوان ''بحرالعشق'' یادگار چھوڑا ہے جو لاہور میں طبع ہوا- یہ ۳۸۸ کافیوں اور ۱۷۳ ابیات (سی حرفی) پر مشتمل ہے - کافیاں اور ۱۳۸ ابیات سندھی زبان میں ہیں - باقی ابیات پنجابی میں ہیں - صفحات کی تعداد ۲۱۲ ہے - شروع میں فقیر فیض محمد صوفی القادری بلوچستانی کا فارسی میں لکھا ہوا دیباچہ بھی موجود ہے -

دیباچہ نگار ''بحرالعشق'' کے بارے میں رقم طراز ہے - ''کہ برای طالبان و فقیران ارادتمند و مریدان و بژو بندگان اعتقاد پیوند چون مہتاب بدر منیر

بلکہ خود آفتاب تابان و درخشان بر روی زمین پرتو اندازی نمود کہ ہر گم کردہ راہی را بمنزل مقصود راہ می نماید و ہر کم شوق و کاہل تنی را تازیانۂ ذوق مے چشاند و منور باد کہ نام مبارک دیوان شریف از آن موجب بحرالعشق نہادہ شد کہ بصفت دریاء موصوف است ۔ اول آنکہ مانند بحر بی‌پایان فیوضاتش عمیم ست ۔ دویم آنکہ چون دریای زخار موج در موج جوش در جوش ست ۔ سیوم آنکہ بحر بی‌سروار معنی ہر یک لفظی از الفاظش عمیق و محیط ست ۔ و باید دانست کہ این شعر ہائے گداز و بیتہای دلنواز کہ از حسن و عشق و قرب و بعد و خد و خال علی ہذالقیاس الفاظ دیگر کہ از جملہ مقامات و منزلات بیان می کند ای عزیز شعر ہای دلپذیر و نکتہای بی نظیر از جوش خمخانہ می محبت و خروش مینای شراب وحدت ظہور نمودہ ست نہ از شورہ زار بادیہ کثرت بل از زبان بی زبانی و لسان سراسر نہانی چون طوطیان آئینہ استاد ازل ترنم می کند ۔ چون مثنوی :

دو دہان داریم گویا ہمچو نے
یک دہان پنہانست در لبہای وی
یک دہـان نالان شـدہ سـوی شما
ہای و ہوئی در فگندہ در سما''

الغرض 'بحرالعشق' عشق حقیقی سے مملو ہے اور اس میں مقامات سلوک و معرفت پر اچھی طرح بحث کی گئی ہے ۔

۱۱۹

## خواجہ روح اللہ صاحب اخوند زادہ گانگلزیؒ

خواجہ میاں روح اللہ تحصیل پشین سے آٹھ میل کے فاصلے پر مشرق کی طرف خداداد زئی گاؤں میں ۱۲۲۸ھ/۱۸۱۳ء میں پیدا ہوئے ۔ آپ تور ترین قبیلے سے تھے ۔ آپ کی پیدائش سے چند مہینے پہلے آپ کے والد کا انتقال ہو گیا تھا ۔

سات سال سے بیس سال کی عمر تک آپ اپنے دادا ملا نیک محمد اخوند سے باقاعدہ تحصیل علم کرتے رہے - اس کے بعد آپ قندھار روانہ ہوئے - وہاں آپ نے اس وقت کے جیّد عالم ملا محمد نور پوپلزئی سے فقہ، نحو، تفسیر، حدیث اور دوسرے علوم میں پورا استفادہ کیا - فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ کلی حاجزی تحصیل پشین تشریف لائے اور یہاں امامت اختیار کی - گانگلزئی (پشین سے شمال کی طرف ۱۴ میل کے فاصلے پر ایک گاؤں) کے اکابر کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو انہوں نے کئی بار آپ سے گانگلزئی میں امامت اختیار کرنے کی استدعا کی - چنانچہ آپ ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء میں گانگلزئی تشریف لے گئے -

انھی ایام میں آپ کو بیعت کرنے کا خیال آیا - اس زمانے میں میر بازار قندھار کے ملا محمد جانؒ اور کچئی اخوند ملا محمد عیسیٰؒ مشہور عالم اور عارف تھے ، آپ نے استخارہ کیا ، دیکھتے ہیں کہ ملا محمد جان کا نور فیض ایک لکیر میں آسمان تک چلا گیا تھا ، جب کہ ملا محمد عیسیٰ کا نور فیض آسمان تک جانے کے ساتھ ساتھ ہر طرف پھیلا ہوا بھی تھا - اس فوقیت کے پیش نظر آپ ملا عیسیٰ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے کچئی قندھار گئے - جب آپ کچئی پہنچے تو ملا محمد عیسیٰ گھوڑے پر سوار لاتعداد مریدوں اور عقیدت مندوں کے ساتھ آ رہے تھے - وہ آپ کو دیکھ کر گھوڑے سے اتر پڑے ، معانقہ کیا اور گھر لے گئے - وہاں آپ نے بیعت کی اور تھوڑے ہی عرصے میں مراتب عالیہ تک پہنچے -

روایت کے مطابق آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ مگر ''تفسیر جلالین'' کا حاشیہ جو ''ترویح الارواح'' کے نام سے آج بھی پاکستان ، افغانستان ، اور ہندوستان میں مشہور ہے ، آپ کی بلند پایہ تصنیف ہے - کہتے ہیں کہ سبھی علما اس امر پر متفق ہیں کہ ''ترویح الارواح'' کے بغیر ''تفسیر جلالین'' کا سمجھنا مشکل ہے - اسی کتاب کے پیش نظر مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی ، بلوچستان کے طالب علموں سے کہتے تھے ، کہ آپ نے ''ترویح الارواح'' کے مصنف کی زیارت کی ہے ، جس کا جواب اثبات میں ہوتا تو آپ پوچھتے کہ 'پھر تم عالم کیسے نہیں ہوئے ؟' آپ کے بارے میں آپ کے مرشد کا کہنا ہے کہ ''شہباز چڑیا

کے دام میں آ گیا ہے - میں بہت خوش قسمت ہوں کہ اتنی عظیم شخصیت میرے حلقہ ارادت میں ہے -"

آپ جب کچھی سے پشین لوٹے تو ہزاروں افراد نے آپ کی مریدی اختیار کی اور علمی اور روحانی بصیرت حاصل کی -

قلات کے شاعر ملا ابوبکر اخوند فرماتے ہیں :

دفتر آن سلسلہ مختوم بر روح اللہ شد
نیست مانندش کسے در خطۂ روئے زمین
گلشن کشمیر شد ملک پشین از فیض او
ہست بوبکر از غلامان در او بالیقین

کریم داد بلوچ لکھتے ہیں :

شیخ روح اللہ خدیو تاج داران سلوک
چونکہ شد در خاک بادا خاک بر فرق جہاں
سال ترحیلش بجستم از خرد بالفور گفت
سیزدہ صد سال ہجری چاردہ افزوں برآں
۱۳۱۴ھ

۱۲۵

## رحیم داد و کریم داد

آپ دونوں سگے بھائی تھے - سید قبیلے سے تھے - کوئٹہ چھاؤنی میں قلعے کے قریب دفن ہیں -

## ۱۲۱

## رسول ملا گڑندیؒ

آپ کا مزار وہار تحصیل بوری ضلع لورا لائی میں ہے - آپ کا تعلق سید قبیلے سے تھا -

## ۱۲۲

## رمدان سخی پیر

صحیح نام غالباً رمضان ہے - آپ کا مقبرہ ساراوان میں رودینجو کے مقام پر ہے -

## ۱۲۳

## رسول شیخ

آپ شیخ قبیلے سے تھے - مزار میختر تحصیل بوری میں ہے -

## ۱۲۴

## روزے گڑندیؒ ملا

آپ کا مدفن شرن تحصیل بوری ضلع اورا لائی میں ہے -

## ۱۲۵

## روزک ملا

آپ سید تھے - مزار شبوزئی گاؤں میں لورا لائی سے مشرق کی سمت چودہ میل کے فاصلے پر ہے -

## ۱۲۶

## زیارت اناگئی

یہ زیارت ایک بزرگ عورت کی ہے، جو پشین کی مزری کے کرتو نالے میں ہے -

## ۱۲۷

## زید نیکہ

آپ پشین میں مزریوں کے درمیان دفن ہیں - آپ کی قوم سید ہے -

## ۱۲۸

## زیارت ملا نیکہ

یہ مزار ضلع ژوب کی تحصیل قلعہ سیف اللہ کے گاؤں ہندی میں ہے - ملا نیکہ میرزئی سنزر خیل کاکڑ ہے -

## ۱۲۹

## زید اللہ داد زیٔ

آپ کا مزار تیلرائے ژوب میں واقع ہے -

## ۱۳۰

## ژڑ پیر

آپ کا مزار ضلع سبی میں کنچھ کے مقام سے آٹھ میل کے فاصلے پر مڈگاڑ نامی گاؤں میں ہے -

۱۳۱

# حضرت سخی تنگو

سخی تنگو کا مقبرہ تحصیل ڈھاڈر علاقہ خان پور نفر میں موضع کوٹ مینگل نوشہرہ شاہوانی اور مہر گڑھ رئیسانی براہوی کے قریب ہے - آپ بنگلانی بلوچ قبیلہ کے بزرگ تھے - آپ کے اعزہ و اقارب کو کچک بنگلانی کہا جاتا ہے - آپ کی اولاد تاحال اپنی قدیم قیام گاہ کرتہ میں مقیم ہے اور اپنی جائیدادوں کا ایک معقول حصہ زائرین کی خورونوش کے لیے لنگر کے مجاوروں کو دیتے ہیں -

کہتے ہیں کہ آپ کا پیشہ چوبانی تھا - اپنی آمدنی سے غریبوں اور مسکینوں کی معاونت فرماتے تھے - جو بھی حاجت مند اپنی ضرورت لے کر حاضر ہوتا آپ اس کی حاجت روائی فرماتے - اسی لیے آپ کو سخی کے نام سے یاد کیا جانے لگا -

جن دنوں بلوچستان میں رند و لاشار قبائل ذاتی عداوتوں کی بنا پر آپس میں دست و گریباں تھے ، تو آپ نے غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کیے رکھا ، مگر کسی خدا ناترس نے آپ کا سر تن سے جدا کر دیا - روایت یوں ہے کہ جب آپ کا سر تن سے جدا ہوا تو آپ اسے اپنی ہتھیلی پر لے کر اڑنے لگے - ڈھاڈر کے مضافات میں کسی نے آپ کو اس حالت میں دیکھا تو مبہوت ہو کر چلانے لگا کہ دیکھو یہ اپنا سر ہتھیلی پر لیے اڑا جا رہا ہے - اتنا کہنے کے ساتھ ہی آپ وہیں رکے اور مردے کی طرح سیدھے دراز ہو گئے - لوگوں نے آپ کو دیکھا تو رونے لگے - قبر کھودی گئی تو آپ کا جسد قبر سے لمبا نکلا ، مزید وسعت دی گئی- تب بھی جسد لمبا ہی تھا- لحد کو اور بڑھایا گیا تو آپ کا جسد اور طویل ہو گیا - نماز عشا کا وقت ہوا تو آپ کی والدہ آپ کے قریب آ کر کہنے لگیں : کہ ”بیٹا دوستوں کو تکلیف نہ دے ، صبح سے یہ قبر کھود رہے ہیں ، انھوں نے تیری خاطر بچوں کی خور و نوش کا بندوبست اور اپنا آرام چھوڑ دیا ہے ، اگر تو نے کرامت دکھانی ہے تو بعد میں دیکھا دینا“- اس کے

بعد انھوں نے لوگوں سے کہا ''کہ اسے سپرد خاک کر دو'' اور پھر یوں ہوا کہ قبر میں آپ کا جسد پورا آ گیا ۔ روایت ہے کہ اس وقت سے ہر سال آپ کا مزار مٹھی برابر بڑھتا رہتا ہے اور بڑھتا ہی رہے گا ۔

اگر کوئی مزار پر نفل ادا کرکے سو جائے تو اپنے کام سے متعلق خواب میں آسے اس کا انجام دکھائی دے گا ۔ اگر بفرض محال اسے دکھائی نہ دے تو مجاور پر اس کا انکشاف ضرور ہوا ہوگا ۔!!

## ۱۳۲

## سخی فتح خان

آپ سخی پتیان کے نام سے مشہور ہیں اور سید زئی کے موروثوں میں سے تھے ۔ سید زئی بلوچستان کے معروف قبیلہ بنگل زئی کے سردار کا قبیلہ ہے ۔ آپ بچپن ہی سے ناداروں سے ہمدردی رکھتے تھے ۔ بڑے ہو کر بیواؤں ، یتیموں اور غریبوں کی امداد کو اپنا فرض سمجھنے لگے ۔ رات کو مسافر آتے تو انھیں خود کھانا کھلاتے ۔ اور یوں آپ اسلام کی سچی تعلیمات کا عملی ثبوت بہم پہنچاتے ۔ رفتہ رفتہ آپ اپنی سخاوت کے باعث سخی مشہور ہو گئے ۔

آپ حد درجہ کے متقی ، پرہیزگار اور صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے ۔ جب آپ کی نیکی کا چرچا عام ہوا تو آپ کے چند حاسدوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا اور آپ کے گھر میں اپنے گھوڑوں سمیت مہمان بن کر جانے کا فیصلہ کیا ۔ دل میں سوچا اتنے لوگوں کا انتظام نہ ہو سکنے پر آپ شرمسار ہوں گے ۔ وہ لوگ جب اپنے گھوڑوں کے ہمراہ آپ کے ہاں وارد ہوئے تو اتفاق سے آپ کے یہاں کچھ نہ تھا ۔ آپ نے گھبرانے کی بجائے اپنی زوجہ بی بی لعلین سے فرمایا یہ لوگ ہمیں آزمانے آئے ہیں ۔ آپ روٹی کا بندوبست کریں میں سالن کا ۔ یہ کہہ کر آپ گھر سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک آدمی ایک دنبہ لا رہا ہے ۔ آپ نے پوچھا کہ کہاں لیے جا رہے ہو ۔ اس نے کہا کہ آپ کے لیے لایا ہوں ۔ آپ نے وہ دنبہ ذبح کیا ۔

روٹیوں کا انتظام بی بی محترمہ کے ذمہ تھا ۔ وہ بھی خدا ترس اور نیک بخت خاتون ہیں ۔ انھوں نے اللہ کا نام لے کر ہاتھ کی چکی پر چادر ڈال کر اسے چلانا شروع کیا ۔ ایک ساعت کے بعد اس میں سے کافی آٹا نکلا اور یوں ان حاسدوں کو کھانا دیا گیا ۔

اب ان لوگوں نے سخی سے کہا کہ ہمارے گھوڑے بھی بھوکے ہیں ۔ ان کے لیے بھی کچھ بندوبست کر دیجئے ۔ آپ نے اللہ کا نام لے کر گھوڑوں کے تھیلوں میں کنکر بھر کر ان کے سامنے رکھ دیے جنھیں گھوڑے بڑے شوق سے کھانے لگے ۔ جب وہ لوگ کھانے سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ تھیلوں میں کنکر نہیں بلکہ کشمش اور دیگر میوہ جات ہیں ۔ جاتے وقت حاسدوں نے سخی پتیان کا شکریہ ادا کیا لیکن آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگ کس نیت سے آئے تھے ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بار آپ اور آپ کے معتقدین کی زہری قبیلہ کے سردار میر زرک ، زرک زئی سے لڑائی ہوئی ۔ ناکامی کے بعد آپ نے بد دعا دی کہ سردار کے جانشینوں کا ایک سے زیادہ بیٹا نہیں ہوگا ۔

آپ کا مزار تلات ڈویژن میں جوہان کے نزدیک قیصر میں ہے ۔ یوں تو سب قبائل آپ کی عزت و توقیر کرتے ہیں لیکن بنگل زئی قبیلہ بہت زیادہ احترام کرتا ہے ۔ یہاں تک کہ بنگل زئی آپ کے نام کی قسم اٹھاتے ہیں ۔

آپ کی زوجہ محترمہ بی بی لعاین اسپلنجی میں دفن ہیں ۔

## ۱۳۳

## ملا سرور اخوند زادہ

آپ کلی ولگی تحصیل قلعہ سیف اللہ ضلع ژوب میں رہتے تھے ۔ حیدر زئی ، سنزرخیل کاکڑ قبیلے کے مذہبی اور روحانی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ پشتو زبان کے اچھے شاعر بھی تھے ۔

آپ کے دو بیٹے ، ملا بشر اور ملا اللہ داد تھے ۔

ملا سرور اپنے وقت کے مانے ہوئے عالم تھے ۔ آپ کے کچھ قلمی آثار محفوظ ہیں ، جن کی تفصیل یوں ہے :

۱۔ دینی خزانہ (نثر)

۲۔ دیوان سرور (پشتو فارسی اشعار کا مجموعہ)

۳۔ تجوید سرور

۴۔ ضابطۂ میراث

۵۔ رحمان بابا (منتخب اشعار رحمان بابا کی تشریح)

## ۱۳۴

## حضرت سلطان باہوؒ کا بلوچستان میں سلسلۂ طریقت

پاکستان کے معروف بزرگ سلطان العارفین حضرت محمد سلطان باہوؒ (۱۰۳۸-۳۹ھ/۱۶۲۸-۲۹ء تا ۱۱۰۲ھ/۱۶۹۰ء) کے سلسلۂ طریقت کے باعث قریباً تین سو سال سے بلوچستان میں اسلامی تصوف کے اثرات پائے جاتے ہیں ۔ آپ کی اولاد اور خلفاء نے صوفیانہ تعلیمات کے اس قدر اثرات چھوڑے ہیں کہ آج بھی پورے بلوچستان میں ان کا صوفیانہ اور درویشانہ رنگ ملتا ہے ۔ آپ کی اولاد اور خلفاء اب بھی بلوچستان میں بسنے والے لوگوں کو فیض پہنچا رہے ہیں ۔ ان کا مختصر ذکر کیا جاتا ہے ۔

### اولاد

- **سلطان صالح محمدؒ (وفات تقریباً ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء)**

  آپ نے قلات کے بیشتر علاقوں میں تبلیغ فرمائی ۔

- **سلطان نور احمدؒ (وفات تقریباً ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)**

**آپ نے کوئٹہ کے گرد و نواح اور قلات میں لوگوں کو روح تصوف سے آگاہ کیا ۔**

- **سلطان محمد نوازؒ (وفات ۱٦ صفر المظفر ۱۳۵۷ھ/۱٦ اپریل ۱۹۳۸ء)**

قلات کے بروہی ، شاہوانی اور دوسرے قبیلوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ مستونگ ، دشت ، کھڈ کوچہ ، سرآب ، کول پور ، برمک ، جوہان ، سبی اور ناڑی کے بیشتر قبائل نے آپ ہی سے درس طریقت ایا ۔

آپ کا مجموعۂ کلام ۱۹٦۲ء میں جناب غلام دستگیر القادری دربار حضرت سلطان باہوؒ تحصیل شورکوٹ ، ضلع جھنگ نے لاہور سے چھپوایا جس کے ۱٦۰ صفحے ہیں اور جو تین رسالوں (رسالہ دارالمعارف، رسالہ عندلیب لاہوت، دیوان محمد نوازؒ) ، نقل مکتوب سلطان محمد نوازؒ اور چند ادھوری سی حرفیوں پر مشتمل ہے ۔ پہلے دو منظوم رسالے اور تیسرے کی چار غزلیں فارسی میں ہیں ۔ خط بھی فارسی میں ہے ۔ باقی اشعار پنجابی میں ہیں ۔ سرورق کے دوسرے صفحہ اور آخری طرف کے ورق کے دونو طرف ترکیب ختم شریف ، ترکیب ختم غوثیہ عالیہ اور ایصال ثواب کا طریقہ درج کیا گیا ہے ۔

تصوف کے مطالب کو آسان اور دل نشین انداز میں پیش کیا ہے ۔ وضاحت حکایات کے ذریعے سے کی گئی ہے ۔

- **سلطان دوست محمدؒ (وفات ۱۳٦۸ھ/۱۹۴۸ء)**

کئی بار تبلیغ اور ہدایت کے لیے قلات اور کوئٹہ میں تشریف لائے البتہ زیادہ قیام نہ فرمایا ۔

- **سلطان محمودؒ (وفات ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۰ء)**

لورالائی اور ژوب کے قبائل اور پاوندوں میں تبلیغ کی ۔

مندرجۂ بالا حضرات کے مزار دربار حضرت سلطان باہوؒ میں موجود ہیں ۔

- **فیض سلطان ابن حضرت سلطان نور محمدؒ**

حضرت سلطان باہوؒ سے ہفتم پشت سے تھے ۔ دربار سلطان باہوؒ بستی سمندری میں ۱۳۲۴ھ/۱۹۰٦ء میں پیدا ہوئے ۔ ۲۹ جون ۱۹۷۳ء بمطابق ۲۷ جمادی الاول ۱۳۹۳ھ بمقام فیض آباد سرآب کوئٹہ میں وفات پائی ۔ اوستہ محمد (بلوچستان) میں مدفون ہوئے ۔ ہمیشہ جذب و مستی کی حالت میں رہتے تھے ۔ لوگ ان سے خائف رہتے تھے ۔ اکثر ہر آدمی کو برا بھلا کہہ دینے کی عادت

تھی ۔ جو لوگ طبیعت کے واقف ہوتے خاموش رہتے ، جو نہ سمجھتے تھے مایوس ہو جاتے ۔ باغات کا بہت شوق رکھتے تھے اور خود بھی بہترین ماہر زراعت تھے ۔ بالخصوص شجر کاری میں کافی دسترس تھی ۔ خود بیشتر وقت شجر کاری ، زمین کی صفائی ، اصلاح اور زراعت کے کام میں گزار دیتے تھے ۔

جیکب آباد اور اوستہ محمد کے سومرہ ، بروہی اور جاٹ قبائل ان کے مرید ہیں ۔

۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ءمیں ان کے ایک نوجوان فرزند سلطان ولی محمد کی اوستہ محمد میں قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرنے کے دوران وفات ہوئی اور اس کو وہیں دفن کیا گیا ۔ اس کے بعد حضرت صاحب موصوف نے بھی وہیں مستقل قیام کر لیا ۔ زراعت اور باغات کا شوق جاری رکھا ۔ نصیر آباد علاقہ کے بہت سے قبائل مرید ہوئے ۔ انہیں جذب و مستی کے عالم میں نصیحتیں کیا کرتے ۔ البتہ تندی طبع اور مستی کی حالت کی وجہ سے وہاں کے بڑے بڑے زمینداروں اور وڈیروں کو ناراض بھی کیا ۔ آپ کے مریدوں میں آپ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں ۔

● سلطان محمد مشتاقؒ

آپ حضرت سلطان محمد حیاتؒ کے فرزند ارجمند تھے ۔ آٹھویں پشت میں حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ سے جا ملتے ہیں ۔ آپ کی ولادت ۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء کے لگ بھگ دربار حضرت سلطان باہوؒ میں ہوئی ۔ آپ کا وصال ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء میں بمقام مانی خار (فورٹ سنڈیمن ۔ بلوچستان) میں ہوا ۔ مدفن بھکر میں درگاہ حضرت سلطان سردار بخش شہیدؒ کے نزدیک بنا ۔

آپ نے بلوچستان میں زیادہ تر علاقہ موسیٰ خیل اور سبّی ناڑی میں سلسلۂ طریقت کو پھیلایا ۔ ناڑی کے علاقہ کے اکثر لوگوں نے ان کی بیعت کی ۔

آپ نہایت رحم دل ، خدا ترس اور غریب پرور تھے ۔ اُن کے ڈیرہ پر اکثر اندھے ، لولے ، لنگڑے لوگ پڑے رہتے تھے ۔ جن کے خور و نوش اور لباس کا وہ خود انتظام کرتے تھے ۔ انھوں نے اپنی مختصر زندگی میں سینکڑوں غریبوں اور ناداروں کا اپنی گرہ سے مفت علاج کرایا ۔ اکثر بیماروں اور نابیناؤں کو خود ہسپتالوں میں لیے پھرتے اور علاج کرایا کرتے تھے ۔ یوں محسوس ہوتا تھا

جیسے اُن کی زندگی کا یہی مشن ہو - جب وہ سندھ اور بلوچستان کے دورہ سے لوٹتے تو وہاں کے کئی مفلس اور نادار مریض لوگ اُن کے ہمراہ ہوتے جنھیں وہ ملتان اور لاہور کے ہسپتالوں میں لے جا کر داخل کراتے اور اُن کے علاج کا بندوبست کرتے - کئی مریض تو وہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کے سپرد کر دیا کرتے تھے -

عوام میں علم دین پھیلانے کی خاطر انھوں نے پنجاب میں بھکر کے مقام پر ایک جامعہ بنام انوار باہوؒ کی بنیاد رکھی - اسی طرح اسی نام پر انھوں نے بلوچستان میں بھاگ (ضلع سبیؔ) اور ڈھاڈر (ضلع کچھی) میں دو اسلامی مدرسوں کی بنا ڈالی اور اپنی زندگی میں وہاں قرآن مجید کی تعلیم شروع کرائی -

یہ انھی کے مشن کا نتیجہ ہے کہ آج کوئٹہ کی وحدت کالونی میں، مستونگ میں سونگر کے مقام پر، قلات میں اور ٹمپل ڈیرہ میں انوار باہوؒ کے نام پر حضرت غلام دستگیر القادری اور حاجی سلطان نور حسین نے مدارس اسلامی کھول رکھے ہیں جو کامیاب اور خود کفیل ہیں -

سلطان محمد مشتاقؒ لاولد فوت ہوئے ہیں - سبیؔ اور موسیٰ خیل (ضلع لورالائی) کے مریدوں میں ان کی کئی کرامات مشہور ہیں -

سلطان محمد مشتاقؒ کی زبان پر اکثر سرائیکی کا یہ شعر رہا کرتا تھا :

اے دل نہ کر ارمان توں جو کجھ بنٹی واہ واہ بنٹی
مولا دی ہا ایہا کنٹی جو کجھ بنٹی واہ واہ بنٹی

## خلفاء

- **خلیفہ ملا معالی ڈھاڈہر والا**

مزار سبی میں موجود ہے - براہ راست حضرت سلطان باہوؒ سے فیض حاصل کیا - (آپ کا ذکر علیحدہ آئے گا)

- **خلیفہ عبدالعزیز یوسف زئی**

مزار قبرستان کیچی بیگ علاقہ سرآب میں واقع ہے - آپ نے سلطان صالح محمد سے فیض حاصل کیا - صاحب حال اور فنا فی الشیخ تھے -

• باغی فقیر سیستانی

علاقہ سیستان کا باشندہ تھا۔ اصل نام باغ علی تھا۔ جب خاران اور سیستان کے درمیان قبائلی جنگ ہوئی تو خاران کی طرف سے تمام بنگلزئی، گوہرام زئی اور رئیسانی قبائل لڑ رہے تھے۔ سیستان کا یہ جنگجو یعنی باغی فقیر گوہرام زئیوں کے ساتھ مل گیا اور باغی مشہور ہوا۔ اس موقع پر اسپلنجی کا احمد گوہرام زئی آپ کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ گوہرام زئی حضرت سلطان العارفین سلطان باہوؒ کے مرید تھے۔ وہ باغی کو سلطان محمد نوازؒ ابن سلطان نور محمدؒ کے وقت میں دربار شریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر باغی کے دل کی کیفیت بدل گئی۔ وہ جنگجو سپاہی اب جذب کی حالت میں آ گیا۔ کپڑے اتار پھینکے اور جسم پر ۲۵ سیر وزنی لوہے کے زنجیر لپیٹ لیے۔ سردی ہو یا گرمی جسم پر صرف ایک لنگوٹ باندھے رکھتا۔ اکثر یہ نعرہ لگایا کرتا تھا:

الا ای باغی سیستانی ۔ چرا مستی درین فانی
کہ در دنیا نمی مانی ۔ الا ای باغی سیستانی

اکثر ہُو حق باہو کے نعرے لگایا کرتا اور اس کے منہ سے جھاگ نکلتا رہتا تھا۔ وہ حضرت امیر سلطان ابن حضرت سلطان نور احمدؒ اور حضرت سلطان محمد نواز ابن حضرت سلطان نور محمدؒ کی محبت میں رہا۔ حضرت سلطان محمد نواز نے باغی پر شفقت فرمائی۔ اسے تلقین و ارشاد سے نوازا۔ چنانچہ اس نے علاقہ مستونگ میں کوشکک کی غار میں چالیس روز تک چلہ کشی کی اور صرف ایک کوزہ پانی کے ساتھ یہ دن گزارے۔ ایک بار باغی فقیر اپنے مرشد کے ساتھ علاقہ وزیرستان کے دورے پر گیا۔ واپس آ کر بلوچستان کے علاقہ قلات میں وفات پائی۔ اس کا مزار دشت کے علاقہ کھڈ کوچہ میں ہے۔ روایت ہے کہ ایک بار باغی کا شیر کے ساتھ آمنا سامنا ہو گیا تو شیر کو ڈنڈوں سے مار مار کر ہلاک کر دیا۔ جب کبھی دربار حضرت سلطان باہوؒ کا ارادہ کرتا تو حق باہو کا نعرہ لگا کر چلتی ہوئی ٹرین کو روک لیتا اور سوار ہو جاتا۔ یہ اس کا معمول تھا۔

• شاہوانی پیر

اصل نام محمد بخش تھا ۔ آپ کا تعلق مُغل شاہوانی قبیلے سے تھا ۔ ولادت کھڈ کوچہ (نزد مستونگ) میں ہوئی ۔ مدفن ضلع جھنگ میں دربار سلطان محمد نواز دربار حضرت سلطان باہو کے نزدیک ہے ۔ آپ نے سلطان محمد نواز (المتوفی ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء) ابن سلطان نور محمد سے بیعت کی ۔ اور انہی سے خلافت و دستار حاصل کی ۔ مرشد سے بیعت کرنے کے بعد قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کی ۔ پھر بلوچوں اور براہویوں کو رشد و ہدایت کا سبق دینا شروع کر دیا ۔ اکثر شاہوانی ان کے مرید ہوئے ۔

آپ نے شادی کی تھی ۔ بیوی فوت ہوئی تو مرشد نے فرمایا کہ شاہوانی پیر اب اور نکاح کر لو ۔ شاہوانی پیر نے اپنے قبیلہ پر نگاہ دوڑائی تو عرض کی ''میرے سب رشتہ دار اور قبیلے والے میری بیعت ہو چکے ہیں ۔ میں کس طرح اپنی مریدنیوں یا اپنے مرشد کی مریدنیوں سے نکاح کروں ۔ اب میں اسی طرح ٹھیک ہوں'' اور دوسرا نکاح نہ کیا ۔

شاہوانی پیر ایک بار کوئٹہ سے ٹرین کے ذریعے تقریباً چالیس براہویوں کے ساتھ عُرس کے موقع پر دربار شریف جا رہے تھے ۔ یہ سب کے سب ذوق و شوق سے سرشار تھے ۔ ایک ہی ڈبے میں بیٹھ گئے ۔ 'ہو حق' کے نعرے اور وجدانی کیفیت سفر میں بھی جاری رہی ۔ راستے میں شاہوانی پیر کو اونگھ آ گئی ۔ ان کے ایک ہمسفر اور پیر بھائی محمد حسین جوہانی نے انہیں جھنجھوڑا اور کہا ''اے شاہوانی پیر ہم سب کو ایک بلا ہڑپ کر گئی ہے ۔ ہم مر گئے ہیں ۔ ہمیں کیا ہو گیا ہے ؟'' شاہوانی پیر نے پوچھا ۔ ''کیا معاملہ ہے ۔ وہ بلا کہاں ہے ؟ ہم کیسے مر گئے ہیں ؟'' تو جوہانی نے ڈبے کی برچھتی کی طرف اشارہ کیا ۔

شاہوانی پیر نے دیکھا کہ ایک برہمن جس نے بھدرا کرا رکھا ہے ، لنگوٹ باندھے ، تن کر بیٹھا ہوا ہے اور اپنی مٹھیاں بھینچ رکھی ہیں ۔ اس نے اپنی استدراجی قوت سے ان تمام براہوئی زائرین پر ایسا اثر ڈالا کہ سب کا ذوق و شوق ختم ہو گیا اور وجدانی کیفیت کافور ہو گئی ۔

شاہوانی پیر نے فوراً حضرت سلطان باہو کے دربار کا تصوّر کیا اور اِلاّ اللہ کا نعرہ لگایا ۔ اس کے ساتھ ہی برہمن کے ہاتھ کی مٹھیاں کُھل گئیں ۔ اس کی استدراجی قوت ناکام ہو گئی اور شاہوانی پیر کے سب ساتھی بھی صاحبِ حال ہو گئے ۔ یہ واقعہ شاہوانی پیر نے دربار پہنچنے کے بعد خود اپنے مرشد سے بیان کیا تھا ۔

## مائی فاطمہ مستوئن

حضرت سلطان باہو نے (صاحب مناقب سلطانی کے بیان کے مطابق) مائی فاطمہ مستوئن ، قصبہ فتح خاں ، ڈیرہ غازی خاں ، کو پنگھوڑے جھلاتے ہوئے فیض عطا کر دیا تھا ۔

اسی صاحبِ حال مائی مستوئن سے مہیسر (ضلع سکھر) کے مخدوم نے فیض حاصل کیا ۔ مہیسر کے مخدوم اصل میں سیہڑ ذات یا قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے اور پھر مخدوم کہلائے ۔ سندھ اور بلوچستان میں اسی مہیسر کے مخدوم صاحب کے فیض سے کئی گدیاں قائم ہیں ۔ مثلاً

۱۔ کٹبار شریف (بیل پٹ ضلع کچھی ، بلوچستان) ان کا مفصل ذکر اسی تذکرے میں دوسری جگہ ملاحظہ فرمائیے ۔

**۲۔ لانڈھی (نزد نوتال ، بلوچستان)**

لانڈھی کے فقیر محمود کا وہاں مزار ہے ۔ آج بھی وہاں کے درویش صاحبِ حال ہیں ۔ فقیر محمود کے فرزند فقیر سلطان اور فقیر عبدالغفور تھے ۔ فقیر سلطان کا ایک فرزند مولوی عبدالحی اور فقیر عبدالغفور کا بیٹا فقیر عبدالرشید تھا جو حال ہی میں فوت ہوئے ہیں ۔ لانڈھی والے فقیر محمود سے سبی کے فقیر جان محمد مرغزانی نے فیض حاصل کیا اور صاحب ذوق و شوق درویش ہوئے ۔ فقیر جان محمد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی حضوری حاصل تھی ۔ اکثر دربار حضرت سلطان باہو ؒ زیارت کے لیے جاتے تھے ۔ ان کے فرزند فقیر گل محمد ، فقیر غلام محمد اور فقیر داد محمد ہیں ۔ فقیر جان محمد کا مزار سبی میں بمقام مرغزانی موجود ہے ۔

۳۔ میاں جی مراد بھٹی لزد بھر گڑی ریلوے اسٹیشن مقام وڈاہ

آپ نے بھی مخدوم مہیسر سے کسبِ فیض کیا ۔ یہ گدی قائم ہے ۔

۴۔ میاں محمد صدیق

مزار شہداد کوٹ میں ہے ۔ مخدوم مہیسر سے فیضان حاصل کیا ۔

مناقب سلطانی میں مندرج ہے کہ صدیق نامی ایک شخص جو ڈیرہ اسماعیل خاں کا رہنے والا اور قوم کا سیہڑ تھا ، اپنا گھر بار چھوڑ کر حضرت سلطان باہو کی خانقاہ مقدس میں آیا اور فیضان حاصل کیا ۔ اسے حضرت سلطان العارفین کی روحانیت سے اجازت ملی اور حکم ہوا کہ پہلے حضرت مائی صاحبہ غلام فاطمہ مستوئن کی زیارت کرنا جن کا مزار شریف دریائے سندھ کے مغربی کنارے پر ڈیرہ غازی خاں میں شہر فتح خاں کے قریب واقع ہے ۔ پھر لوہڑی شریف المعروف روہڑی سکھر میں جا کر رہایش اختیار کرنا ۔

جب محمد صدیق صاحب مرشد کامل کے حکم کے مطابق پہلے مائی فاطمہ مستوئن کی زیارت کے لیے آئے تو مزار میں مائی صاحبہ کو روز روشن میں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ مزار شریف سے کمر تک نکل کر ان سے مخاطب ہوئی کہ اے محمد صدیق ! مرحبا ! ہم نے تجھے خدا تعالیٰ کے حوالے کیا جیسا کہ تمھیں مرشد کامل قدس سرہ سے حکم ہوا روہڑی میں جانا ۔ لیکن ڈیرہ غازی خاں کی راہ اپنانا ۔ وہاں فلاں مسجد میں سلطان احمد مستوئی تعلیم حاصل کرتے ہیں ان سے ملاقات کرکے انھیں حصول علم کی تاکید کرنا ۔ خلیفہ محمد صدیق رخصت ہو کر ڈیرہ غازی خان پہنچے ۔ سلطان احمد مستوئی سے ملاقات کی اور پھر روہڑی پہنچے ۔

روہڑی میں آپ نے لوموسن شاہ[1] کے جنوب میں چھ کوس کے فاصلہ پر

---

۱۔ سید موسن شاہ گیلانی (علاقہ معروف لوموسن شاہ گھوٹکی) نے عہد طفلی میں حضرت سلطان باہو سے کسب فیض کیا ۔ حکم کے مطابق علم حاصل کرنے لگے ۔ جب علم مکمل ہوا تو مرشد کامل سے ملنے آئے مگر مرشد کا انتقال ہو چکا تھا ۔ اور مرشد اپنے مرید موسن شاہ کے لیے موت کے وقت اپنے ہاتھ سے 'اسم اللہ' لکھ کر چھوڑ گئے جس سے انھیں پورا فیض ملا ۔

محمود پور بریھہ میں رہایش اختیار کی ۔ اور عبادت الٰہی میں مشغول ہوئے ۔ اور وہیں شادی بھی کی ۔ ان کے بچے ان کے حکم کے مطابق ایک جنڈ کے درخت کے میوے پر ہی گزر اوقات کرتے تھے ۔ ان کی بڑی لڑکی مائی حوّا نے جب اناج کی خواہش کی تو فرمایا اسی جنڈ سے لے آیا کرو ۔ چنانچہ ہر روز اسی درخت سے ڈولی میں بند گندم انھیں مل جاتی جس پر بچے گزر اوقات کرتے ۔

روہڑی میں قیام کے دوران محمد صدیق صاحب ہر سال باقاعدگی کے ساتھ مرشد کامل حضرت باہو کے مزار پر عرس کے موقع پر آیا کرتے تھے اور ہر بار دو گدڑیاں درویشوں کے پہننے کے لیے لایا کرتے تھے ۔ ضلع کچھی (بلوچستان) سے سینکڑوں آدمی خلیفہ محمد صدیق سے ملنے کے لیے آتے اور فیضیاب ہوتے ۔ ان میں علاقہ کچھی کے ایک درویش میاں سلطان لوہار تھے ۔ میاں سلطان کے لڑکے فقیر محمد اور خلیفہ سلطان بھی صاحبِ حال ہو گزرے ہیں ۔ ان کے علاوہ علاقہ کچھی کے گاؤں سنجرانی کے خلیفہ سید محمد شاہ ہیں ۔ آپ صاحب مکاشفہ اور صاحب حضور تھے ۔ آپ کا بیٹا سید عثمان بھی پارسا اور عبادت گزار تھا ۔

● ملا مزار بدو زئی

اسپلنجی میں پیدا ہوئے ۔ سال ولادت معلوم نہیں ۔ سنِ وفات ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء ہے ۔ مدفن چتن علاقہ شاہی وہ تحصیل جھٹ پٹ (بلوچستان) میں ہے ۔

بلوچستان سے متعدد بار حضرت سلطان باہو کے دربار پر پہنچے ۔ اور ان کے سلسلۂ قادریہ سے منسلک ہو کر فیض باطنی حاصل کیا ۔ صاحبِ حال ہوئے اور اکثر سر مستی کے عالم میں شعر کہتے تھے ۔

● محمد یوسف بدو زئی

مولد اسپلنجی تھا ۔ مدفن بھی وہیں ہے ۔ سن ولادت معلوم نہیں ۔ سنِ وفات ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء ہے ۔

بارہا دربار حضرت سلطان باہو تشریف لے گئے اور سلطان العارفین سلطان باہو کے خاندان کے ایک بزرگ سلطان نور محمد (۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء—۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء) کے ہاتھ پر بیعت کرکے قادریہ سلسلہ سے منسلک ہوئے۔ اپنے مرشد کے بیحد شیدائی تھے اور اسی کو باعث افتخار سمجھتے تھے۔ فارسی اور براہوئی میں ایسی نظمیں کہیں جو عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ ایک نظم جو انھوں نے اپنے مرشد سلطان نور محمد کے حضور براہوئی میں کہی تھی اس کا ترجمہ ملاحظہ ہو :

ترجمہ : ''اے محبوب ! تو مجھے محبوب ہے۔ ایک بار تو مجھے آ کر مل۔ شکر ہے میں مسلمان ہوں اور تیرے دروازے پر آیا ہوں۔ میں تیرے دیدار کے لیے آیا ہوں ، تو اب توجہ فرما۔ تیرے کالے بال خمدار ہیں۔ اے محبوب ! میرے دل کو لوٹ گئے ہیں۔ مجھ سے اپنا راز نہ چھپا۔ مجھے آشنا ہونے کی اجازت دیجئے۔ حضورؐ میری شفاعت فرمانے والے ہیں۔ میرے گناہ معاف فرمائیے۔ حضورؐ ہی میرے لیے کافی ہیں۔ میرے گناہ در گزر کیجئے۔ یوسف عرض کرتا ہے کہ اے محبوب محمد مصطفیؐ میں تیرا ہی خادم ہوں''۔

گویا مرشد سے مخاطب ہوتے ہوئے حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور روحانی فیض کا خواہاں ہونا ہر صاحبِ طریقت کا منتہائے مقصود ہوتا ہے اور یہ صوفی شاعر بطریق احسن اس مقصد کی جانب رجوع کرتے ہیں۔

- **عبدو ملنگ بروہی**

علاقہ مستونگ کے رہنے والے تھے۔ ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں فوت ہوئے۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس اللہ سرہ کے خاندان کے مریدوں میں سے تھے۔ معلوم نہ ہو سکا کہ بیعت کس سے کی۔ البتہ حضرت سلطان محمد نواز ابن حضرت سلطان نور محمد کی صحبت میں کافی وقت گزارا۔ مجذوب الحال تھے۔ انھوں نے بروہی زبان میں حضرت سلطان العارفین کی مدح و عشق میں بیسیوں شعر کہے۔ وہ خود تو دیوانگی کی حالت میں رہتے تھے مگر افسوس

ہے کہ ان کا کلام کسی اور شخص نے بھی محفوظ کرنے کی کوشش نہیں کی ۔ ان کے چند براہوئی اشعار بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں ۔

ٹکٹ کرک راستیسٹ گوڑا سوار ماں بندا ریل ٹی
(اے بندے پہلے ٹکٹ خرید لے پھر ریل میں سوار ہو)
بے ٹکٹ نماں سوار مفیس ایڑے دھڑنگ خوار مفیس
(ٹکٹ کے بغیر سوار مت ہونا وہاں اتر کر خوار نہ ہونا)

● فقیر اللہ ورایا

قوم بھنگر ، علاقہ مندر مراد واہ تحصیل لہڑی کے رہنے والے تھے ۔ آپ کا مدفن مراد واہ میں ہے ۔

آپ نے سلطان نور محمد ابن سلطان غلام رسول جو حضرت سلطان العارفین سلطان باہو کی ششم پشت میں سے تھے ، کے دست حق پرست پر بیعت کی ۔ پچپن سال کی عمر پائی ۔ اپنے مرشد سلطان نور محمد کی وفات سے تین سال بعد داعیٔ اجل کو لبیک کہا ۔

ابتدا میں جب دربار شریف (جھنگ ، پنجاب) پر پہنچے تو چھ ماہ تک کچھ کھایا نہ پیا ۔ بات چیت بھی بہت کم کیا کرتے ۔ لوگ دیکھنے آتے تو اپنا رخ دوسری طرف پھیر لیتے ۔ اس کے بعد مرشد کامل کی توجہ سے اصل حالت میں آئے ۔ خور و نوش کا خیال کرنے لگے اور بات بھی کرتے ۔ تاہم بقیہ تمام زندگی فقیرانہ گمنامی میں گزاری ۔

دربار شریف پر اپنے مرشد سلطان نور محمد کا مال مویشی چرانے پر مقرر ہوئے ۔ بھینسیں چراتے اور ان کا بھی احترام کیا کرتے ۔ حتیٰ کہ جب کبھی مویشی کسی کے کھیت میں منہ مارنے لگتا تو ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر انہیں کھیت سے لوٹا لیتے اور کہتے تھے ”ہائے کیا کروں رانجھے کی بھینسیں ہیں“۔

فقیر اللہ ورایا ظاہراً تو ایسی گمنامی کی زندگی بسر کرتے رہے مگر باطن میں بڑا اونچا مقام پا چکے تھے ۔ ایک بار دربار کے چند خادموں کے ساتھ کسی بات پر تکرار ہو گئی تو فرمایا اچھا پھر میں آج ملتان جاتا ہوں اور یہ کہتے

ہوئے دریائے چناب میں چھلانگ لگا دی ۔ خادموں نے دیکھا کہ وہ دریا میں ڈوب گئے ہیں اور پھر نہیں ابھرے ۔ جب سلطان نور محمدؒ کو پتا چلا تو انھوں نے تلاش کے لیے کئی غوطہ زن اور تیراک بھیجے ۔ دو روز کی تلاش کے بعد تقریباً ۱۸ میل کے فاصلے پر رنگ پور کے قریب ان کا جسم دریا کی سطح پر تیرتا ہوا دکھائی دیا ۔ لوگ اسے کنارے پر لے آئے ۔ ہلانے جلانے پر جواب دیا کہ ''میں تو ملتان جا رہا تھا''۔ جب انھیں مرشد کا پیغام دیا گیا تو اٹھ کھڑے ہوئے اور واپس آ گئے ۔

فقیر اللہ ورایا کہا کرتے تھے ''میں کسی کو عشق کیا سکھاؤں یہ بھی کوئی سکھانے کی چیز ہے''۔

● خلیفہ مُلا معالی

آپ نے سلطان العارفین حضرت سلطان باہو (۱۰۳۸-۳۹ھ/۱٦۲۸ء — ۱۱۰۲ھ/۱٦۹۰ء) کی زندگی میں ہی اُن سے فیض حاصل کیا تھا اور اس طرح بلوچستان میں حضرت سلطان العارفین کا سلسلۂ طریقت پھیلانے میں انھیں تمام خلفاء میں اولیت حاصل ہے ۔ اُن کا مزار کوڑک علاقہ سیوی (سبّی) میں ہے جو مری قبیلے کا مسکن ہے ۔ حضرت سلطان العارفین نے فرمایا تھا کہ مُلا معالی درویشوں میں مثل گُل ہے ۔ مناقب سلطانی کے مطابق سلسلہ قادریہ حضرت سلطان باہو کو مریوں کے علاقہ اور ڈھاڈر سبّی میں پھیلانے میں ملا معالی اور اُن کے سجادہ نشینوں کا بہت زیادہ حصہ ہے ۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ اب بھی ملا معالی کی زیارت کو آتے ہیں ۔

مُلا معالی کے ہمراہ حضرت سلطان العارفین کی خدمت میں دو درویش ملا مصری اور عالم شاہ بھی آئے تھے ۔ ملا مصری کا مزار تو خاص قصبہ ڈھاڈہر والہ میں ہے اور عالم شاہ درویش کی خانقاہ قندھار کے نواح میں ہے ۔ حضرت سلطان العارفین کے سلسلۂ طریقت سے مری قوم کا زیادہ روحانی تعلق اسی زمانے سے چلا آ رہا ہے ۔ چنانچہ اب بھی کوہلو اور سبّی کے علاقہ سے بیسیوں کی تعداد میں مری حضرت سلطان العارفین کے دربار پر عُرس کے موقع پر حاضری دیتے ہیں ۔

کوہلو کے مری قبائل میں ایک خاندان میں تو کئی پشتوں سے حضرت سلطان العارفین کے خاندان سے خلافت لینے کا سلسلہ چلا آ رہا ہے - ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء میں کوہلو کے خلیفہ خان محمد پیر دادنی کا انتقال دربار حضرت سلطان باہو پر ہی ہو گیا تھا - چنانچہ اس کا مزار حضرت سلطان نور محمد و حضرت سلطان محمد نواز کی قبروں کے غربی قبرستان میں موجود ہے -

خلیفہ خان محمد مری، بڑے صاحب درد انسان تھے - ہر سال بیسیوں مریدوں کے ساتھ دربار حضرت سلطان العارفین پر باقاعدگی کے ساتھ زیارت کو آتے تھے - وہاں صدقہ دیتے اور خیرات کرتے تھے -

● خلیفہ عبدالعزیز یوسف زئی

آپ کی ولادت قلعہ کانسی کوئٹہ شہر میں ہوئی - جمعرات ۱۵ شعبان ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء کو وفات پائی اور کیچی بیگ (سرآب کوئٹہ) کے قبرستان میں دفن ہوئے - آپ نے علاقہ سرآب کلی کیچی بیگ کے شاہوانی قبیلہ سے زیادہ اُنس ہونے کے باعث کیچی بیگ میں ہی سکونت اختیار کی -

حضرت سلطان باہو قدس اللہ سرہ کی اولاد میں سے پانچویں پُشت میں ایک بزرگ سلطان صالح محمد ابن سلطان غلام باہو سے فیض معرفت حاصل کیا - اکثر وجد و سرمستی کے عالم میں رہتے تھے - متشرع اور پاکباز تھے - انہوں نے حضرت سلطان العارفین کے سلسلہ طریقت کو سندھ اور ناڑی (ضلع کچھی) کے علاقوں میں پھیلانے میں کافی سرگرمی سے کام کیا - چنانچہ سندھ اور بھاگ ناڑی کے علاقوں میں ہزاروں لوگ خلیفہ صاحب موصوف کے ہاتھ پر بیعت ہوئے - علوم دینی اور صفائے باطن کے باعث علاقہ سرآب میں سب سے زیادہ معزز شخصیت مانے جاتے تھے - زبان میں تاثیر تھی جو بات کہتے پوری ہو جاتی - ان سے متعلق کئی کرامات ان کے مریدوں میں مشہور ہیں - ایک سال سرآب کے علاقہ میں ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی - علاقہ کے معززین نے خلیفہ صاحب سے وبا کا حال بیان کیا - تو خلیفہ صاحب نے 'حق باہو' کا نعرہ لگایا اور سجدے میں گر گئے - تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھایا اور فرمایا جاؤ اللہ تعالیٰ کے فضل

سے میرے مرشد کامل نے اطلاع دی ہے کہ وبا ختم ہو گئی ہے۔ البتہ دو شخص مر جائیں گے۔ پھر فرمایا ''حاجی زرین شاہوانی! تمھاری بہن اور تمھارا چچازاد بھائی خوشدل خاں مر جائیں گے''۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا اور اس کے بعد ہیضے کی وبا بھی ختم ہو گئی۔

خلیفہ صاحب کی اولاد آج بھی کلی کیچی بیگ میں سکونت پذیر ہے۔

## ۱۳۵

## سلطان حمیدالدین حاکم قریشی ہنکاری

آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول ۵۷۰ھ/۱۱۷۴ء میں کیچ مکران میں ہوئی۔ آپ کا اسم گرامی شیخ حمیدالدین، کنیت ابو حاکم اور لقب سلطان التارکین تھا۔ آپ اشعار میں حاکم تخلص کرتے تھے۔ آپ کا سلسلۂ نسب چند واسطوں سے حضرت ابوسفیان بن حارث سے جا ملتا ہے۔

شیخ حمید الدین بن سلطان بہاء الدین بن سلطان قطب الدین بن سلطان رشید الدین بن سلطان ابو علی بن شیخ المشائخ شیخ موسیٰ ہنکری بن شیخ ابوطاہر بن شیخ المشائخ ابراہیم ابوالحسن علی ہاشمی ہنکاری بن شیخ محمد ہنکری بن شیخ یوسف ہنکاری بن شیخ شریف عمر بن شیخ شریف عبدالوہاب بن حارث قریشی۔

آپ نے اکیس سال تک کیچ مکران (بلوچستان) میں نہایت عدل و انصاف سے بادشاہی کی۔

''ذکر کرام'' میں آپ کے ترکِ سلطنت کا بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آپ اپنی حکومت کے زمانے میں دوپہر کو ایک باغ میں قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ اس باغ اور محل کی نگرانی اور آپ کی خدمتِ فرش گستری نونت نامی ایک لونڈی کے ذمہ تھی۔ وہی ہمیشہ آپ کا بستر بچھاتی تھی۔ ایک روز آرام کے لیے

تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ کے بستر پر نونت لونڈی سو رہی ہے - یہ دیکھ کر آپ کو بہت غصہ آیا اور اسے کوڑے لگانے کا حکم دیا - جس پر فوراً عمل ہوا - لونڈی ہر کوڑے پر چیخنے کے بجائے ہنستی تھی - آپ اس کے اس انداز پر حیران ہوئے - سبب پوچھا تو وہ متانت سے کہنے لگی کہ میں سوچتی ہوں جب اتنے اچھے بستر پر ایک دفعہ سونے کی یہ سزا ہے تو ان لوگوں پر کیا گزرے گی جو ہمیشہ اس پر آرام کرتے ہیں - آپ اس کے اس جواب سے اتنے متاثر ہوئے کہ سلطنت چھوڑ کر زہد و ورع کی جانب رُخ کیا - (ایک دوسری وجہ بھی بیان کی گئی ہے جو ''مشایخ ہنکار'' میں درج ہے)-

ازاں بعد آپ اہل و عیال سمیت لاہور پہنچے اور اپنے نانا حضرت سید احمد توختہ کے دستِ حق پرست پر طریقۂ شطاریہ میں بیعت کی اور ان سے خرقۂ خلافت حاصل کیا -

حضرت سید احمد توختہ نے وصال کے وقت شیخ حمید الدین سے کہا کہ صاحبزادے ! اب تمہارا حصہ ایسے شخص کے پاس ہے جو سلسلۂ سہروردیہ میں مرید ہے - چنانچہ آپ اپنے مرشد کی وصیت کے مطابق بغداد میں شیخ شہاب الدین سہروردی کی خدمت میں حاضر ہوئے - شیخ شہاب الدین نے انھیں بشارت دی کہ تمہارا حصہ شیخ رکن الدین ابوالفتح بن صدر الدین بن عارف بن شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے پاس ہے - یوں تو ان کا زمانۂ ولایت قریب نہیں تاہم مجھے توقع ہے کہ تم اس عہد کو پاؤ گے اور ان سے اپنا حصہ حاصل کر لو گے -

شیخ شہاب الدین سہروردی کے ارشاد کے مطابق شیخ حمید الدین ملتان پہنچے اور ایک لمبی مدت تک شیخ رکن الدین کی ولایت کا انتظار کیا - جب شیخ رکن الدین (۶۳۵ھ/۱۲۳۷ء ۶۹۰ھ/۱۲۹۱ء) مسند شیخت پر جلوہ افروز ہوئے تو شیخ حمید الدین نے ان کی خدمت میں حاضری دی - اور ان سے سلسلۂ سہروردیہ میں بیعت ہو کر خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے - بعد ازاں اُچ اور سکھر کے درمیانی علاقے میں تبلیغ اسلام اور ارشاد و ہدایت

میں منہمک رہے۔ اس کے بعد آپ قلعہ مئو میں تشریف لے گئے۔ جسے رائے ساہسی دوم نے تعمیر کرایا تھا ۔ یہاں آپ کے باعث متعدد ہندو دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔

شیخ حمید الدین نے ایک سو سرسٹھ (۱۶۷) برس کی عمر میں ۱۲ ربیع الاول ۷۳۷ھ/۱۳۳۶ء کو رحلت فرمائی ۔ سلسلہ سہروردیہ میں آپ نے سب سے لمبی عمر پائی ۔ ''ذکر کرام'' میں تحریر کیا گیا ہے کہ آپ کی وفات ملتان میں ہوئی مگر تحصیل رحیم یار خاں (بہاول پور ڈویژن) کے ریلوے اسٹیشن ترنڈہ سے جانب شمال چار میل کے فاصلہ پر بمقام مئو دفن کئے گئے ۔ آپ کے ملفوظات ''گلزار حمیدیہ'' کے عنوان سے طبع ہوئے۔ یہ کتاب آج کل ناپید ہے ۔ شیخ شہراللہ لنگاہ ملتانی نے جو سلطان حسین لنگاہ کے معاصر اور اپنے دور کے ولی اللہ تھے ''تذکرۂ حمیدیہ'' کے نام سے فارسی میں اپنے پیر طریقت سلطان التارکین حمید الدین حاکم کی سیرت مرتّب کی ہے جس کا اردو ترجمہ غلام دستگیر نامی نے کیا جو لاہور سے ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۹ء میں شائع ہوا ۔

چونکہ بلوچ حضرت حمید الدین حاکم کے مرید تھے اور آپ نے خود اور آپ کے خاندان نے کافی عرصہ تک بلوچوں پر حکومت کی تھی اس لیے آپ بلوچوں کو ''شیر بچگان'' سے موسوم کرتے تھے ۔

شیخ شہر اللہ لنگاہ نے شیخ جمال آچی علیہ الرحمتہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ''بھکر اور ملتان کے گرد و نواح میں لتھ قوم نے لوٹ مار سے ایک قیامت برپا کر رکھی تھی ۔ کوئی شخص امن چین سے زندگی بسر نہیں کر سکتا تھا ۔ ایک دن سلطان التارکین شیخ حمید الدین حاکم علیہ الرحمۃ خوشی کے عالم میں بیٹھے تھے ۔ چند مریدوں نے حاضر ہو کر التماس کی کہ حضرت ہم لتھ قوم کے ڈاکوؤں کے ہاتھوں سخت پریشان ہیں ۔ آپ کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے ۔ ازاں بعد ڈھاٹا کھول کر مغرب کا رخ کر لیا ۔ ایک سندھی فقیر نے جو حضرت سے کافی بے تکلف تھا ، عرض کیا کہ مغرب سے ٹھنڈی ہوا آ رہی ہے ۔ شاید جناب نے اسی وجہ سے اس جانب منہ کر لیا ہے ۔ فرمایا ، یہ بات نہیں بلکہ قوم لتھ کے استیصال کے لیے اپنے شیر بچگان کو بلا رہا ہوں ۔ شیخ جمال آچی فرماتے ہیں کہ آپ کے اس ارشاد کے تھوڑا عرصہ بعد بلوچ قوم گروہ در گروہ اس طرف بڑھنا شروع ہوئی اور اس نے قوم لتھ کو کلیتہً ختم کر دیا۔''

## ۱۳۶

# حضرت پیر سلطان قیصر

پیر سلطان قیصر کے حالاتِ زندگی پردۂ اخفا میں ہیں ۔ ان کا مزار ضلع چاغی میں ہے ، جہاں ایک روایت کے مطابق سانپ بکثرت موجود ہیں مگر وہ کسی کو گزند نہیں پہنچاتے ۔ اسی طرح ایک پہاڑ کوہ سلطان[۱] آپ کے نام سے منسوب ہے ۔ ابتدائی ایام زندگی میں آپ ایک راہزن تھے ، ڈاکہ اور چوری آپ کا

---

۱۔ فیریئر کہتا ہے کہ کوہ سلطان پہ بکھری ہوئی عظیم ڈھلوان چٹانیں بڑی حیرت انگیز گونج پیدا کرتی ہیں ۔ ایک ہی لفظ بار بار وقفے وقفے سے دوھرایا جاتا ہے جیسے کہ کئی ایک کوہ سلطان ہوں ۔

یہ سلطان جس نے تمام کوہ سلطان کے وسیع سلسلے میں ہیبت پیدا کی ہے ایک قدیم دیو مالائی شہرت کی حامل شخصیت ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اسی قرب و جوار میں دفن ہے اس کا پورا نام سلطان پیر قیصر تھا"۔

جیاگرافل جرنل جلد نہم ۔ کیپٹن ایم سی ماہن ۱۸۹۷ء

"ان گونجوں کو میں ایک ایسی عجیب و غریب آواز سے منسوب کروں گا ، جسے ایک طبل جنگ یا ایسا نقارہ فرض کیا جا سکتا ہے جسے پیر سلطان بعض خاص راتوں کے درمیان بجایا کرتا ہے ۔ یہ مظاہرہ شندی کوہ کی چوٹی پر ہوتا ہے یعنی ڈھلوان چٹانوں کے مغربی دائرے کی چوٹیوں میں سے ایک پر ۔ میں نے یہ آواز ایک موقع پر سنی ہے ، جب میں وشاب کے مقام پر شندی کوہ سے قریب ہی اپنے پڑاؤ میں مقیم تھا ۔ یہ واضح ، ہلکے ہلکے ارتعاش کے ساتھ بلند ہوتی ہوئی آواز دور کسی دھات کے بجتے ہوئے ڈھول کی طرح تھی جو لمحہ بہ لمحہ تیز اور حیرت انگیز طور پر بلند ہوتی جائے ، اور بعض اوقات رات کے آخری لمحوں میں تو یہ گھنٹوں سنائی دیتی تھی ۔ ممکن ہے ایسا ہو کہ جہاں کہیں وادی میں ہوا بے حد کم ہو تو اس کی آواز پہاڑ کی چوٹیوں پر اس گونج کے رنگ میں انتہائی شور اور شدت سے سنائی دیتی ہو ۔ کوہ سلطان اور وہ تمام معدنیات جو اس میں موجود ہیں ، پیر کی ذاتی جائیداد سمجھے جاتے ہیں ۔ اس کے پاس پڑوس میں سانپوں کا مارنا بھی نحوست کا سبب سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ پیر کے زیر حفاظت خیال کیے جاتے ہیں ۔"

ہند کے طبقات الارض کے جائزے کی یادداشت،
حصہ دوم جلد ۳۱ ۔ ورنیڈرن برگ

مشغلہ تھا ۔ ایک رات ایک دنبہ چوری کر کے اپنے گھر کی طرف جا رہے تھے ۔ راستے میں ایک عورت ملی ۔ اُس نے آپ سے کہا میرے بچے بھوکے ہیں ، میرا شوہر کئی دنوں سے تلاش رزق میں گھر سے باہر گیا ہوا ہے ، میں اُس کے انتظار میں اس کا راستہ دیکھ رہی ہوں ۔ آپ کو اُس کی حالت زار پر رحم آیا ، دنبہ ذبح کیا اور کباب بنا کر ان کی شکم سیری کرائی ۔ اُس عورت نے ان کے حق میں دعا کی کہ "اے رب العزت ! تیرے اس بندے نے ہمیں بھوکوں مرنے سے بچایا ہے تو اس کی مراد پوری کر اور حضرت ﷺ کے صدقے میں اسے فردوسِ بریں کی نعمتوں سے مالا مال کر" ۔ عورت کی دعا قبول ہوئی اور تیمر ڈاکو ، پیر سلطان بن گیا ۔ یہ آپ کا آخری ڈاکہ تھا ۔ اب آپ عبادت و ریاضت میں مصروف ہو گئے اور باقی عمر اسی میں گزار دی ۔

روایت ہے کہ ایک قافلہ اونٹوں پر کھجوریں لادے جا رہا تھا ۔ آپ سے مڈھ بھیڑ ہوئی ، آپ نے پہلے شتربان سے پوچھا کہ کیا لے جا رہے ہو ؟ اُس نے سوچا کہ یہ بتاؤں گا کہ کھجوریں ہیں تو اونٹ سے اُترنا پڑے گا اور شاید انھیں کھجوریں بھی دینی پڑیں ۔ اُس نے کہا "نمک ہے"۔ آپ نے کہا "اچھا نمک ہی ہوگا" ۔ آخری شتربان سے بھی یہی پوچھا ، اُس نے ٹھیک ٹھیک بتایا اور کچھ کھجوریں آپ کو دے بھی دیں ، جب قافلہ شہر پہنچا تو پہلے شتربان کی کھجوریں واقعی نمک بن گئی تھیں ۔

ایک اور روایت ہے کہ ایک قافلے کا ایک کمزور اونٹ بوجھ کی زیادتی کی وجہ سے قافلے سے پیچھے رہ گیا ۔ چلتے چلتے وہ گر پڑا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی ۔ شتربان نے دل ہی دل میں آپ کو یاد کیا ۔ تھوڑی دیر میں ایک سفید ریش بزرگ آیا ، حالت پوچھی ۔ پھر جیب سے کوئی چیز نکال کر اونٹ کی ٹانگ میں ٹھونک دی ۔ اونٹ ٹھیک ہو کر چلنے لگا ۔ آپ نے کہا کہ جب اسے ذبح کرو تو اس کی یہ ٹانگ دیکھ لینا ۔ بوڑھے شتربان نے استفسار کیا "آپ کون ہیں ؟" آپ نے جواب دیا ، "تم نے کس کو یاد کیا تھا ؟"—— اور اس کے ساتھ ہی غائب ہو گئے ۔ کہتے ہیں کہ جب سالوں بعد اُس اونٹ کو ذبح کیا گیا تو اُس کے مالک کو اُس کی ٹانگ سے سونے کی کیلیں ملیں ۔

براہوئی اور بلوچی کے عظیم شاعر قیصر خان فقیر زئی (۱۸۷۰ھ—۱۹۶۱ء) نے آپ کے بارے میں ایک جگہ کہا ہے :

یا سخی سلطان کیس بنا پا ے
دشمن کہ بسونے دیگرو شامے

ترجمہ : اے سخی سلطان! ہماری مدد کیجیے دشمن تو شام کے وقت پہنچ گیا -

## ۱۳۷

## سنزر نیکہ

آپ فورٹ سنڈیمن سے ۷۳ میل کے فاصلے پر علاقہ کبزئی میں کوٹ قبول زئی کے مقام پر گوسہ میں دفن ہیں - آپ کے مزار کی نسبت سے کوٹ قبول زئی کو 'زیارت سنزر نیکہ' بھی کہا جاتا ہے - بے شمار لوگ عقیدت و احترام کے ساتھ مزار کی زیارت کرنے جاتے ہیں - سنزر نیکہ، سنزر خیل کاکڑ کے جد امجد ہیں - سنزر خیل کاکڑ کی دس شاخیں ہیں :

علی زئی ، عبداللہ زئی ، کبزئی ، حمزہ زئی ، نیسی ، حرم زئی ، کدے زئی ، عربی خیل ، تیمنی اور بڑزون -

سنزرنیکہ کے والد محترم کا اسم گرامی کاک تھا - آپ کے چار بھائی سنٹیا ، ترغری ، سرگڑئی اور حسنیڑ تھے - آپ کی والدہ سیدہ تھی -

آپ کی ذات گرامی کا تذکرہ، لوک گیت اور عوامی اصناف شعر میں کہیں کہیں ملتا ہے - سنزر نیکہ کے مزار پر گنبد موجود ہے - اس کے ساتھ ہی کمرے میں ایک اور بزرگ کا مزار بھی ہے جو روایات کے مطابق حضرت سید گڑے نیکہ ہیں جن کا تعلق سادات کے مشہور قبیلہ 'تارن' سے ہے - وہ بزرگ بھی ولی اللہ تھے - کہتے ہیں کہ ان کی اور سنزر نیکہ کی آپس میں گہری دوستی تھی - عوام میں دونوں کی بہت سی کرامات مشہور ہیں -

سنزر نیکہ کے مزار پر مجاور موجود ہے اور لنگر کا انتظام بھی ہے -
سنزر نیکہ کے بارہ بیٹوں کے مزارات حلقہ گوسہ ہی میں علاقہ کبزئی کے
'لواڑگ' (جسے بعض اوقات 'لواڑے' بھی کہا جاتا ہے) کے مقام پر ایک ہی
حد میں ہیں - جن کے باعث اب اس علاقے کو پشتو میں ''ددو ولسو زیارت'' (یعنی
بارہ بزرگوں کے مزارات) کے نام سے پکارا جاتا ہے - ان مزارات کے ارد گرد
چاروں طرف ایک دیوار بنائی گئی ہے - مجاور کے علاوہ لنگر کا انتظام بھی ہے-
یہ تمام اولیاء اللہ تھے- ان مزارات سے قریباً تین چار فرلانگ کے فاصلے پر سنزرنیکہ
کی بیٹی اور ان کی بہن کے مزار ہیں - یہ دونوں بڑی بڑی نیک اور پارسا تھیں -

## ۱۳۸

## پیر سُہری

آپ رند قوم کی بیروزانی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں - رند قوم کے زوال کے
بعد یہ قبیلہ بگٹیوں سے جا ملا - آپ کا مزار ڈیرہ بگٹی کے قریب پہاڑ کی عین
چوٹی کے اوپر واقع ہے - ہر سال بگٹی قوم کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں
دنبے خیرات کرنے کے لیے وہاں جاتے ہیں - آپ کا مزار تمام کوہستانی بلوچ
قبائل کی زیارت گاہ ہے - اسلام خان دوم تمندار بگٹی کے زمانے میں سکھ پنجاب
کے حکمران تھے - انھوں نے عمر کوٹ کے مقام پر سکھوں پر حملہ کیا - اُن
کا کمانڈر ہرسہ سنگھ اپنے ۵۰ ساتھیوں کے ساتھ میدان جنگ میں مارا گیا -
بگٹیوں نے سکھوں کے جھنڈے اور ڈھول چھین لیے جو یادگار کے طور پر سہری
کے دربار میں آج تک آویزاں ہیں - ماضی کے اکثر شعرا نے اپنے کلام میں آپ
کی تعریف کی ہے- مثلاً مست توکلی نے کہا تھا[1] :

پیر سہری ءَ داثناں شہباز القا

(پیر سہری و شہباز قلندر نے کئی القا میرے نصیب کرائے ہیں)

---

۱ - سرمست بلوچستان ، ذ بیہ ، سردار خان صفحات ۱۸۰ ، ۱۸۱ ، ۱۵۶ ، ۱۵۰ -
سہری یا سوزی یعنی سرخ - بعض آپ کو سرخ پیر بھی کہتے ہیں -

پیر ملتانے کل مدثاں گوں بھاولاں

(ملتان کے تمام پیر ، بھاول (مراد غوث بھاؤ الحق سہروردی) کے ساتھ
میرے مدد گار ہیں)

ننگریں سہری دودا[۱] بھاولاں[۲] سخی

(سخی پیر سہری دودا اور بھاولاں سخی)

سھواں پیر یاد ثاں آں ہفتیں ولی

(اور سہوان کے قلندر شہباز اور ہفت ولی کو میں نے یاد کیا)

آپ کی کرامتوں کے بارے میں کئی کہانیاں مشہور ہیں - کہا جاتا ہے کہ آپ خضر علیہ السلام سے بھی ملے تھے - پیشے کے لحاظ سے آپ چرواہے تھے - سلویا اے - میتھسن (S. A. Matheson) لکھتی ہیں[۳]- ''وہ ایک چرواہے تھے جب کہ چار دوست جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے بعد باری باری خلیفہ بنے تھے ، ظاہر ہونے اور اُن سے ایک بکری مانگی - اُنھوں نے کہا کہ ریوڑ میں صرف ایک بکری اُن کی اپنی ہے چنانچہ وہ بکری انھوں نے اُن چاروں کو دے دی جنھوں نے اُسے بھونا اور کھایا - جاتے ہوئے وہ پیر صاحب سے کہہ گئے کہ جب کبھی وہ بے روزگار ہوں وہ اپنی بکریاں خود لے لیں اور اُن کو الگ رکھیں - وہ ایسی ہوں گی آج تک کسی نے نہیں دیکھیں - انھوں نے سوری کو ایک لاٹھی بھی دی اور کہا کہ جب پانی کی ضرورت ہو اسے تھوڑا سا زمین میں دھنساؤ تو وہاں سے پانی نکل آئے گا - اب پیر سہری پانی کی تلاش میں ریوڑ کو میلوں لیے پھرنے کے بجائے وہ لاٹھی ذرا سی زمین دھنساتے تو وہاں سے پانی پھوٹ بہتا - جب ریوڑ کے مالک کو اس بات کا علم ہوا تو اُس نے سہری کو ایک صاحبِ کرامت فقیر قرار دیا -

---

۱ - سردار دودا خان والد مبارک خان مری - متوفی ۱۲۵۷ھ - ۱۸۴۱ء
۲- سردار بھاولاں خان مری ولد دوست علی خان - متوفی ۱۲۲۰ھ - ۱۸۰۵ء
۳ - سلویا اے - میتھسن - دی ٹائیگرز آف بلوچستان - آرتھر بارکر لمیٹڈ ، ۵ ونزلے سٹریٹ لنڈن ڈبلیو ۱ ، ۱۹۶۷ء

اس وقت تک چرواہا پھر ایک بکری کا مالک بن چکا تھا جو اس کی مزدوری متصور ہوئی ۔ جسے انھوں نے باڑے میں رکھا ۔ جب وہ دوسری صبح جاگے تو انھوں نے دیکھا کہ باڑہ بکریوں سے بھرا ہوا ہے ۔ ان کا رنگ یا کم از کم ان کے کان سرخی مائل خاکی ہیں ۔ اس قسم کی بکریاں اس سے پہلے اس علاقے میں کبھی نہیں دیکھی گئی تھیں ۔

ایک دن بلیدیوں کے ایک گروہ نے آن کا سر قلم کر دیا اور آن کا ریوڑ ہانک کر لے گئے مگر پیر سوری نے اپنا سر اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیا اور ڈاکوؤں کا تعاقب کرنے لگے ۔ وہ ڈاکو دہشت کے مارے تھر تھر کانپنے لگے اور ان کے پاؤں پکڑ کر معافی مانگنے لگے ۔ پیر صاحب نے آنھیں معاف کر دیا اور اسی طرح سر کے بغیر اپنے گھر پہنچ گئے وہاں ہمیشہ کے لیے مرنے کی تیاری کرنے لگے ۔ مرنے سے پہلے انھوں نے اپنے لڑکوں کو وصیت کی کہ وہ آن کو ایک اونٹ پر باندھ دیں اور اس جگہ آن کا مزار بنا دیں جہاں اونٹ بیٹھ جائے اور آگے جانے سے انکار کرے ۔ اونٹ نے چار مختلف جگہ وقفے سے آرام کیا ۔ ان چاروں جگہ ''کاہر'' کے درخت پیدا ہوئے اور آخر کار اس علاقے کی سخت اور کھردری چٹانوں کے سلسلے کی چوٹی پر فروکش ہو گیا۔''

وہیں آپ کا مزار ہے جس کے بارے میں شروع میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔

## ۱۳۹

## حضرت سید احمد

آپ کا تعلق حضرت سید دُر جہاں بخاری کی اولاد سے ہے ۔ جو پشین میں سکونت پذیر ہے ۔ آپ کی اولاد کو احمدونی سادات کہتے ہیں ۔ جو احمدون نامی کلی (جسے امندون بھی کہا جاتا ہے) میں رہتے ہیں ۔ احمدون بھی دراصل آپ کے نام احمد سے ہی منسوب ہے ۔

آپ بڑے ولی اللہ تھے ۔ آپ کا مزار مرجع خلائق ہے ۔

۱۳۵

## حضرت سید پیر بلو

آپ افغانستان کے رہنے والے تھے ۔ انہیں علوم شرع پر پورا عبور تھا ۔ وہ صاحب کشف و کرامات تھے ۔ بچپن ہی سے عبادت گزار تھے اور ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔ آپ کے والدین کی خواہش تھی کہ اُن کا فرزند دین کے بجائے دنیا اور امور دنیوی کی طرف متوجہ ہو۔ چنانچہ وہ آپ کی عبادت میں مخل ہونے لگے۔

مجبوراً آپ کو اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا ۔ آپ کوئٹہ پہنچ کر سریاب روڈ کے کنارے بیٹھ گئے اور ذکر الٰہی میں مشغول ہو گئے ۔ آپ کے پاس بڑی تعداد میں لوگ آنے لگے اور فیضان حاصل کرنے لگے ۔

روایت ہے کہ افغانستان کے چند تاجر بر صغیر پاک و ہند سے واپس اپنے وطن جا رہے تھے ۔ انہوں نے وادیٔ شال (کوئٹہ کا قدیم نام) میں پہنچ کر سید پیر بلو کے فیضان کا شہرہ سنا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ ان میں سے ایک تاجر نے آپ کو پہچان لیا اور آن کے والدین کو اطلاع دے دی ۔

آپ کے والد جو بہت ضعیف ہو چکے تھے، اپنے بیٹے کے پاس آئے اور انہیں گھر چلنے پر مجبور کرنے لگے ۔ حضرت پیر سید بلو چونکہ دنیاوی کاموں میں پڑنا نہیں چاہتے تھے اس لیے ایک دم غائب ہو گئے ۔ سریاب روڈ پر واقع آپ کی خانقاہ پر آج بھی لوگ بڑی تعداد میں حاضری دیتے ہیں ۔

۱۳۶

## حضرت سید دُر بلیل

کہا جاتا ہے کہ آپ چار بھائی تھے ۔ چاروں 'سب تحصیل سنجاوی' (ضلع لورا لائی) کے علاقہ پوئی میں آئے تھے ۔ آپ کا نام سید در بلال تھا ۔ بعض تاریخوں میں سید در بلیل درج ہے ۔

جب آپ اس علاقہ میں آئے تو اُن دنوں پوئی نامی کلی کا نام جلال آباد تھا ۔ یہاں کے لوگوں نے آپ کو آزمانے کے لیے کہا کہ اگر واقعی پیر اور سید ہیں تو اس بہتے ہوئے پانی کو دودھ میں بدل دیں ۔ روایت ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ کیا اور دعا کی کہ اے میرے مولا یہ پانی دودھ بن جائے ۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور بہتا ہوا پانی دودھ میں بدل گیا ۔

کچھ عرصے کے بعد جب لوگوں کا جی دودھ سے بھر گیا تو انھوں نے پھر آپ سے درخواست کی کہ ہمیں دودھ کے بجائے پانی ہی چاہیے ۔ آپ نے پھر بارگاہ ایزدی میں دعا کی جو منظور ہوئی اور دودھ دوبارہ پانی بن گیا ۔ اُس وقت سے جلال آباد کا نام 'پوئی' پڑ گیا ۔ پوئی پشتو زبان کے لفظ 'پئی' کی بگڑی ہوئی شکل ہے ۔ جس کا معنیٰ دودھ ہے ۔ انگریزوں نے 'پئی' کے بجائے پوئی لکھنا شروع کیا ۔ مقامی پشتو میں اسے اب بھی 'پوئی' کی بجائے پئی کہتے ہیں ۔ البتہ اب کوئی شخص بھی اسے جلال آباد کے نام سے نہیں پکارتا ۔

پوئی کا علاقہ بڑا سرسبز اور شاداب ہے ۔ سنجاوی سے براستہ زیارت کوئٹہ جانے والی سڑک کے قریب سنجاوی بازار سے ۱۴ میل کے فاصلہ پر کلی پوئی ہے ۔ لورا لائی سے بس بھی آتی جاتی ہے ۔

حضرت سید در بلیل بخاری کی اولاد کو 'پیچی' (پوئی یا پئی میں رہنے کی مناسبت سے) سادات کہا جاتا ہے ۔ پیچی سادات پوئی کلی کے علاوہ سب تحصیل سنجاوی اور بلوچستان کے دوسرے حصوں میں بھی سکونت پذیر ہیں ۔

کلی پوئی کے جس مقام پر آپ کا مزار ہے وہ 'سیر کی' کہلاتا ہے ۔ مزار بہت خوبصورت اور مرجع خلائق ہے ۔ وہاں باقاعدہ مجاور رہتا ہے ۔

۱۲۲

## حضرت سید محمود

آپ کے بارے میں کسی قسم کی معلومات نہیں ملتیں ۔ آپ کا مزار نوشکی سے چالیس میل دور زارو میں ہے ۔ میجر یکانگی آپ کو زندہ پیر تسلیم کرتے

ہیں - وہ لکھتے ہیں کہ ”تمام تاجر خدا کی خوشنودی اور پیر صاحب کی رضا جوئی کے لیے اپنے مال میں سے کچھ نہ کچھ نذرانہ ضرور دیتے ہیں۔“

آپ ایک جلالی طبیعت کے بزرگ تھے اور اس جلال کا اظہار اب بھی ہوتا رہتا ہے - میجر میکانگی نے کھجوروں کو نمک میں بدل دینے والا واقعہ آپ سے منسوب کیا ہے - حالانکہ بعض روایات کے مطابق وہ کرامت پیر سلطان قیصر کی تھی - صحیح علم تو خدا ہی کو ہے -

کہتے ہیں کہ آپ کے مزار پر صدقہ دیے بغیر مویشیوں کو چرنے کے لیے نہیں چھوڑا جاتا - ایک بار سید بلانوش کے گھرانے کا کوئی فرد آپ کے مزار پر آیا اور اونٹ چرانے کی ممانعت کے باوجود اپنا اونٹ چرنے کے لیے چھوڑ دیا - اونٹ گر پڑا اور اس کی حالت اتنی نازک ہو گئی کہ اسے ذبح کرنا پڑا - رات کو اس نے خواب میں حضرت سید محمود کو گھوڑے پر سوار پورے جلال میں دیکھا - اس نے خوفزدہ ہو کر سید بلانوش کو مدد کے لیے پکارا - وہ آئے اور کہا کہ صبح ایک ریوڑ آئے گا اس میں میرا دو سینگوں والا ایک دُنبہ ہے ، اسے دربار میں نذرانہ کے طور پر ذبح کر دینا ، ورنہ حضرت کا غصہ ٹھنڈا نہ ہو گا -

روایت ہے کہ ایک دفعہ ڈاکوؤں نے چند ہندوؤں کا پیچھا کیا ، وہ بھاگے بھاگے آئے اور مزار میں پناہ لی - ڈاکو اندر آئے تو ایک بڑا اژدھا نمودار ہوا اور وہ ڈر کے مارے واپس بھاگ گئے -

ایک اور روایت کے مطابق آج سے ساٹھ ستر سال پہلے تیمور نامی ایک شخص وجع مفاصل کی بیماری کی وجہ سے چلنے پھرنے سے عاجز آ گیا - مایوس ہو کر ایک رات اس نے اپنے آپ کو آپ کے مزار میں بند کر دیا - صبح وہ بالکل تندرست تھا - استفسار پر اس نے بتایا کہ رات خواب میں حضرت آئے تھے اور انھوں نے میرے پاؤں سے دو سرخ سیخیں نکالیں - میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنے آپ کو بالکل تندرست پایا -

کہتے ہیں کہ ایک بار کسی معتقد کے نذرانے کے دنبے کا گوشت بانٹا جا رہا تھا - بانٹنے والے نے ایک بوٹی اپنی پگڑی میں چھپا لی اس کی پگڑی کو آگ لگ گئی -

- ایک اور روایت یہ ہے کہ چند نوجوان آپ کے مزار کو آگ لگانے کی نیت سے آئے - جھاڑوؤں اور جھنڈے کو آگ لگائی مگر وہ فوراً بجھ گئی اور آگ لگانے والوں میں سے ایک کو اسی وقت لقوہ ہو گیا دوسرے پر فالج گرا -

## ۱۴۳

## حضرت الحاج سید محمد یعقوب

۲۷ ذی الحجہ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء بروز دوشنبہ صاحبزادہ قمرالدین کے ہاں کلی عبدالرحمٰن زئی پشین کے سید ہاشمی حسینی شادیزئی قبیلے میں ولادت فرمائی - چار سال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا - سات سال کی عمر میں والدہ کی خواہش کے مطابق اسلامی مدرسہ میں تحصیل علم کے لیے داخلہ لیا - گاؤں کے مدرسے میں ابھی ایک ہی سال تعلیم حاصل کی تھی کہ والدہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئیں - بارہ سال تک اسی مدرسے میں پڑھتے رہے ، بعد میں مختلف مقامات پر گئے اور علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے لیے کوشاں رہے - پہلے مدرسہ نعمانیہ دہلی میں پڑھتے رہے جہاں حضرت مولانا پردل صاحب سے گذشتہ کتب کا اعادہ کیا ، بعد میں جامعہ قاسمیہ دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا محمود الحسن صاحب کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے اور وہیں مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ آپ کی بھی دستار بندی ہوئی -

تحصیل علم کے بعد اپنے آبائی گاؤں لاجور میں مدرسۂ ضیاء العلوم کی بنیاد رکھی اور یہاں سے کئی طالبان علوم ظاہری و باطنی نے استفادہ کیا - پچاس سال یہاں درس و تدریس فرمانے کے بعد کلی نزکی تحصیل پشین کے ایک مدرسے میں صدر مدرس مقرر ہوئے - دو سال تک یہاں بھی فرائض منصبی بجا لاتے رہے - آخر ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء کو فوت ہوئے اور حضرت مودود چشتی کے قبرستان میں آپ دفن کئے گئے - آپ کے پانچ صاحبزادے ہیں : محمد علی نقیب ،

ضیاءالدین لاجوری ، سناءالدین پردیسی ، علاءالدین مجروح اور جلال الدین سوزانی ۔ آپ طالب علمی کے زمانے میں ہی بہت زیرک تھے ، جن مختلف کتابوں پر حواشی اور شروح لکھیں اور دیگر تصانیف میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں :

(۱) مرآۃ المفاتیح علیٰ مشکوٰۃ المصابیح (۲) سعادۃ الدارین علیٰ تفسیر جلالین (۳) فتح الغنی علیٰ تفسیر الحسینی (۴) ضیاء المضٰی المرضی علیٰ قاضی مبارک (۵) ماول علی المطول (٦) وافیہ علی الکافیہ (۷) علم علی السلم (۸) لآلی علی الخیالی (۹) مستغنی علیٰ شرح چغمنی (۱۰) منادی علیٰ زرادی (۱۱) ظرف طلائی علیٰ صرف بہائی (۱۲) ترکیب ماۃ عامل (۱۳) مخزن النجاح (۱۴) مجموعۂ شروح (۱۵) رسالۂ عروض (۱٦) رسالۂ میراث (۱۷) رسالۂ قوانین صرف (۱۸) رسالۂ قرات (۱۹) نورالحقیقہ (۲۰) رسالۂ خط و کتابت (۲۱) رسالۂ قواعد فارسی (۲۲) مجموعۂ بے نظیر (۲۳) مرغوب القلوب دیوان محمد یعقوب ۔

آپ عربی ، فارسی اور پشتو میں شاعری بھی کیا کرتے تھے ۔ آپ کا ایک مجموعۂ اشعار ''مرغوب القلوب دیوان محمد یعقوب'' بھی ہے ۔ اپنے لیے یوں دعا کرتے ہیں :

ضیق و تاریکش مگر دان قبر یعقوب ای کریم

چونکہ در دنیا ندیدہ عاشق مسکین غرض

۱۴۴

## سات براھیم خیل

یہ سب ایک ہی جگہ دفن ہیں ۔ ساتوں بزرگ مشہور ہیں ۔ ان کی اولاد سے کلی براہیم خیل ہری پال (عارف آل) میں تاحال سلسلے کے بزرگ موجود ہیں۔

## ۱۴۵

## سام خیل چہارتن (سلورتنہ)

ہندو باغ ضلع ژوب کے اطراف میں یہ چاروں بھائی ایک جگہ دفن ہیں ۔ سام خیل کاکڑ قبیلے سے ہیں ۔

## ۱۴۶

## سامن جان آغا

آپ کا نام حسام الدین تھا ، ترین قوم سے تھے ۔ خویدا زئی کلی میں سکونت تھی ۔ یہیں آپ کی تدفین ہوئی ۔ عابد اور زاہد انسان تھے ۔ آپ کے ہزاروں عقیدت مند ہیں ۔

## ۱۴۷

## سپر کئی پیر

آپ کا مزار میختر تحصیل بوری ضلع لورالائی میں ہے ۔ مقامی لوگوں کی روایت سے محمد اسماعیل سائل بیان کرتے ہیں کہ پہلے میختر کا نام سو بی تھا ، مگر جب سپرکی پیر نے سیلاب کی روک تھام کے لیے زمین میں کیل گاڑی تو یہ مقام ہمیشہ کے لیے سیلاب کی تباہی سے محفوظ ہو گیا اور اس کا نام میختر پڑ گیا ۔ میخ پشتو میں کیل کو کہتے ہیں ۔

## ۱۴۸

## سپین نیکه

سپین نیکہ تحصیل بوری ضلع لورالائی کے خنکی نامی گاؤں میں، دفن ہیں - زیارت پر مجاور بھی ہے - آپ کا تعلق سنزر خیل کاکڑ قبیلے سے ہے -

## ۱۴۹

## سر پریکڑے نیکه

آپ کا مزار لوڑی، علاقہ شبوزئی تحیل بوری میں ہے -

## ۱۵۰

## سرتور نیکه

بندو باغ کے قریب دفن ہیں -

## ۱۵۱

## سکندر نیکه

آپ فقیر زئی سنزر خیل کاکڑ ہیں - آپ کا مزار مرغہ فقیر زئی ضلع ژوب میں ہے -

## ۱۵۲

## سکیر نیکه

آپ فقیرزئی سنزر خیل کاکڑ ہیں - آپ کا مقبرہ بندو باغ کے بابو چینہ نامی گاؤں کے قریب ہے -

## ۱۵۳

## سادہ گل

میر زئی کاکڑ قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں - آپ کی تدفین تنگ حیدر زئی کے قریب ہوئی ہے -

## ۱۵۴

## سخی نیکه

مسلم باغ سے جنوب کی طرف ۲۰ میل پر یعقوب ماندہ کے کنارے آپ کا مزار ہے - کہا جاتا ہے کہ آپ نے سینکڑوں خربوزوں کو پتھروں میں تبدیل کر دیا تھا -

## ۱۵۵

## سعداللہ فقیر

آپ بیدار قوم سے ہیں - درگئی گاؤں تحصیل بوری ضلع لورالائی میں مدفون ہیں -

## ۱۵۶

## سعداللہ نانا

حمزہ زئی سنزر خیل کاکڑ ہیں ۔ لورالائی فورٹ سنڈیمن روڈ پر ۳۵ میل کے فاصلے پر برڈ گاؤں میں دفن ہوئے ۔

## ۱۵۷

## سلد نیکہ

آپ پشین میں مزری علاقہ کے آخری حصے میں ٹانگی نامی گاؤں میں دفن ہیں ۔

## ۱۵۸

## سلطان

ساراوان میں آزہرا کے مقام پر دفن ہیں ۔ آپ کے مزار میں پناہ لینے والے کو احتراماً یہاں کچھ نہیں کہا جاتا ۔

## ۱۵۹

## سلطان سمرقند بخاری

آپ کا مزار کنداوہ میں تیری کے قریب واقع ہے ۔

## ۱۶۰

# سلطان عارفی

آپ کا مقبرہ ساراوان میں نورگا زاہری کے مقام پر ہے ۔

## ۱۶۱

# سلیمان آخوند

آپ موہزئی حمزہ زئی سنزر خیل کاکڑ ہیں ۔ زالار علاقہ تھل چٹیالی تحصیل دُکی ضلع لورالائی میں دفن ہیں ۔

## ۱۶۲

# سمائیل نیکہ

آپ کا صحیح نام غالباً اسماعیل ہوگا ۔ آپ کا تعلق کبزئی سنزر خیل کاکڑ قبیلے سے ہے ۔ ضلع ژوب کی تحصیل قلعہ سیف اللہ کے کبزئی گاؤں میں مدفون ہیں ۔

## ۱۶۳

# سودل نیکہ

آپ شہباز زئی فقیر زئی سنزر خیل کاکڑ ہیں ۔ آپ کا مزار سرکی کاریز کے قریب ضلع ژوب میں ہے ۔

## ۱۶۴

## سولوکئی نانا

شیرزئی حمزہ زئی سنزر خیل کاکڑ ہیں ۔ میختر میں دفن ہیں ۔

## ۱۶۵

## سید محمد

سید محمد کا تعلق غورے زئی کاکڑ قبیلے سے ہے ۔ توئی ور ضلع ژوب میں دفن ہیں ۔

## ۱۶۶

## سید نوروز

آپ کا مزار جھالاوان میں منگا چر کے مقام پر ہے ۔

## ۱۶۷

## بزرگانِ شاہ پور

چھتر کے علاقہ میں شاہ پور کا قصبہ صوفی ساداتِ کرام کا مسکن ہے ۔ اس خاندان کے یکے بعد دیگرے کئی ولی پیدا ہوئے ۔ ان میں سید حسن شاہ بڑے نامور گزرے ہیں جن کی نظر کیمیا اور عمل کریمانہ تھا ۔ اطرافِ کوہستان کے وحشی قبائل آپ کی ایک نظر سے گھائل ہو کر مطیع و فرمانبردار ہو جاتے تھے ۔ حاکمانِ وقت نے خاندان کو بڑی بڑی جاگیریں عنایت کیں جن کی آمدنی سے وہ مساکین اور مسافروں کی دل کھول کر خدمت اور مدد کرتے تھے ۔

## ۱٦٨

# شاہ بلاول

آپ کا مزار شاہ بلاول گاؤں کے پاس اور ہب ندی (ضلع لس بیلہ) کے مغرب کی جانب ہے - آپ سندھ کے ایک سید تھے اور ۹۰۰ ہجری کے لگ بھگ ''لاہوت لامکان'' میں مقیم ہوئے - جہاں سے موجودہ مقام پر منتقل ہوئے -

وہاں پہلے ایک باغ تھا جس کا مالک گوکل نامی ایک ہندو تھا - ہندو اپنے بچوں کو جنیؤ پہنانے سے قبل ان کے بال اتروانے کی رسم یہیں ادا کیا کرتے تھے -

یہ مقبرہ ہب پہاڑیوں کے درمیان ایک تنگ وادی میں واقع ہے جو عمدہ دوامی چشمہ سے سیراب ہوتی ہے - یہ جگہ زرخیز ہے اور املی (تمر ہندی) ، آم اور جامن کے درخت یہاں کی اہم پیداوار ہیں - مقبرہ سے ملحق ایک مسجد اور قبرستان بھی ہے -

شاہ بلاول میں ہر سال ۱۱ رمضان المبارک کو میلہ لگتا ہے جس میں دور و نزدیک کے لوگ شامل ہوتے ہیں -

## ۱٦۹

# شاہ عبداللہ

آپ شاہ جعفر کے فرزند ارجمند تھے جو بی بی نانی (جن کا مزار بولان میں ہے) اور پیر غائب (جن کا مزار کھجوری میں ہے) کے بھائی تھے - ان کا مزار رودبار میں ہے - کہتے ہیں کہ رودبار میں ایک اژدہا تھا جو لوگوں کی بھیڑ بکریوں کا صفایا کیا کرتا تھا - کسی کی مجال نہ تھی کہ اسے ختم کر دے - کئی منصوبے تیار کئے گئے لیکن عملی طور پر سب ناکام رہے - مویشیوں

کے علاوہ جب لوگوں کو اپنی جان کا خطرہ بھی لاحق ہوا تو انھوں نے حضرت شاہ جعفر کو حقیقتِ حال سے آگاہ کیا ۔ آپ نے اس اژدہا کو مار ڈالا جس کے باعث لوگ مسرت و طمانیت سے جھوم اٹھے ۔ رودبار کے ایک معزز شخص نے اپنی بیٹی کی شادی آپ سے کر دی جس کے بطن سے شاہ عبداللہ پیدا ہوئے ۔

آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے والد بزرگوار کی نگرانی میں ہوئی اور ان سے فیض یاب ہو کر آپ نے ساری زندگی اسلام کے لیے وقف کر دی ۔ آپ کی متعدد کرامات مشہور ہیں ۔ آپ کا وصال قلات ڈویژن میں درنگ کے مقام پر ہوا جو نرمک میں واقع ہے ۔

لہڑی قبیلہ میں جس کے ہاں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو وہ ایک، بکرا یا دنبہ مزار پر لے جا کر ذبح کرتے ہیں ۔ سردار کے خاندان کے لوگ بکرے یا دنبے کی بجائے ایک بیل قربان کرتے ہیں ۔ نرمک کا ہر کاشتکار اپنی گندم کا ایک حصہ 'ٹک' کے طور پر مزار شریف میں پہنچا دیتا ہے ۔

## ۱۷۵

## پیر شاہ محمود

آپ آچ شریف کے شیخ تھے ۔ آپ کے مزارات جغدران پہاڑیوں میں چوتی اور بارکھان میں دھتی (لغاری بارکھان سرکل — تحصیل بارکھان) کے مقام پر واقع ہیں ۔ (قیاس ہے کہ ان میں سے ایک مزار یادگاری ہوگا) ۔ آپ بھیڑ کے دودھ پر گزر اوقات کرتے تھے ۔ روایت ہے کہ آپ کی دعا بارگاہ ایزدی میں قبول ہوئی تھی جس کے نتیجہ میں دھتی اور پھرابی میں پانی کا چشمہ پھوٹ بہا تھا ۔

کوہلو کے زرغون ، کھیتران اور دکی (لورالائی) کے لونی آپ کے مزار کی بہت توقیر کرتے ہیں ۔ لونی ہر سال بھیڑوں کے ایک گلے سے ایک بھیڑ آپ کی اولاد کو پیش کرتے ہیں ۔ جب کہ نندہ ناہار اپنی زمین کی پیداوار کا

سو لھواں حصہ دیتے ہیں ۔ مزار کے متصل تقریباً تیس ایکڑ زمین بھی ہے جس
کا مالیہ معاف ہے ۔

۱۶۱

## شاہ مردان

آپ کا مزار[1] کشن اور جوہان کے وسط میں قلات بولان روڈ پر واقع ہے ۔
اسے شاہوانی قبیلہ کے علاقہ میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے ۔ اور 'شاہ مردان
نا زیارت' کے نام سے موسوم ہے ۔ آپ کا اسم مبارک علی تھا لیکن عرف عام
میں شاہ مردان مشہور ہوئے ۔

بلوچستان کے صوفیائے کرام کے بارے میں یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ مسلمانوں
کو ظالموں اور کافروں کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے کبھی جہاد سے گریز
نہیں کرتے تھے ۔ آن میں سے کئی ایک حق کی خاطر شہید بھی ہوئے ۔

شاہ مردان کے زمانے میں بھی کافروں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا تھا ۔
لوگوں نے آپ سے مدد کی درخواست کی ۔ آپ نے پہلے بارگاہ خداوندی میں
گڑگڑا کر مسلمانوں کی نصرت کے لیے دعا کی پھر کافروں کو بھگا کر اس جگہ
پر پہنچایا جہاں آپ کا مزار ہے ۔ وہیں ایک زبردست جھڑپ ہوئی ۔ دونوں
اطراف کے کئی آدمی لڑائی میں کام آئے ۔ آپ لڑائی کے وقت ایک اونٹ پر سوار
تھے ۔ آپ کے اونٹ نے چھلانگ لگائی اور دو ہی چھلانگوں میں پہاڑی پر پہنچ
گیا ۔ وہاں اب تک اونٹ کے پیروں کے نشان موجود ہیں ۔

آپ کا مزار پہاڑی کے دامن میں پتھروں سے بنایا گیا ہے ۔ براہوئی
عزت و توقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں ۔ ہر سال لوگ زیارت کے لیے آتے ہیں اور
جانور قربان کیے جاتے ہیں ۔

---

۱۔ بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹرز ، جلد ششم ساراوان ، بمبئی ۱۹۰۷ء ص ۷۵

## ۱۷۲

# شمامو نیکہ

آپ شامزئی ، کیبزئی ، سنزر خیل ، کاکڑ کے جد اعلیٰ ہیں ۔ اپنے دور کے بزرگ تھے ۔ علاقے میں ان کی کئی کرامات مشہور ہیں ۔

آپ نے **سنزرنیکہ**[۱] ، **سید خوستی نیکہ**[۲] ، **سید گڑے نیکہ**[۳] ، **سید چرمی نیکہ**[۴] اور **محمد اسمعیل نیکہ**[۵] کے ساتھ مل کر کفار کے مقابلے میں جہاد کیا اور شہید ہوئے۔

شامو نیکہ اور سید خوستی نیکہ کے واقعات زبان زد خاص و عام ہیں ۔ ان کے مزار لواڑگی علاقہ عبداللہ زئی تحصیل فورٹ سنڈیمن ضلع ژوب میں مرجع خلائق ہیں ۔ مجاور موجود ہے اور لنگر کا انتظام ہے ۔

## ۱۷۳

# حضرت شے حسن

آپ کا شجرۂ نسب یوں[۶] ہے ۔

حضرت شےحسن بن حضرت بلانوش بن حضرت ملک ارقم بن حضرت پیر عمر بن حضرت شیخ عبدالعزیز بن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ۔

---

۱۔ سنزر خیل کاکڑ قبیلے کے جد اعلیٰ ۔
۲۔ سادات کے مشہور قبیلہ سید خوستی کے جد اعلیٰ ، بعض روایات کے مطابق ان کا نام ابو الفتح صفی الدین محمد ہے ۔ افغانستان کے 'خوست' نامی علاقے سے آئے تھے اس لیے اصل نام کی بجائے عرف عام میں ''سید خوستی نیکہ'' کےنام سےمشہور ہیں ۔ صاحبِ کرامت بزرگ تھے ۔
۳۔ سادات کے معروف قبیلے تارن کے فرد تھے ۔
۴۔ سادات کے مشہور قبیلے چرمی کے جد اعلیٰ ۔
۵۔ سنزر خیل قبیلے کی اسماعیل زئی شاخ کے جد اعلیٰ ۔ ان کا مزار علاقہ عبداللہ زئی ضلع ژوب میں ہے ۔ صاحبِ کرامت صوفی تھے ۔
۶۔ حضرت شے حسنؒ ۔ عبدالرحمان براہوئی ۔ آئینہ لاہور نومبر ۱۹۶۶ء

آپ کے دو صاحبزادے میر علی اور سید جلال تھے ، جو مغلوں کے نوشکی پر حملہ آور ہونے اور لڑائی کے دوران شہید ہوئے۔ دو صاحبزادیاں تھیں ، بی‌بی شے اسماعیل کی منکوحہ تھیں اور بسو بی‌بی کی شادی شیخ حسین سے ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک نوشکی کی مشہور زیارت گاہ ہے۔

روایت ہے کہ جب مغل نوشکی پر حملہ آور ہوئے تو وہ واپسی پر ایک ہزار مردوں اور عورتوں کو قیدی بنا کر لے گئے۔ حضرت شے حسن نے خاموشی اختیار کی اور صرف اپنے حرم کو لے کر پہاڑ پر چلے گئے۔ جب آپ کے والد حضرت سید بلا نوش تشریف لائے تو وہ سخت برہم ہوئے اور آپ کو ڈانٹا۔ آپ والد کی ڈانٹ ڈپٹ سن کر جلال میں آگئے اور اڑ کر پہاڑ کی اس چوٹی پر جا بیٹھے جو نوشکی سے ایک دن کی مسافت کے برابر ہے۔ وہاں سے آپ افغانستان کے سبزبار پہنچے۔ وہاں نماز ادا کی۔ لوگوں نے دیکھا تو وہاں جمع ہو گئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ فقیر کا کچکول بھر دو۔ آپ نے فرمایا کہ میں صرف اپنے ایک ہزار قیدی واپس لینے آیا ہوں۔ انہوں نے قیدیوں کی رہائی کے لئے یہ شرط رکھی کہ آپ ایک رات آگ میں رہیں تاکہ آپ کی کرامت دیکھ سکیں۔ آپ نے شرط منظور کرلی اور اپنے خلیفہ دیوانہ سے کہا کہ میں رات آگ میں بسر کروں گا تم میرے وضو کے لئے پانی لے آنا ، گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ آپ بسم اللہ پڑھ کر آگ میں داخل ہوگئے۔ ان کے ساتھ ایک بیل کو بھی ذبح کر کے آگ میں ڈال دیا گیا۔ صبح سویرے جب خادم پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ آپ سردی کے مارے کانپ رہے ہیں اور آگ کی حرارت سے آپ ذرا بھی متأثر نہیں ہوئے اور بیل جل کر راکھ ہو گیا ہے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک پھول بھی تھا۔ آپ اٹھے ، وضو کیا ، نماز پڑھی اور اپنے قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ کر دیا۔ سب قیدیوں کو حاضر کیا گیا مگر آپ کو کشف کے ذریعے معلوم ہوا کہ دو لونڈیوں کو اوپر کی منزل میں چھپا دیا گیا ہے جہاں وہ رو رہی ہیں۔ آپ نے مغلوں کے سردار میر عمر سے کہا کہ دو لونڈیاں ابھی تمہارے قبضے میں ہیں ، انہیں بھی رہا کرو۔ اس نے کہا کہ وہ دونوں مر گئی ہیں اور وہ دو قبریں انہی کی ہیں۔ آپ وہاں گئے اور ان قبروں میں مدفون مُردوں سے کہا کہ اپنے نام بتاؤ۔ انہوں نے اپنے نام بتا دیئے۔ آپ جلال میں آئے اور میر عمر سے کہا کہ تم نے غلط بیانی کی ہے۔

اور تھوڑی سی مٹی اُٹھا کر ہوا میں پھینک دی جس سے ہر طرف آگ لگ گئی۔ میر عمر فوراً کنیزوں کو لے آیا۔ آپ نے تمام قیدیوں کو وطن روانہ کیا اور خود اپنے خلیفہ دیوانہ کے ساتھ گرم سیل کی طرف روانہ ہوئے۔ صفار کے مقام پر آپ پہنچے تو وہاں وبا پھوٹ پڑی۔ لوگوں نے آپ سے درخواست کی۔ آپ مراقبے میں چلے گئے۔ اپنے خلیفہ سے کہا کہ اگر میں زمین کے اوپر یا اندر جانے لگوں تو مجھے پکڑ لینا اور جب میرا گھوڑا ہنہنائے تو اسے چارا ڈال دینا۔ استغراق میں آپ کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ گھوڑا ہنہنایا، خلیفہ آسے چارا ڈالنے لگا تو اس اثنا میں آپ زندہ زمین میں چلے گئے۔ چادر کا صرف ایک ٹکڑا باہر رہ گیا جسے زائرین نے تبرک سمجھ کر آپس میں بانٹ لیا۔ دیوانہ اب اس بات سے ڈرتا تھا کہ اگر شے حسن کے والد نے مجھ سے اپنے بیٹے کے متعلق استفسار کیا تو وہ کیا جواب دے گا۔ اور وہاں حضرت بلا نوش کو کشف سے معلوم ہوا تو آپ نے دیوانہ کے دونو ہاتھ کاٹ لینے کی قسم کھائی۔ دیوانہ نوشکی پہنچا تو لوگوں کی زبانی اس کو حضرت کے فیصلے کا پتا چلا۔ وہ چھپتا رہا۔ آخر سادات کے دستور کے مطابق حضرت سے معافی کی درخواست کی گئی اور بالآخر ان کو اس پر راضی کیا گیا کہ وہ اپنے وعدے کے مطابق دیوانہ کے کرتے کی آستینیں کاٹ ڈالیں۔ آپ نے ایسا ہی کیا اور ساتھ ہی اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔

تیسویں صدی عیسوی کے وسط میں ضلع نوشکی میں بشام نامی ایک مشہور شاعر ہوا ہے، وہ حضرت شے حسن کو یوں لکھتا ہے:-

شعرے آیتک ملائک شعر شے حسن رماغک

(اشعار غیب سے فرشتے لاتے ہیں پھر حضرت شے حسن مجھے ان کی تعلیم دیتے ہیں)۔

## ۱۷۴

## شے ڈاھی

ملات ذویرن کا ایک مشہور گیت[1] ہے:

---

۱- اِپٹمی آف دی گرامرز آف براہوئیکی، بلوچکی اینڈ دی پنجابی لینگوئجز۔ لیفٹننٹ آر۔ لیچ۔ لاہور۔ ۱۹۰۰ء۔ ص ۱۲۔

او زیبو ! نتے دیرایتے
نادیک ہنی ُنو نتے دیرایتے
گودی گدانا نتے دیرایتے
نادیگ پدینو نتے دیرایتے

ترجمہ :

اے حسینہ ! ہمیں پانی دو
تیرے ہاتھوں کا پانی شیریں ہے ، ہمیں پانی دے دو
اے خیمے کی ملکہ ! ہمیں پانی دے دو
تیرے ہاتھوں کا پانی خنک ہے ، ہمیں پانی دے دو

پروفیسر انور رومان[1] نے اس گیت پر تبصرہ کرتے ہوئے کیا صحیح بات لکھی ہے :

"براہوئیوں کو اگر پانی با افراط اور بروقت میسر آ جائے تو ان کی سر زمین گل و گلزار اور باغ و بہار بن جائے اور ان کے صدیوں پرانے آلام و مصائب ختم ہو جائیں ۔ پانی کی نایابی کا دکھ ان کے یہاں اتنا گہرا اور گھمبیر ہے کہ یہ اتنے مختصر ، لطیف اور دلنواز گیت میں بھی "نتے دیرایتے" کی التجائیہ لیکن تاریخی ترکیب میں ابھر آیا ہے ۔"

کوہک کا علاقہ (قلات ڈویژن) مقابلتاً زیادہ بنجر ہے ۔ اس سارے علاقے میں پینے کے پانی کے لیے کنواں تک موجود نہیں ہے ۔ یہ "نتے دیرایتے" جیسی تاریخی ترکیب کا عملی نمونہ پیش کرتا ہے ۔ لوگ صبح سویرے پانی لینے کی خاطر روانہ ہوتے ہیں اور مشکل سے عصر کے وقت واپس آتے ہیں ۔ اگر کسی کے پاس پانی کی کمی ہو تو وہ پڑوسیوں سے ادھار لیتا ہے جسے اسی صورت میں لوٹانا پڑتا ہے ۔ اسی بے آب و گیاہ خطے کو اللہ کے ایک برگزیدہ بندے (شے ڈاہی) نے اپنا مسکن بنایا ۔ شے "شیخ" کا مخفف ہے ۔ اور ڈاہی بلوچی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی خبر دینے والے کے ہیں ۔

---

۱۔ دی براہوئز آف کوئٹہ قلات ریجن ۔ پروفیسر ایم ۔ انور رومان ۔ کراچی ۱۹۶۰ء ۔ صفحات ۲۵ ، ۲۶ ، ۶۱ ۔

یہ نام خانہ بدوش بلوچوں میں مستعمل ہے ۔ آپ کا اصل نام پردۂ اخفا میں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ لوگوں کو ان کے دل کی باتیں بتاتے ہوں اور یوں 'ذابی' مشہور ہو گئے ہوں ۔ یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ نے کس سلسلہ میں بیعت کی تھی اور کوہک باہر سے یہاں پہنچے تھے یا یہیں کے مکین تھے ۔ اس علاقے کے لوگوں میں آپ کی کرامات مشہور ہیں ۔

بلوچستان میں پرانے وقتوں سے یہ رواج ہے کہ درویش فصل کی کٹائی کے موقع پر اپنے مریدوں کے پاس جاتے ہیں اور وہ انہیں اناج پیش کرتے ہیں جسے مقامی بولی میں 'ٹک' کہا جاتا ہے ۔ ایک مرتبہ آپ بھی مریدوں کے پاس جا رہے تھے کہ راستے میں ایک سید صاحب سے آمنا سامنا ہوا ۔ انھوں نے پوچھا کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں ۔ آپ نے جواب دیا "میں اپنے مریدوں سے 'ٹک لینے کے لئے کوہک جا رہا ہوں" ۔ یہ سنتے ہی سید صاحب برافروختہ ہو گئے اور کہنے لگے "کوہک کا علاقہ تو میرا ہے میرے علاوہ کسی کو ٹک لینے کی مجال نہیں"۔ جواباً شے ذابی نے فرمایا کہ میں فقط اپنے مریدوں کے یہاں جا رہا ہوں ۔ آپ کے مریدوں سے کوئی سرکار نہیں رکھوں گا ۔ وہ کہنے لگا آؤ مقابلہ کریں جو جیت جائے وہی اس علاقے کے 'ٹک' کا مالک بنے گا ۔ آپ نے اس سید کی بات مان کر اسے کرامت دکھانے کو کہا ۔ وہ کہنے لگا "سامنے جو جنگلی پستے کے چند درخت نظر آ رہے ہیں ، میں ان کو یہاں لے آؤں گا"۔ آپ نے اثبات میں سر ہلایا ۔ سید نے جنگلی پستوں کو آواز دی تو وہ ہلنے لگے لیکن اپنی جگہ سے نہ ہٹے ۔ دوسری اور تیسری بار بھی ان میں صرف حرکت پیدا ہوئی مگر انھوں نے اپنی جگہ نہ چھوڑی ۔ یہ دیکھ کر سید حیران رہ گیا ۔ اب شے ذابی نے اللہ کا نام لیا اور درختوں کو آواز دی ۔ درخت آپ کی جانب آنے لگے ۔ (اب بھی ایک سیدھی قطار میں کھڑے دکھائی دیتے ہیں) ۔ اس پر سید صاحب مطمئن نہ ہوئے اور کہا کہ سامنے پہاڑی پر جو سب سے بڑا پتھر نظر آ رہا ہے اسے تلوار کے ایک ہی وار میں دو ٹکڑے کر دیں ۔ شے ذابی نے ان سے کہا کہ آپ ہی پہل کریں ۔ سید صاحب نے اپنی تلوار پتھر پر ماری تو تلوار ٹوٹ گئی ۔ سید کے بعد آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر تلوار

کا ایک وار کیا۔ پتھر کے دو ٹکڑے ہو گئے - سید صاحب نے آپ کی برتری کو تسلیم کیا اور آپ کوہک پہنچ گئے -

جہاں کھڑے ہو کر آپ نے درختوں کو آواز دی تھی وہاں آپ کے معتقدین نے چاروں طرف پتھر رکھ دیئے ہیں اور یوں اس مقام کو محفوظ کر دیا ہے - اکثر لوگ اس جگہ شیرینی وغیرہ رکھ دیتے ہیں جو پرندوں کی خوراک بنتی ہے -

آپ کوہک ہی میں اللہ کو پیارے ہوئے اور وہیں مزار بھی ہے - آپ نے وصال کے وقت یہ وصیت کی تھی کہ میرے بعد اس مقام پر مسافروں کے لیے ایک سبیل بنا دینا اور اگر اس پر عمل نہ کیا گیا تو اس علاقے میں قحط رہے گا اور بارش نہیں ہوگی - لوگوں نے آپ کی وصیت کو نظرانداز کر دیا - نتیجتہً کوہک کا علاقہ خشک ہے - نہریں جو کبھی بہتی تھیں سوکھ چکی ہیں -

آپ کے مزار کے نزدیک لال رنگ کے سانپ ملتے ہیں جو کسی کو ڈستے نہیں - وہاں کے لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ سانپ رات کو اکثر ان کے بستروں میں گھس جاتے ہیں مگر کسی کو ضرر نہیں پہنچاتے -

آپ کی اونی ٹوپی ایک مدت تک مایوس العلاج لوگوں کے کام آتی رہی - ٹوپی کا ایک حصہ پانی میں ڈبو کر مریض کو پلا دیتے تھے جس سے مریض صحتیاب ہو جاتا تھا -

۱۷۵

# حضرت شے رجب

آپ سندھ کے بریجاہ تھے - نقل مکانی کرکے نیمرغ (قلات ڈویژن) پہنچے - وہیں سید کلان کی بیٹی سے شادی کی - سید کلان کی اولاد آج کل سید کلانی

کہلاتی ہے اور شرود کے علاوہ افغانستان کی سرحد سے متصل سرلٹھ پہاڑوں میں بھی اقامت گزین ہے۔ آپ صاحب حال بزرگ تھے۔ وفات کے بعد تیمرغ میں ہی دفن ہوئے۔ شے (شیخ) کا مقبرہ مغربی ساراوان، جھالاوان اور شمرود کے لوگوں کی زیارت گاہ ہے۔ ہر سال فصل کی کٹائی کے بعد میلے کے لیے ایک تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔ دور و نزدیک سے معتقدین جمع ہوتے ہیں۔ بھیڑ اور بکریوں کے نذرانے پیش کیے جاتے ہیں جو ذبح ہونے کے بعد لوگوں میں تقسیم ہوتے ہیں۔ تیمرغ کے لوگ اپنی زمینوں کی آمدنی کا چالیسواں حصہ "تک" کے طور پر ادا کرتے ہیں اور یوں زائرین کے لیے کھانے کا بندوبست ہو جاتا ہے۔

## ۱۷٦

## شہ کھٹے (شیخ کھٹے)

آپ قبیلہ کہیری سے تعلق رکھتے تھے۔ صاحب حال تھے۔ پندرہویں صدی کے اواخر میں ہو گزرے ہیں۔ آپ امیر چاکر سردار اعظم رند بلوچ (۱۵۵۵ء—۱۴۵۷ء) کے مرشد تھے۔

آپ ایک دن اپنے محافظ دستے کے ہمراہ کسی پہاڑ کے دامن میں ایک پگڈنڈی سے گزر رہے تھے کہ سامنے سے میر چاکر کے بہنوئی اور نامور بہادر میر بابر خان رند آگئے۔ آپ کے محافظوں نے مطالبہ کیا کہ وہ شاہ صاحب کے لیے راستہ چھوڑ دیں لیکن بابر رند نے انکار کر دیا۔ محافظوں نے برافروختہ ہو کر تیر چلائے اور اسے ہلاک کر دیا۔ اس انکار کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ ایک دفعہ چاکراعظم کے بھرے دربار میں میر بابر خاں نے یہ وعدہ کیا تھا اگر وہ کسی راستے پر چل پڑے تو پھر کوئی اس کا راستہ نہیں روک سکے گا خواہ اسے جان ہی قربان کرنا پڑے۔

اس واقعہ کے نتیجے میں میر بابر خان کے بیٹے امیر بیورغ نے ایک مدت کے بعد آپ کو اپنے انتقام کا نشانہ بنایا[1] ۔ آپ سبی کے شمال مغرب کی جانب ناڑی ندی کے کنارے مدفون ہیں ۔ زائرین زیارت کے لیے جاتے ہیں ۔ حضرت طوق علی مست بھی تشریف لے گئے تھے اور رات کا زیادہ حصہ وہیں گزارا تھا[2] ۔

## ۱۷۷

# حضرت شیر جان آغا قلندر گلنگوری

آپ کا مقبرہ نوشکی روڈ کے قریب گلنگور میں واقع ہے ۔ آپ خرکاری کرتے تھے ۔ ایک روز حضرت پیر عبدالسلام نے جو پیران پیر میں سے تھے، آپ کو دیکھا تو فی الفور آپ کی روحانی رغبت کا اندازہ لگا لیا ۔ انہوں نے آپ کو ہدایت کی کہ آپ کسی جگہ بیٹھ کر تبلیغ اسلام کا مقدس فریضہ ادا کریں ۔ لہذا آپ نے گلنگور میں عبادت شروع کر دی ۔ آپ صاحب کشف و کرامت تھے ۔ آپ سے بہت سے لوگوں نے فیضان حاصل کیا ۔ آج بھی آپ کے معتقدین بھاری تعداد میں موجود ہیں ۔

آپ کا ایک معروف واقعہ یہ ہے کہ انگریزوں نے ریلوے لائن بچھانے کے لئے جو نقشہ تیار کیا اس کے مطابق لائن آپ کے مزار کے قریب سے گزرتی تھی ۔ آپ نے اس لائن کے بچھانے والے انجینئر کو تین بار خواب میں کہا کہ لائن ہٹا کر بچھاؤ مگر انجینئر نے اپنا فیصلہ نہ بدلا اور لائن اپنے نقشے کے مطابق بچھا دی ۔ اس لائن پر جب تجرباتی ٹرین چلائی گئی تو وہ ٹرین آپ کی خانقاہ کے نزدیک پہنچ کر اُلٹ گئی ۔

---

۱- سرمست بلوچستان ، ذکیہ سردار خان صفحات ۳ ، ۴ ، ۷۶ ،
۲- ـــ ایضاً ـــ ص ۷۶
بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹئر ضلع سبّی حصہ سوم ، ص ۸۳

پھر بھی مذکورہ انگریز انجینئر اپنے ارادے سے باز نہ آیا اور لائن دوبارہ بنا دی ۔ اس کے اگلے روز ہی انگریز انجینئر کی لاش ایک درخت پر لٹکی ہوئی پائی گئی ۔ مجبوراً انگریزوں کو لائن بچھانے کا نقشہ تبدیل کرنا پڑا ۔

آپ سید پشتون تھے ۔ آپ کے مزار پر انوار پر ہر سال عرس باقاعدگی سے منایا جاتا ہے ۔

آپ کے بارے میں عوامی اصناف شعر میں بہت کچھ کہا گیا ہے جس سے آن کی ہر دلعزیزی اور لوگوں میں مقبولیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔

## ۱۷۸

## شاہ داھو

آپ کا مزار جوہان میں ہے ۔ کچھی کھری خاندان سے ہیں ۔ کرامت یہ تھی کہ اپنے مریدوں کی فصلیں آفات سے بچا لیتے تھے ۔

## ۱۷۹

## شاہ کمال پیر

آپ زیدی میں دفن ہیں ۔ کلاچی دریا کے کنارے خوبصورت روضہ بنا ہے ۔ سندھ میں نانگ کے مقام پر آپ کی اولاد رہتی ہے ۔

۱۸۵

## شمامو نیکه

ضلع ژوب علاقہ کاکڑ کی بابز ے قریب کوچےزئی کے مقام پر آپ دفن ہیں ۔ آپ کی اولاد سے ایک مشہور بزرگ گزرے ہیں ، جن کا نام اسماعیل نیکہ بتایا جاتا ہے اور مزار تھانہ مسافر پور ، کوئٹہ روڈ پر ہے ۔

۱۸۱

## شپڑ گوتے نیکه

آپ ضلع لورالائی کی تحصیل بوری میں شاہ کاریز اور پونگہ کے درمیان دفن ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کاکڑ تھے ۔

۱۸۲

## شاغ ' زیرک

یہ دو بھائی تھے ۔ شیخ قبیلے سے تھے ۔ ان کے مزارات برنائی کی کلی 'کلا' کے قبرستان میں ہیں ۔

۱۸۳

## شعبان پیر

آپ کا مقبرہ جھالاوان میں چھاتی کے قریب چھاپار کے مقام پر ہے ۔

۱۸۴

## شکرہ در نیکہ

آپ کا مقبرہ ژوب کے علاقہ شیرانی کے ایک مقام ڈرھیل کیمپ میں ہے ۔

۱۸۵

## شملی نیکہ

کرل قبیلے سے آپ کا تعلق ہے ۔ مزار تغرتو مزغی ، تحصیل ہندو باغ میں ہے ۔

۱۸۶

## شین حاجی

آپ کا مزار جھالاوان میں منگوچر کے مقام پر ہے۔

۱۸۷

## شیخ جلک

ملازنی سنزر خیل کاکڑ ہیں ۔ بندات حسین زئی تحصیل قلعہ سیف اللہ کے قریب دفن ہیں ۔

۱۸۸

## شیخ دارون نیکه

ہنو باغ کے جنوبی سمت میں آپ کا مزار ہے ۔

۱۸۹

## شیران نیکه

مزار مسلم باغ میں ہے ۔ روایت ہے کہ آپ نے ہیضہ کی وبا علاقے سے نکال باہر کی تھی ۔

۱۹۰

## شیخ تیمن

آپ سنزر نیکہ کے بیٹے بتائے جاتے ہیں ۔ آپ کی اولاد کو تیمنی کہا جاتا ہے ۔ آپ ولی اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ پشتو زبان کے ایک اچھے شاعر بھی تھے ۔ آپ کا کلام دستیاب ہے ۔ آپ نے سلطان غیاث الدین غوری کی مدح میں مندرجہ ذیل بیت کہے تھے :

غیاث الدین د غور زمریٔ عالیشان
د اسلام دین دده په توره روښان

(غیاث الدین غور کے عالیشان شیر ہیں اور دین اسلام آن کی تلوار سے روشن ہے)

ہندے روښانه په اسلام کړی نا
په کافرانوے ناؤرین کړی نا

(انھوں نے ہندوستان کو اسلام سے منور اور روشن کر دیا اور کفار پر
ہمیشہ کے لیے غم مسلط کر دیا ہے)

## ۱۹۱

## شیخ فرید نیکه

آپ کا مزار پشین میں کلی پیران میں ہے - آپ سید ہیں - مقبرہ پر گنبد بھی ہے - مزارات کے مولف سیال کاکڑ کے قول کے مطابق ایک پشتو ضرب المثل آپ کی روحانی شخصیت سے منسوب ہے :

شیخ فریده ، پټه خوله دی بهتری ده (کہاوت)

ترجمہ : شیخ فرید ! خاموش ہی رہنے میں آپ کی بھلائی ہے -

## ۱۹۲

## شیخ مانده بابا

پشین روڈ پر کوئٹہ کے قریب شارع عام کے ایک کنارے پر شیخ مانده بابا کا مزار ہے - قریبی ریلوے سٹیشن اسی نام سے منسوب ہے - عیدوں کے تہواروں پر یہاں میلہ لگتا ہے -

۱۹۳

## شیخ معروف نیکہ

گلستان میں داویان کے قریب ندی لوڑہ کے کنارے دفن ہیں ۔

۱۹۴

## شیخ موسیٰ نیکہ

آپ کا مزار ہرنائی میں سرلاٹڑ کے قبرستان میں ہے ۔

۱۹۵

## شیخ واصل

جھالاوان میں شیخ واصل ہی کے مقام پر دفن ہیں ۔

۱۹۶

## شاہ جمال

ان کا مزار میانی لس بیلہ میں ہے ۔ ہر سال جمادی الثانی میں میلہ لگتا ہے ۔

## ١٩٧

## شاہ حسین نیکہ

مزار آرگسہ تحصیل مسلم باغ میں ہے۔ عیسٰی خیل کاکڑ ہیں۔ منٹیا قبیلہ اِن کا بے حد احترام کرتا ہے۔ روایت ہے کہ ان کے ہاتھ میں ہر وقت بکری کا سینگ ہوتا تھا۔

## ١٩٨

## صابر شاہ

آپ پنجاب سے بھاگ تشریف لائے تھے۔ پیر روشن ضمیر کے نام سے بھی معروف ہیں۔ سنِ وفات ١٢١٠ھ ہے۔

## ١٩٩

## صاحب اکا

آپ کانسکازئی گاؤں تحصیل پشین میں دفن ہیں۔ ترین قوم سے آپ کا تعلق ہے۔

## ٢٥٥

## صوفی نیکہ

میاں خیل میرزئی سنزر خیل کاکڑ قبیلے سے ہیں۔ آپ کا مقبرہ ہنو باغِ میں بڑے بند کے قریب ہے۔

۲٥۱

## حضرت طاہر آب شناس

آپ بلوچستان کے مشہور سید قبیلہ ' تارن ' کے جد امجد تھے - آپ کا نام نامی سید طاہر تھا اور لقب تارن - اسی لیے اولاد کو " تارن " کہا جاتا ہے -

آپ حسینی سید ہیں - موسیٰ المبرقع کی اولاد ہیں - لوگ آپ کو ایک بہت بڑا ولی سمجھتے ہیں -

۲٥۲

## حضرت میاں عبدالحکیم نانا صاحب

میاں عبدالحکیم نانا صاحب ۱۰۹۰ھ/۱٦٧۹ء میں خانوزئی گاؤں میں پیدا ہوئے - آپ کے والد کا نام سکندر شاہ تھا - آپ ڈیوڈ زئی شموزئی سنٹیا کاکڑ تھے - " نانا " ان کا احترامی لقب ہے جو اردو کے " بابا " کا مترادف ہے مگر کثرتِ استعمال سے ان کے نام کا جزو ہی بن گیا - کہتے ہیں کہ میاں صاحب کے والد سکندر شاہ خود بھی صاحبِ بصیرت اور اہلِ کشف و کرامات میں سے تھے - انہوں نے ادھیڑ عمر میں شادی کی - میاں صاحب کی والدہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ان کے جسم سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں جنھیں وہ اپنے کپڑوں میں چھپا رہی ہیں - انھوں نے اپنے والد صاحب سے اس کا تذکرہ کیا تو انھوں نے اس کی تعبیر بتائی کہ خدا آپ کو ایک ایسا نیک بخت فرزند عطا کرے گا جس کے باطنی علوم و انوار سے دنیا منور ہو جائے گی - میاں صاحب اسی تعبیر کی مادی صورت تھے جن کے ظاہری اور باطنی علوم و کمالات سے قندھار ، پشین اور لورالائی کا سارا علاقہ فیضیاب ہوا -

میاں صاحب ابھی شیر خوار ہی تھے کہ ان کی والدہ محترمہ اللہ کو پیاری ہو گئیں ۔ ان کے والد نے دوسری شادی کی ۔ سوتیلی ماں کا سلوک ناروا اور تشدد آمیز تھا ۔ وہ گاؤں کے مدرسہ میں دوسرے بچوں کے ساتھ پڑھتے رہے ۔ ان دنوں انھوں نے گلستان ، بوستان ، شروط الصلوٰۃ پڑھیں ، مگر مسلسل زیادتیوں کے سبب انھیں گاؤں چھوڑنا پڑا ۔ وہ ابھی جوانی کی سرحدوں کو چھونے والے تھے ، انھیں پشین کے گرد و نواح کے مختلف گاؤں میں جا کر تعلیم حاصل کرنی پڑی ۔ اسی اثنا میں انھوں نے فارسی کتب صرف و نحو اور فقہ کی تعلیم حاصل کی اور قندھار روانہ ہو گئے ۔ وہاں ان دنوں یرویس کی حکومت تھی ۔ انھوں نے بہت جلد وہاں منطق ، بدیع ، معانی ، بیان ، اصول ، حدیث و تفسیر کی مکمل تعلیم کی تحصیل کرلی ۔ اس کے بعد انھوں نے تصوف و طریقت کی راہ اختیار کی ۔ پہلے پہل انھوں نے میاں سید لعل جیونکر باری رحمتہ اللہ علیہ کی مریدی اخیار کی ، مگر ان کے اشتیاقِ باطنی اور روحانی صلاحیتوں کا اندازہ کرنے کے بعد انھوں نے میاں صاحب کو اپنے استاد شیخ عبدالغفور نقشبندی کے پاس پشاور بھیج دیا ۔ انھوں نے بھی حسبِ مقدور ان کی روحانی تشنگی بجھانے کی کوشش کی ، مگر آخر انھوں نے بھی میاں صاحب کو اپنے استادِ مکرم میاں اللہ یار کے پاس لاہور بھیج دیا ، جہاں ان کی روحانی شخصیت کی تکمیل ہوئی اور مرشدوں نے انھیں خلافت کے خرقے دے کر رخصت کر دیا ۔ انھوں نے قادری اور نقشبندی دونوں طریقے حاصل کیے ۔ قندھار واپس پہنچے تو علوم ظاہر کی درس و تدریس کے ساتھ ساتھ انھوں نے تزکیۂ نفس و باطن کے لیے وعظ و ارشاد کا بھی آغاز کر دیا ۔ تھوڑے ہی عرصے میں ان کی شہرت دور دور تک پھیل گئی ۔ کہتے ہیں بدکار و بدکردار لوگ بھی ان کی ایک نظر سے تائب ہو کر صراطِ مستقیم اختیار کر لیتے ۔ انھوں نے کئی لوگوں کو روحانی مراتب بخشے ۔ مریدوں میں آئے دن اضافہ ہوتا گیا ، یہاں تک کہ حاسد اور کینہ پرور لوگوں نے بادشاہِ وقت ، شاہ حسین ہوتک کو میاں صاحب کی بے اندازہ مقبولیت کا خوف دلایا ۔ نتیجتہً اس نے حکم صادر کر دیا کہ میاں صاحب قندھار چھوڑ دیں ۔

میاں صاحب ۱۱۲۱ھ/۱۷۰۹ء سے ۱۱۴۹ھ/۱۷۳۶ء تک یعنی تقریباً پچیس سال قندھار میں رہے ، اس دوران میں پرویس خان ، عبداللہ خان ، شاہ محمود خان اور شاہ اشرف خان نے قندھار پر باری باری حکومت کی اور ان کے تعلقات میاں صاحب سے انتہائی خوشگوار رہے ۔ مگر شاہ حسین ہوتک نے ان کے بے شمار معتقدین اور مریدوں کے ڈر سے میاں صاحب کو شہر بدر کرنے کا حکم دیا ۔ کہتے ہیں جب میاں صاحب وہاں سے روانہ ہوئے تو انھوں نے غلجی اقتدار کے خاتمے اور قندھار کی بربادی کی بددعا کی ۔ انہی تلخ واقعات کا ایک گمنام عوامی پشتو شاعر نے اپنے " بدلہ " (عوامی صنف شعر ، پشتو) میں برملا اظہار کیا ہے ۔ گو کہ اس گیت نما نظم میں فنی اسقام اور اوزان کی چند ایک خامیاں نظر آتی ہیں ، مگر چونکہ یہ ایک واقعاتی نظم ہے ، اس لیے اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ، بلکہ اسے واقعات کی صداقت کے لیے پیش کرنے میں خاصی معاونت ملتی ہے ۔

(اردو منظوم ترجمہ[۱])

میاں جب شہر سے نکلے تو رویا حاکم دوراں
نہ تھی جائے اماں کوئی ، کہ سب تھے خوف سے لرزاں

میاں جب شہر سے نکلے ، چلے اشجار کوژک بھی
کوئی تھا سائباں اس کا ، کوئی کرتا قدمبوسی
میاں نے جب نظر کی ، رک گئے اپنی جگہ سب ہی
مگر جوڑنگ نخشہ ہمرکابِ مرشدِ دوراں

میاں جب شہر سے نکلے تو وہ کاریز میں ٹھہرے
کہا " سر کے چھپانے کو جگہ دو ، تم ہو سب اپنے "
مخالف ایک تھا ، اس کو ، گئے یہ بددعا دیتے
"کہ جا اب سلت پشتوں تک نہ اک سے دو ہوں تیرے ہاں"

---

۱- بشکریہ جناب سعید گوہر (لورالائی)

اس گیت میں درختوں کے چلنے اور مخالف کو بددعا دینے کا جو ذکر آیا ہے اس کے متعلق لوگوں میں جو روایات مشہور ہیں وہ یہاں بیان کی جاتی ہیں :

جب میاں صاحب کوژک پہاڑ سے اتر کر خانوزئی کی طرف جانے لگے تو پہاڑ کے درخت بھی ان کے پیچھے چل پڑے ۔ آپ نے اشارہ فرمایا ، تو وہ رک گئے مگر ایک درخت سات آٹھ میل تک ان کے پیچھے جاتا رہا آخر قلعہ عبداللہ شہر سے ایک دو میل اس طرف وہ بھی رک گیا ۔ اس درخت کو آج بھی ''جوڑنگ نخشہ'' کہتے ہیں ۔

اسی طرح روایت ہے کہ ایک بار لوگ میاں صاحب کو پشین میں رہائش اختیار کرنے کے لئے زمینیں دینے لگے ۔ مگر ایک شخص نے صاف انکار کر دیا ۔ میاں صاحب نے بددعا کی کہ سات پشتوں تک ترا ایک دو نہ ہو ۔ اور یہی ہوا کہ اس کی سات پشتوں تک ایک ہی اولاد ہوتی رہی ۔

ان کی روانگی کے وقت ان کے ہزاروں مرید اور معتقدین ان کے ساتھ تھے ۔ انہوں نے شہر سے نکل کر انہیں نصیحت کی کہ وہ اپنے گھروں کو لوٹ جائیں ۔ مگر اکثر مرید عقیدت کی وجہ سے ان کے ساتھ چلے آئے ۔ وہ کوژک پہاڑ سے ہوتے ہوئے خانوزئی اپنے آبائی گاؤں پہنچے ۔ والد مرحوم کا مزار بنایا ، ایک مسجد تعمیر کی اور اس کے ساتھ ایک باغ لگایا ۔ ایک سال تک وہاں قیام کیا ۔ مگر اعزہ و اقارب نے شاہ حسین کے خوف سے انہیں اراضی میں حصہ نہ دیا اور وہ وہاں سے ۱۱۴۷ھ میں دکی تشریف لے گئے ۔ ان کے مرید بھی ان کے ساتھ تھے ۔ یوسف کچھ ، کواس ، بغاو ، سالن ، بوری اور تل سے گزرے مگر کاکڑ قبیلے نے بھی ان کو جگہ نہ دی ۔ آخر چوٹیالی تھل کی ترین قوم نے انہیں زمین دی ۔ وہاں انہوں نے اپنی زندگی کے آخری چھ سال گزارے اور ۱۱۵۳ھ/۱۷۴۰ء میں وفات پا گئے ۔

وہ زندگی بھر مجرد رہے ۔ بعد میں ان کے سجادہ نشین سردار حاجی صورت خان ترین نے ان کا مزار تعمیر کرایا ۔

میاں صاحب کی بد دعا کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو میاں صاحب کے جانے کے تین سال بعد غلجیوں سے اقتدار چھن گیا اور نادر شاہ افشار وہاں کا حاکم بنا۔ آج تک دوبارہ غلجی قوم کو حکومت نہیں ملی۔ قندھار کی مٹی کی پریشان حالی کا اندازہ اس سے کیجیے کہ آج تک اس کی مٹی دور دور تک جاتی ہے اور وہاں اس سے برتن بنائے جاتے ہیں۔

ایک اور روایت ہے کہ ایک دن قندھار شہر میں گھوم رہے تھے کہ انھیں ایک بچہ نظر آیا۔ اسے پاس بلایا۔ دعا دی اور رخصت کر دیا۔ مریدوں کے استفسار پر میاں صاحب نے فرمایا کہ یہ بڑا نیک بخت بچہ ہے۔ اس کے ... پر بادشاہی تحریر ہے۔ اور یہی بچہ میاں صاحب کی وفات کے سات سال بعد تخت نشین ہوا جو تاریخ میں احمد شاہ ابدالی کے نام سے مشہور ہے۔

میاں صاحب کے پہلے خلیفے میاں نور محمد جیو درانی قندھاری تھے، جو ان کے ساتھ ہی بلوچستان آئے تھے اور یہیں فوت ہوئے۔ دوسرے خلیفے سرانان پشین کے ملا عثمان اخوند تھے۔ تیسرے خلیفے اڑک کے میاں محمد حسن یسین زئی تھے۔

میاں صاحب نے کئی کتابیں لکھی ہیں جو اکثر تصوف سے متعلق ہیں اور جو زیادہ تر فارسی میں ہیں۔ میاں صاحب کی چار کتابیں مجموعہ رسائل (جو عبدالحی حبیبی کے پاس ہے)، مقامات تصوف (مقامات التوحید)، رسائل حکیمیہ اور حصن الایمان ہیں۔ "مجموعہ رسائل" میں چھ باب ہیں جن میں تنزیہ، فیض، حقیقت صلوٰۃ و فقر، حقیقت محمدی اور بحث نفی و اثبات پر بہت عالمانہ اور محققانہ بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ تذکرہ علوم و معارف بھی ہے۔ "مقامات التوحید" قندھار میں شائع ہوئی ہے، باقی کتابیں ابھی تک قلمی صورت میں ہیں۔ "حصن الایمان" پشین خانوزئی کے باشندے حافظ خان محمد نے حاجی صورت خان صاحب ترین مرحوم کی فرمائش پر ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۲ء میں چھاپی تھی، جو ۸۷ صفحات پر مشتمل ہے۔ سرورق پر لکھا ہوا ہے:

"وقف من حاجی صورت خان ترین دکی۔ آلا إنّ اولیاء اللہ لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون۔ الحمد للہ و المنتہ کہ کتاب مستطاب تالیف

حضرت قطب الاقطاب عالم اجل فاضل اکمل شیخ شریعت و طریقت غوث زمان حضرت میاں عبدالحکیم کاکڑ افغان قدس سرہ العظیم المسمّٰی بہ مختصر حصن الایمان فارسی در عقائد مع سیرت حضرت ایشان بسعی و صحت و تالیف خان محمد تاجر کتب حسب فرمائش جناب خادم الفقرا و العلماً خان صاحب حاجی صورت خان ترین 'دکی - بوری - بلوچستان''۔

''حصن الایمان'' میں عقائد پر بحث کی گئی ہے - اسلوب بیان سہل اور دلنشین ہے - سوال و جواب کا انداز اختیار کیا گیا ہے - اہل سنت و جماعت کے عقائد پیش نظر رکھے گئے ہیں - دلائل دے کر وضاحت کی گئی ہے - آیات و احادیث کے حوالے بھی دیے گئے ہیں - کل آٹھ باب ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

| | |
|---|---|
| الباب الاول فی صفات اللہ | الباب الثانی فی عصمت الانبیاء |
| الباب الثالث فی احکام الایمان | الباب الرابع فی افعال العباد |
| الباب الخامس فی احکام الاخرۃ | الباب السادس فی عمل القلب |
| الباب السابع فی الابتلاء | الباب الثامن فی المتفرقات |

توحید کی یوں وضاحت فرماتے ہیں: ''بدانکہ توحید یکی گفتن است مر خدائے را عزّوجلّ و یکے دانستن است نہ از روی عدد زیرانکہ یگانہ از روی عدد آنرا گوید کہ ویرا دوم باشد و اللہ تعالٰی بمچنیں یگانہ بذات خود است کہ ہرگز از وی یگانگی نرود ازانکہ یگانگی از چیزے وقتی رود کہ ویرا ثانی مثل موجود باشد و خداوند تعالٰی 'منزہ است از مثل و مانند''۔

فی فضل البشر علی الملائکۃ کے تحت تحریر فرماتے ہیں: ''بدانکہ خواص بنی آدم یعنی انبیاء افضل اند از جملہ ملائک و عوام بنی آدم یعنی اتقیا افضل اند از عوام ملائک و خواص ملائک افضل اند از عوام بنی آدم و بدانکہ سجدہ ملائک مر آدم را علیہ سلام بطریق تحیت بود یعنی بمنزلہ سلام بود نہ بطریق عبادت زیراکہ سلام امتان پیشین بسجدہ بودی و در شریعت ما تحیت بسجدہ منسوخ شدہ است و سلام و مصافحہ بعوض وے مشروع گشتہ و سجدہ مر آدم علیہ سلام را بعد نفخ روح بود در زمین''۔

کتاب کے آخر میں تاریخ تالیف کو یوں ظاہر کیا ہے : "تمام شد کتاب منتخب حصن الایمان از تالیف عبدالحکیم قندھاری معروف بقوم کاکری بتاریخ سیزدہم ماہ رمضان المبارک فی یوم الاحد ۱۱۰۰ھ/۱۶۸۸ء" -

یہاں دو مخطوطات کا حوالہ دینا بے محل نہ ہوگا - یہ دونوں عزیز محترم جناب صاحب زادہ عبداللہ صاحب (پشین ضلع کوئٹہ پشین) کے ذاتی کتاب خانے میں ہیں - ان کا موضوع میاں عبدالحکیم کے روحانی اکتسابات کا ذکر ہے جو انھیں وقتاً فوقتاً اپنے مرشدوں اور پیشواؤں سے میسر آئے اور انھوں نے آگے اپنے ارادتمندوں کو بیان کیے - سلوک و معرفت سے متعلق مسائل کے بارے میں ان کے خیالات معلوم کرنے کے لیے ان رسائل کا مطالعہ ضروری ہے -

**۱ - رسالہ متعلق بہ اکتسابات روحانی میاں عبدالحکیم**

یہ رسالہ ۸۰ صفحوں پر مشتمل ہے - اس کے مؤلف کا نام اس پر درج نہیں - البتہ پہلے صفحے پر دو مہریں ہیں - پہلی مہر کی عبارت یوں ہے :

المتوکل علی اللہ الصمد عبدہ بر محمد ۱۲۱۳ھ/۱۷۹۹ء

دوسری مہر کی عبارت اس طرح ہے :

جہان پر علم ز نور محمد ۱۲۹۱ھ/۱۸۷۴ء

**۲ - تعلیم السلوک**

یہ رسالہ ۱۶۵ صفحوں پر مشتمل ہے - اس کے مؤلف کا نام "احمد بن اسماعیل ابدالی قندھاری" ہے - کتابت کا سال ۱۳۱۵ھ ہے -

ایک روایت یہ ہے کہ میاں صاحب نے وصیت فرمائی تھی کہ میری تمام کتابیں اسے دی جائیں جس کے لیے میری لائبریری کا دروازہ خود بخود کھل جائے - کہتے ہیں کہ ان کے ایک مرید عبدالحلیم سنزرخیل کاکڑ کے لیے یہ دروازہ کھلا تھا ، وہاں سے انھوں نے میاں صاحب کا عمامہ ، چادر اور تمام کتابیں اپنے قبضے میں لے لیں اور ان سب کو لورالائی لے گئے

کدیزئی لیے آئے ، جو سالہا سال تک محفوظ رہیں ، مگر بعد میں کتابوں کا بڑا ذخیرہ آج سے تقریباً پچاس سال قبل دفن کر دیا گیا ۔ مولوی مزمل اخوند زادہ مرحوم نے بتایا کہ ان کی حفاظت ممکن نہ تھی ۔ اب بھی ان میں سے کچھ کتابیں اس کتب‌خانے میں ہیں جو اکثر عربی میں ہیں ، جس پر میاں عبدالحلیم کی ۱۱۳۲ھ/۱۷۱۹ء کی ذاتی مہر بھی لگی ہوئی ہے ۔ ایک لحاظ سے اس کی تصدیق بھی ہوتی ہے کہ یہی عبدالحلیم نامی شخص احمد شاہ ابدالی کے یہاں نائب رہا ہے ، جو مالیہ وغیرہ متعلقہ علاقے سے وصول کرتا تھا ۔ اسی گھرانے میں وہ شاہی حکم آج بھی محفوظ ہے ، جو پکی کالی سیاہی سے کپڑے پر قلمی لکھا ہوا ہے اور اس پر بے شمار سرکاری مہریں ہیں ۔ عبدالحلیم کا مزار دو درگیوں کے درمیان تحصیل بورئی ضلع لورالائی میں ہے ۔

## ۲۵۳

# حضرت خواجہ عبدالحی جان چشموی

آپ حضرت خواجہ محمد عمر جان چشموی (المتوفی ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء) کے بڑے صاحب زادے ، سجادہ نشین اور خلیفۂ اعظم تھے ۔ جامع علم و عمل ، علوم عقلی و نقلی پر محیط اور اخلاق حمیدہ سے متصف تھے ۔ اس کے علاوہ اسرار ربانی سے واقف ، صاحب کرامات تھے ۔ آخر بیٹا اپنے والد کا نمونہ ہوتا ہے ۔

آپ کا وصال ۱۳ نومبر ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء کو ہوا ۔ حضرت خواجہ محمد عمر نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا کہ جب میرے والد بزرگوار حضرت خواجہ فیض الحق جان کا انتقال ہوا تو مجھ پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ۔ میں نہایت منقبض اور پریشان رہتا تھا ۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ بادشاہ ہمارا مہمان ہے ۔ پریشان ہوا کہ بادشاہ کی ضیافت کے لیے کیا انتظام

کیا جائے۔ اسی اثنا میں بیدار ہوا۔ صبح ہوتے ہی خواجہ آغا عبدالحی جان کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اُن کے دیکھنے سے انقباض اور پریشانی دور ہوئی اور دل میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔

حضرت صاحب نے خواجہ عبدالحی صاحب کی تربیت و تعلیم میں سعی بلیغ فرمائی۔ ایک بار سفر فرتضہ حج میں ان کو اپنا رفیق بنایا۔ مدینہ منورہ میں قاسم فیوض و البرکات رحمتہ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں انھیں حاضر کیا اور اُن کے لیے دعا فرمائی۔

خواجہ عبدالحی جان کو اُن کے والد محترم حضرت محمد عمر نے ذکر و ارشاد کی اجازت بہت پہلے دے رکھی تھی لیکن والد کی وفات کے بعد (یکم ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء) خواجہ صاحب تلقین و ارشاد میں اور زیادہ مصروف ہو گئے۔ اگرچہ آپ کا دل والد کی وفات کی وجہ سے غمگین تھا مگر اہل طریقت کی طرف سے وہ قطعاً بے اعتنا نہ ہوئے۔ آپ ہمیشہ اتباع سنت اور رضائے الٰہی کا خیال رکھتے۔ آپ کی گفتگو میں اللہ تعالیٰ نے اس قدر مقناطیسی کشش رکھی تھی کہ جب کوئی ان کی مجلس میں بیٹھ جاتا تو اس کا دل اٹھنے کو نہیں چاہتا تھا۔ اور اُن کی صحبت میں ماسوا یاد الٰہی کے اور کوئی چیز یاد نہیں آتی تھی۔

آپ کے ارشادات کو محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اُن میں سے ایک رسالہ مقصدِ تصوف یعنی ارشادالسالکین ہے۔ یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے۔ چند اقتباس ملاحظہ ہوں:

''مقصود از تصوف محبت و رضاء الٰہی است۔ محبت الٰہی مقتضائے روح است۔ روح بسبب مجبوری عشق الٰہی الست بربکم بہ لفظ قالو بلٰی ادا نمود۔'' (ص ۱۱)

''عشق ہماں چیزی است کہ ازاں سیر شدن را امکان نیست۔ گاہی عشق بجای میرسد کہ عقل عاجز میگردد۔ از زبان سالک الفاظ گوناگون بدر می آید۔ گاہی غلبۂ عشق بحدی می رسد کہ سراسر مستی در پیش می آید تا بدرجہ جذب میرسد۔ از تکالیف خطاب مبرا میگردد۔ اگر انسان بخواہشات نفسانی

مبتلا گردید نفس امارہ برسر اقتدار آمد روح بیچارہ پژمردہ و خوار و ذلیل در قفس کہ بدن است ایام بسر میکند لہذا سالک را باید کہ ہر وقت در انکسار باشد تا وقتیکہ گل بار خار نبرد گل نو بہار نشود و بر حالات و مقامات نازاں نشود ۔'' (ص ۲۰-۲۲)

مذکورہ رسالے سے ایک اقتباس کا ترجمہ بھی دیکھیے :

''خلاصہ یہ کہ سالک کے لیے بے حد ضروری ہے کہ کائنات کی تمام چیزوں سے اپنے آپ کو حقیر خیال کرے ۔ اگر اس میں فخر و غرور آ گیا تو معاملہ درہم برہم ہو جائے گا ۔ اگر اللہ کریم کا فضل شامل حال ہو تو سالک فخر و غرور سے محفوظ رہ سکتا ہے ۔ اور سالک کو ان منازل سے گزرنا بھی ضروری ہے کہ اللہ کی مخلوق کو رشد و ہدایت سے نوازے ۔ اور لوگوں کی اصلاح کی فکر کرے اور ذکر و فکر اور اللہ کی محبت میں مشغول رہے اور ہر وقت اللہ سے ڈرتا رہے اس لیے کہ یہ دنیا مومن کے لیے قید خانہ ہے ''۔

رسالے کے آخر میں خواجہ صاحب فرماتے ہیں ۔ ''سالک کو چاہیے کہ ہر فعل خالصتہً اللہ کی رضا کے لیے کرے خواہ وہ عمل ان امور میں سے ہو جن کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا مباح امور میں سے ہو یا ان چیزوں سے بچنا ہو جن کے کرنے سے روکا گیا ہے ۔ مثلاً کسی سے محبت ہو تو وہ اللہ کے لیے ہو اور اگر دشمنی ہو تو وہ بھی اللہ کے لیے ہو ۔ اپنے اہل و عیال کے لیے نفقہ حاصل کرنا ہو تو وہ بھی اللہ کے لیے ہو ۔ اسی طرح اگر کوئی نوکری کرے تو اس میں بھی حقدار کو اس کا پورا پورا حق دینا ہوتا ہے وہ بھی اللہ کے لیے ہو اور اسی طرح حکومت (جس کے ذریعے ظالم اور مظلوم کے درمیان انصاف کرنا ہوتا ہے) بھی اللہ کے لیے ہو اور سونا ، آرام کرنا جس سے دماغ کو تازگی حاصل ہو اور پھر اس کے بعد اللہ کے لیے تعلیم یا عبادت میں مصروف ہو یہ سب کچھ اللہ کے لیے اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے ۔ ۔ ۔ ۔''

''خواجہ عبدالحی صاحب کی ایک اور تصنیف ''مقصد نماز یعنی ارشادالمصلین'' ہے ۔ یہ بھی فارسی زبان میں ہے ۔ اس کا ترجمہ اور تشریح

حاجی عبدالشکور صاحب خطیب جامع مسجد کوئٹہ نے کی ہے۔ چند ایک اقتباسات درج ذیل ہیں :

"حمد مر آں ذاتے را کہ منزہ از ہمہ صفات ذمیمہ است و متصف بہ صفات حمیدہ لائق است و ہماں ذاتیکہ از بلندی ستائش عقل در تحیر ماندہ است و ہماں ذاتیکہ سوای داتش معبودیت را امکان نیست ۔ و ہماں ذاتیکہ ہمہ عالم را لازم گردیدہ کہ ہر وقت ثنا خوانش باشد و ہماں ذاتیکہ مربی عالم ارواح و عالم دنیا و عالم برزخ و عالم آخرت است ۔ و ہماں ذاتیکہ بر تمام عالم دریای رحمت را کشادہ دارد ۔ و ہماں ذاتیکہ برحمتش ہمہ جہاں امیدوار است ۔ ۔ ۔ ۔"

"صلوۃ و نزول رحمت باد بر ہماں ذاتیکہ ملقب بہ اُمی است و درجہ علمش از ہمہ عالم بالاتر است ۔ و ہماں ذاتیکہ یتیم است و نیز فخر کونین است ۔ و ہماں ذاتیکہ در جای بہ شجاعت تامہ موصوف است و جای رؤف الرحیم است (بالمومنین رؤف الرحیم کہ آپ مومنوں پر بہت ہی شفیق اور مہربان ہیں) و ہماں ذاتیکہ بہ جای نفسی نفسی ، اُمتی ، اُمتی را ورد زبان دارد "۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اقیموا الصلوٰۃ کا حکم دیا ہے ۔ تشریح یوں کی گئی ہے کہ اس لفظ اقیموا میں ان تمام شرائط و لوازمات کی پابندی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو نماز کے لیے ضروری ہیں ۔ محض اداء صلوٰۃ مقصود نہیں بلکہ اقامت صلوٰۃ مطلوب ہے ۔ پھر لوازمات نماز کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"چونکہ اللہ از حال قلب آگہی دارد کہ غیب دان است لازم کہ قلب نیز از غل و غش وغیرہ پاک باشد و باخلاص منور باشد ۔ اگر شرکت غیر آید کار بسر نہ خواہد شد ۔"

حضرت خواجہ عبدالحی جان چشموی نے بہت سے حضرات کو خلعت خلافت عطا فرمائی ۔ ان کے اعلیٰ اور اول خلیفہ حضرت خواجہ آغا معین الدین جان قدس سرہ ہیں جو اُن کے بڑے صاحبزادے تھے ۔ اُن کے حالات علیحدہ تحریر کیے گئے ہیں ۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے خواجہ آغا فخرالدین جان

ہیں جو خلعت خلافت سے مشرف ہوئے ۔ متقی ، ذہین ، متبع شریعت، نیک کردار نیک سیرت، مہربان، شفیق عالم ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی فراست اور دانشمندی عنایت فرمائی ہے ۔ سیرت و صورت میں وہ اپنے والد ماجد کے نمونہ ہیں ۔ اس وقت اپنے بھائی مرحوم آغا معین الدین جان کی جگہ پر شغل تدریس میں مصروف ہیں ۔ درس و تدریس میں وہ ایک لاجواب حیثیت کے مالک ہیں ۔ حضرت کے تیسرے فرزند ارجمند آغا عبدالقدوس جان ہیں جو صاحبِ استعداد اور صاحبِ اخلاق ہیں ۔ عموماً خاموش رہتے ہیں کثرت کلام سے اجتناب برتتے ہیں تحصیل علم و سلوک میں مصروف ہیں ۔

حضرت کی اور بھی اولاد ہے جو اپنے والد کے نقش قدم پر چل رہی ہے ۔

## ۲۵۴

## خواجہ عبدالعزیز

خواجہ عبدالعزیز ، خواجہ صاحبزادہ حافظ عبدالمجید کے فرزند ارجمند تھے ۔ موصوف صاحب علم و فضل اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے ۔ ایک مرتبہ ملا محمد عظیم آخوند کو جو ایک جیّد عالم تھے اور حضرت میاں روح اللہ صاحب پشنگی کے خلیفہ تھے ، سنگ مثانہ کے درد کی وجہ سے سخت تکلیف تھی ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گردہ میں پتھری ہے ۔ آپ نے خواجہ عبدالعزیز سے ذکر کیا اور فریاد کی کہ حضرت بہت تکلیف میں مبتلا ہوں ۔ حضرت نے فوراً مراقبہ کیا اور توجہ فرمائی ۔ اللہ کی رحمت سے ایک گھنٹہ کے بعد وہ پتھری ریزہ ریزہ ہو کر پیشاب کے ذریعہ سے خارج ہو گئی ۔

آپ کے تین بیٹے تھے : (۱) میاں مولوی احمد (۲) میاں عبدالحق (۳) میاں فیض الحق ۔ آپ نے اپنی وفات سے پیشتر (۱۲۴۰ھ/۱۸۲۴ء اور ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء کے مابین) اپنے تینوں بچوں کے بارے میں یہ وصیت کی تھی کہ انہیں صالح محمد آخوند کے پاس قندھار بھجوا دیا جائے ۔ آخوند

مذکور اپنے وقت کے بڑے متبحر اور فیاض عالم تھے اور ان کی بے شمار کرامات مشہور ہیں ۔ چنانچہ تینوں صاحبزادگان کو اُن کی خدمت میں بھیج دیا گیا ۔ تینوں نے آخوند صاحب موصوف سے علوم حاصل کیے اور فارغ التحصیل ہونے کے بعد بلوچستان آ گئے ۔

میاں عبدالحق بحکم رَبی جوانی کے زمانے میں رحلت فرما گئے ۔ مولوی احمد صاحب اپنے زمانہ کے بے نظیر اور جیّد عالم کی حیثیت سے ابھرے اور ساری عمر درس و تدریس میں گزار دی ۔ خواجہ فیض الحق صاحب کامل بزرگ ہوئے ۔ ( اُن کے حالات علیحدہ درج کیے گئے ہیں )

## ۲۵۵

## خواجہ حافظ عبدالمجید

خواجہ حافظ عبدالمجید، حضرت خواجہ فیض الحق جان چشموی (۱۲۵۵ھ/ ۱۸۳۹ء—۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) کے جد امجد تھے ۔ بے نظیر قاری ، عالم اور صاحبِ حال بزرگ تھے ۔ آپ میاں نور محمد صاحب قندھاری کے خلیفہ تھے جو حضرت میاں عبدالحکیم نانا صاحب (المتوفی ۱۱۵۳ھ/۱۷۴۰ء) کے خلیفہ مقرر ہوئے تھے ۔ (اُن کا تفصیلی ذکر اسی تذکرہ میں موجود ہے) ۔

خواجہ صاحب کے متعلق مشہور ہے کہ جب آپ کسی ندی کے کنارے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو بہتا پانی رک جاتا ۔ اسی زمانے میں عرب سے ایک قاری آپ کی ملاقات کی خاطر آیا ۔ جب اُس نے آپ سے قرأت سنی تو آپ کے کمال سے بے حد متاثر ہوا ۔

آپ سے متعلق یہ واقعہ بھی بہت مشہور ہے کہ آپ کے پاس جو طالب علم فیضیاب ہوتے تھے ، اُن میں انسان بھی تھے اور جنّات بھی ۔ ایک مرتبہ جاڑے کے موسم میں برف باری کے باعث سخت سردی پڑی ۔ طالب علموں نے آپ سے درخواست کی کہ ہمیں توت کھلائیں ۔ حافظ صاحب نے

آن طلبہ کو بہتیرا سمجھایا اور نصیحتیں کیں لیکن وہ طالب علم کسی طرح بھی راضی نہ ہوئے اور توت کھانے پر مصر ہوئے ۔ آخر حافظ صاحب موصوف جب تنگ آ گئے تو انھوں نے کہا کہ اچھا سب طالب علم اپنی اپنی چادریں لیں اور کسی باغ میں چلیں ۔ باغ میں پہنچ کر آپ نے ایک طالب علم سے کہا کہ وہ توت کے درخت پر چڑھ کر اسے جھنجھوڑے ۔ باقی طالب علموں سے کہا کہ وہ چادریں پھیلائیں ۔ چنانچہ آن چادروں میں بے اندازہ تازہ توت گرے جو سب نے جی بھر کر کھائے ۔

## ۲۵۶

## ملا عثمان اخوند

آپ حضرت میاں عبدالحکیم نانا صاحب (المتوفی ۱۱۵۳ھ/۱۷۴۰ء) کے خلیفہ ہے اور آپ کا تعلق نقشبندی سلسلے سے تھا ۔ آپ سرانان (پشین) کے رہنے والے تھے ۔ آپ کا تعلق قبیلہ کاکڑ کی سنٹیا شاخ کی ذیلی شاخ یاسین زئی سے ہے ۔ آپ نے اسلامی تعلیمات کے لیے سرانان سے ایک میل پشین کی جانب ایک مدرسہ قائم کیا تھا جو آج تک جاری ہے ۔ آپ کی خانقاہ بھی اسی جگہ ہے ۔

آپ ایک جیّد عالم اور صاحب کشف و کرامت تھے ۔ آپ کا ایک واقعہ ہے کہ ایک بار قحط پڑا تو آپ کے مدرسے کے طالب علموں نے عرض کی کہ یا حضرت سوکھی روٹیاں کوٹ کر اور پانی میں بھگو کر کھاتے ہمارے دماغ خشک ہو گئے ہیں ۔

ملا صاحب نے فرمایا کہ مشکوں میں پانی بھر کر لاؤ ۔ جب پانی لایا گیا تو انھوں نے الم ترکیف کی سورت پڑھ کر پانی پر پھونک ماری جس سے پانی گھی بن گیا ۔ طالب علموں کی خوشی کی انتہا نہ تھی ۔ کئی دن تک

وہ بھی استعمال کرتے رہے - جب گھی ختم ہو گیا تو طالب علموں نے ملا صاحب کی طرح الم ترکیف پڑھ کر پانی پر پھونک ماری لیکن وہ پانی ہی رہا - اتنے میں آپ تشریف لے آئے - طالب علموں نے حال بیان کیا - اس پر آپ نے مسکرا کر جواب دیا ''الم ترکیف تو وہی ہے مگر اس کے ساتھ ملا عثمان کی زبان بھی تو چاہیے''- اس وقت سے پشتو میں ایک ''مثل'' (ضرب المثل) مشہور ہے کہ الم ترکیف ہر ایک کو ازبر ہے لیکن پڑھنے کے لیے ملا عثمان گڑندی کا منہ چاہیے - ''گڑندی'' آپ کا لقب ہے - گڑندی پشتو لفظ ہے جس کے معنی ''جلد پہنچنے والا شخص'' ہے - روایت ہے کہ آپ کے مزار پر جو شخص جاتا ہے ، اس کی مراد جلد بر آتی ہے - اس لیے آپ عوام میں گڑندی یعنی ان کی مدد کو جلد پہنچنے والے بزرگ مشہور ہو گئے -

۲۵۷

## پیر عمر

آپ کا مزار دریائے سیمن کے کناروں پر خضدار اور وابر کے مابین واقع ہے - کہتے ہیں کہ آج سے کئی سو سال پیشتر جب منگولوں نے بلوچستان پر بلہ بولا اور منگول فوج نے پنجگور[۱] میں داخل ہو کر قتل و غارت شروع کیا تو لوگ ان کے مقابلے کی تاب نہ لا کر پیر عمر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صورت حال بیان کی -

پہلے تو آپ ذرا خاموش رہے پھر بارگاہ ایزدی میں گڑگڑا کر دعا کی کہ ''الٰہی یہ ظالم تیرے محبوب آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی امت کو تباہ و برباد کر رہے ہیں تو ہی ان کا مناسب تدارک فرما'' - کہتے ہیں کہ دعا باری تعالٰی

---

۱ - پنجگور (پنج اور گور سے مرکب) پانچ قبروں کی وجہ سے یہ نام پڑا - اسے ''پنجبور'' یا قنزبور بھی کہتے ہیں - یہاں کا شیرۂ خرما بھی مشہور ہے - (بلوچ اور بلوچستانی - قاضی عبدالصمد سربازی - بلوچی دنیا ، ملتان - ستمبر ۱۹۶۶ء)

کے ہاں مستجاب ہوئی اور منگول شکست کھا گئے ۔ اور یوں پنجگور کے لوگ مزید ستم سے بچ گئے ۔

پیر عمر کا وصال پنجگور ہی میں ہوا ۔ جہاں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ وہیں ایک تالاب ہے جس میں مچھلیاں ہیں ۔ کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں اس تالاب میں مشتبہ مجرموں کا امتحان لیا جاتا تھا ۔

## ۲۵۸

## عبدالوھاب اخوند زادہ

فقیر زئی سنزر خیل کاکڑ ہیں ۔ ضلع ژوب کی تحصیل قلعہ سیف اللہ کے ماشجرہ گاؤں کے قریب دفن ہیں ۔

## ۲۵۹

## عبدالمجید صاحب

آپ موسیٰ زئی حمزہ زئی سنزر خیل کاکڑ ہیں ۔ آپ کا مزار زالار علاقہ تھل چنیالی تحصیل دکی ضلع لورالائی میں ہے ۔

## ۲۱۵

## عجائب نیکہ

آپ تحصیل پشین کی کلی شین غریو کے قریب ایک پہاڑ پر دفن ہیں ۔ آپ عجائب زئی سید قبیلے کے جد اعلیٰ ہیں ۔

۲۱۱

## علی گڑندی

آپ شیر خان زئی تیانڑی ترین سپین قبیلے سے ہیں ۔ علاقہ برنائی میں تو کے گاؤں کے قریب تنکی میں دفن ہیں ۔

۲۱۲

## علی نیکہ

آپ کا مزار ژوب میں ہے ۔ میرزئی شاد زئی سنزر خیل کاکڑ ہیں ۔

۲۱۳

## عمر شاہ آغا

عمر شاہ آغا حیدر زئی سید تھے ۔ عبداللہ خان کے قریبی بڑے قبرستان میں مدفون ہیں ۔

۲۱۴

## عبدالرحمان نیکہ

سلار زئی حمزہ زئی سنزر خیل کاکڑ قبیلے سے ہیں ۔ مزار برڈ گاؤں تحصیل ہوری ضلع لورالائی میں ہے ۔

## ۲۱۵

## عمر خان ملا

آپ کا تعلق پالے زئی حمزہ زئی سنزر خیل کاکڑ سے ہے۔ میختر میں دفن ہیں۔

## ۲۱۶

## عظیم نیکہ سید

آپ کا مزار مڑہ تنگی فورٹ سنڈیمن روڈ پر واقع ہے۔

## ۲۱۷

## عمران بابا

آپ کا مزار گلستان سے مشرق کی جانب ہے۔

## ۲۱۸

## پیر عزت شاہ

یہ بزرگ والیان سندھ کلہوڑا خاندان کے زمانہ میں سندھ سے یہاں آ کر آباد ہوئے۔ ان کا مزار مٹھڑی اسٹیشن کے قریب درختوں کے جھنڈ میں واقع ہے۔

اس زمانہ میں یہاں مرزا پور نام کا بارونق قصبہ آباد تھا جو اسی کے نام پر بہت بڑے علاقے کا صدر مقام ہونے کے علاوہ بڑا کاروباری تجارتی مرکز اور سوداگری کے کاروانوں کا اڈا تھا ۔ سندھ و ہند کے سوداگر ایک جانب سے اور خراسان و ترکستان کے تاجر دوسری جانب سے یہاں آ کر ملتے اور باہم مال تجارت کا تبادلہ کرتے تھے ۔ اگر کچھ بچ جاتا تو ملتان کی جانب بڑھ جاتے ۔ مرزا پور کے قریب آثار سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں کے لوگ بڑے آسودہ حال تھے ۔ مستقل پانی کے ذریعے کاشتکاری کا نظام ترقی یافتہ پیمانے پر موجود تھا ۔ یہ پانی دریائے ناڑی سے سبی کے مقام سے نہروں کے ذریعہ لایا جاتا تھا ۔ اس کے علاوہ سیلابہ زراعت بھی وسیع پیمانے پر تھی ۔ سید صاحب ایران و سندھ کی جانب سے اس زرخیز علاقہ کے انتظامی حاکم اور روحانی پیشوا تھے ۔ ایک عرصہ تک شریعت و طریقت کے ذریعے علاقے میں عدل و امن سے حکومت فرماتے رہے ۔ روایت ہے کہ آخر کچھ لوگ آسودہ حال اور کچھ نافرمانی اور گمراہی کا شکار ہو گئے ۔ جب سید صاحب کی تلقین و ہدایت کا بھی ان پر کوئی اثر نہ ہوا تو وہ ان سے الگ ہو کر قصبہ میں کچھ فاصلے پر چلے گئے ، جہاں آج ان کا پُر عظمت مزار واقع ہے ۔ کہتے ہیں کہ ان کی بد دعا سے خوشحال قصبہ تباہ ہو کر پیوند زمین ہو گیا کہ آج آثار مٹی کی ٹھیکریوں کے سوا کچھ باقی نہیں ۔ پانی خشک ہو گیا اور کھیتیاں اجڑ گئیں ۔ ایک زمانے بعد دریائے ناڑی کے مغربی کنارے معزز رئیسانی خاندان نے مٹھڑی کا قصبہ آباد کیا ۔ یہاں پیر عزت شاہ کی اولاد میں سے سادات کرام کے چند محترم خاندان آباد ہیں ۔

## ۲۱۹

## واجہ غریب شاہ

مکران میں آج بھی اس ولی کا نام نامی اہل مکران کی المدد و الغیاث کے موقع پر یاد کیا جاتا ہے ۔ ان کا مزار مبارک گوادر سے پندرہ میل دور نگور کے مقام پر زیارتگہِ خلائق ہے ۔ مسافر کئی کئی روز یہاں آ کر سفر کی تھکن

دور کرنے کے لیے قیام کرتے ہیں - اور غریب سے غریب شخص کی خدمت بھی
ان کے اخلاف پورے وقار و عزت سے سر انجام دیتے ہیں - واجد صاحب کی مسلک
کی پیروی میں ان کے فرزندان اور لواحقین بھی دست بدستہ مسافروں کی دلنوازی
کے لیے کھڑے رہتے ہیں - وہ اس کام کو اپنا اہم ترین فریضہ تصور کرتے
ہیں - یہ بزرگ ایران سے یہاں وارد ہوئے - ان کی داستان کچھ یوں ہے کہ
اپنے علاقوں کے سرداروں اور سرکردوں کے ساتھ ان کی ہمیشہ اس بات
پر ان بن رہی کہ غریبوں پر ظلم و ستم مت کرو اور اللہ اور اس کے دین سے
غافل مت رہو - یہ تلقینات یقیناً ان کے شورہ پشت مزاج سے مطابقت نہیں رکھتے
تھے بلکہ ضد میں آ کر انھوں نے اپنے محکوموں اور غلاموں کو اور زیادہ
تنگ کرنا شروع کر دیا تھا - اس ظلم و ستم سے مایوس ہو کر واجد صاحب
نے اپنے خاندان سمیت ہجرت کا فیصلہ کیا - اور جب وہ اپنے خاندان اور
مال مویشی کے ساتھ سفر کرتے ہوئے جیونی بندرگاہ کے علاقے میں پہنچے تو
معلوم ہوا کہ یہ علاقہ فرنگیوں کے زیر تسلط ہے اور فرنگی ان کو اچھی
نظر سے نہ دیکھتے تھے - وہ خود بھی فرنگیوں کے زیر تسلط نہ رہنا چاہتے تھے -
ان کے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ قریبی علاقہ گوادر سلطان مسقط کا
ہے - آپ نے اسی طرف کوچ فرمایا - برابر آگے بڑھتے رہے اور ایک لق و دق
میدان میں پہنچ کر آپ نے قیام کا حکم دیا اور فرمایا کہ قیام کا مقصد میں صبح
کو بیان کروں گا - ان کی دور رس نگاہیں یہاں کچھ اور مشاہدہ کر رہی تھیں
جن سے اہل قافلہ قطعی بے خبر تھے - دوسرے روز نماز فجر سے فارغ ہو کر
آپ نے سامنے پہاڑیوں کے متوازی لٹھ بندی کا حکم دیا - یہ بند کم از کم
ایک میل لمبا اور کافی لمبا چوڑا تھا - وفا شعار لواحقین پوری تندہی سے کام
میں مصروف ہو گئے - تھوڑے ہی دنوں میں یہ بند تیزی سے تکمیل کے مراحل
طے کرنے لگا - اب اس بند کی کیفیت سنیے - اس زرخیز مٹی کے میدان میں
شمال کے متوازی پہاڑیوں سے کئی چھوٹی چھوٹی ندیاں نکلتی تھیں - بارشوں کے
موسم میں ان کا سیلاب کا پانی رائیگاں جاتا تھا - واجد صاحب کی اس حکمت عملی
سے سارا پانی آ کر بند سے ٹکرا کر وسیع و عریض میدان میں جمع ہو جاتا تھا -
جلد ہی میدان میں کاشتکاری ہونے لگی - بے شمار درخت جنگل کی صورت اگ آئے جن
میں پرندوں اور ہرنوں تک نے بسیرا کر لیا - اس طرح یہ علاقہ اور نگور کا علاقہ

اس قدر سرسبز و شاداب بن گیا کہ دور سے یہ طویل پھیلے ہوئے باغات معلوم ہوتے تھے اور واجہ صاحب کی ہمت و برکت سے اسی جگہ پینے کے میٹھے پانی کے کئی کنوئیں چند ہی بالشت پر نکل آئے۔ مسافروں کے آرام کے لیے بہت سی جھونپڑیاں تعمیر کی گئیں۔ واجہ صاحب خود سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ مسافر نوازی کے لیے واجہ صاحب اور ان کے لواحقین پوری طرح محو ہوتے۔ جو کچھ گھر میں ہوتا مسافروں کے سامنے حاضر کر دیتے۔ مسافر جب تک وہاں سے جانے کا ارادہ خود نہ کر لیتا وہ کبھی اسے محسوس نہ ہونے دیتے کہ اس کی موجودگی ان پر بار ہے۔ حسنِ سلوک، تواضع، ہمدردی، مروت، سخاوت، خوش اخلاق اور خدمت ان کے شعائر طریقت تھے جن کے لیے واجہ صاحب نے انہیں آخر تک نصیحت اور وصیت فرمائی۔ آج کل واجہ کے جانشین ان کے بڑے صاحبزادے واجہ حاجی عبداللہ جان ہیں جو سادگی، مکارم اخلاق اور صفات حسنہ میں سو فی صد اپنے عظیم والد بزرگوار کا نمونہ ہیں۔ خدمت خلق میں خیرالناس من ینفع الناس کے قرآنی اصول کے پیروکار ہیں۔

## ۲۲۵

# حضرت غرغشت نیکه

آپ حضرت قیس عبدالرشید کے دوسرے بیٹے تھے۔ آپ کا پورا نام غرغشت عباس تھا۔ آپ ایک بلند پایہ ولی تھے۔ آپ کی اولاد میں دانی، بابی اور مندو کے قبیلے آتے ہیں۔

آپ کے فرزند اکبر دانی نیکہ بھی اونچے درجے کے بزرگ تھے۔ ان کی اولاد میں کاکڑ، پنی، داوی، ناغر قبائل آتے ہیں۔ ژوب کا پرانا نام "دانستان" آپ ہی کے نام پر رکھا گیا تھا۔

۲۲۱

# میاں غلام حیدر

آپ حضرت میاں محمد حسن کے فرزند اکبر تھے - میاں محمد اکرم کی وفات کے بعد سجادہ نشین بنے - آپ ۱۹ ذیقعد ۱۲۳۶ھ/۱۸۲۰ء کو پیدا ہوئے - آپ کی والدہ بی بی عالم خاتون گنداوہ کے قاضی رحمت اللہ قوم گھوٹہ کی پوتی اور میاں پیر محمد کی بیٹی تھی - آپ نے پہلے اپنے تایا میاں محمد حیات کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا - پھر کنڈہ شہر میں مولوی نور محمد صاحب سے تحصیل علم میں مصروف رہے - اپنے والد بزرگوار سے فیضان طریقت حاصل کیا - ریاضت و مجاہدہ میں اس حد تک محو ہوئے کہ تین دن تک لگاتار روزہ جو طریقۂ قادریہ کا معمول ہے، رکھنے کی بجائے سات روز تک لگاتار روزہ رکھتے تھے - مولود یا کافی سن کر بہت روتے تھے - بلکہ اکثر اوقات انہیں حال آجاتا اور وجد و رقص کرنے لگتے - کبھی خود مولود و کافی کہتے - انہیں فنا فی الرسول کا مرتبہ حاصل تھا - اکثر آنحضرت صلعم کے اشتیاق میں گریاں و نالاں رہتے تھے - ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء اور ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء میں آپ کی فیض بخشی عام رہی - یہ دو سال آپ کے مریدوں میں "شغل" کے سال مشہور ہیں - پھر ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء اور ۱۲۹۷ھ/۱۸۷۹ء میں ایسا صبر و سکوت اختیار کیا کہ اکثر گھر سے باہر ہی تشریف نہیں لاتے تھے - اس کے بعد پھر حضرت حبیب عربی کے اشتیاق میں گریہ و زاری کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر یہ خوش طبعی عمل میں نہ آئے تو میرا سینہ اشتیاق محمدی کی آگ سے جل جائے -

بیان کرتے ہیں کہ ابتداء حال میں آپ اس قدر اسم محمد کے تصور میں محو رہتے تھے کہ ہر وقت اپنے آپ کو مجلس حضور میں سمجھتے تھے - حتیٰ کہ قضائے حاجت میں بھی ادب و حیا کی چھاپ لگی رہتی - چنانچہ ویسے ہی اٹھ کر آ جاتے - ایسی حالت میں اپنے استاد مولوی نور محمد صاحب کنڈوی کی طرف

رجوع کیا اور حقیقت حال بیان کی ۔ مولوی صاحب نے فتویٰ صادر فرمایا کہ یہ امر خیالی ہے اور ضروری قضائے حاجت میں اس پر اثر نہیں پڑتا ۔ جب قضائے حاجت سے فارغ ہو چکے تو پھر مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچے اور کہا میں نے اپنے خیال کے مطابق مجلس عالیہ میں کہ جائے قدس ہے ، بے ادبی کی ہے ۔ اس کا بوجھ آپ کے ذمہ ہے ۔

آپ کی چند ایک کرامات یہاں بیان کی جاتی ہیں :

ڈھاڈر کا ایک شخص جمعہ نامی آپ کے حلقۂ ارادت میں آیا ۔ وہ خوب مولود اور کافیاں پڑھتا تھا ۔ ایک بار آپ شہر ڈھاڈر کے علاقہ کدام میں تشریف لے گئے ۔ جمعہ خدمت میں حاضر نہ ہوا ۔ آپ نے استفسار فرمایا ۔ پتہ چلا کہ ڈیڑھ سال سے بیمار ہے اور اُس کے پاؤں خشک ہو گئے ہیں ۔

آپ نے اُسے بلا کر کہا کہ آج رات مولود اور کافی پڑھو ۔ خدا تعالیٰ رحم فرمائے گا ۔ اُس شخص نے سچے عقیدہ کے ساتھ آپ کے فرمان پر عمل کیا اور ساری رات مولود پڑھتا رہا ۔ صبح کے وقت اللہ کے فضل سے اور آپ کی دعا سے خود بخود عصا کا سہارا لے کر خوشی سے گھر کو روانہ ہوا ۔

ایک مرتبہ آپ شہر کڑک میں شیر زمان خان باروزئی برادہ زادۂ بختیار خان کی شادی کی دعوت میں شریک ہونے کے لیے تشریف لے گئے ۔ باروزئیوں نے رات کے وقت دعوت ولیمہ کی نیت سے گائیں اور بھیڑیں ذبح کیں ۔ اتفاقاً عین اُس وقت ایسی تیز ہوا چلنی شروع ہوئی کہ لوگ کام کرنے سے عاجز آ گئے ۔ لہٰذا میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی ۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر بارگاہِ کبریا میں دعا مانگی جو مستجاب ہوئی اور ہوا اسی وقت تھم گئی ۔

ایک سال رود خانہ لہڑی کا پانی کٹبار شہر کی طرف بہنے لگا جس سے شہر کی تباہی کا خطرہ پیدا ہوا ۔ شہر کے معززین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ عرض کی کہ سیلاب مسجد شریف کو منہدم کر دے گا ۔ دعا کیجیے اس مصیبت سے بچ جائیں ۔ آپ نے اپنے چھوٹے بھائی میاں تاج محمد سے فرمایا دعا سے مدد کیجیے ۔ میاں صاحب نے کہا آپ ہی مالک امر ہیں توجہ فرمائیے ۔

چنانچہ آپ نے اپنا عصا دو تین دفعہ رود خانہ میں مار کر اپنی تسبیح والی انگلی کو شمال کی جانب دراز کرکے مشرق سے مغرب تک اشارہ کیا۔ اللہ‌تعالیٰ کی قدرت سے اُسی دن رود خانہ نے اپنا رخ شہر کی جانب سے موڑ لیا اور شہر کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔

بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد رودخانہ کے پانی نے پتیل کا رخ کیا۔ وہاں ہر سال بند باندھتے تھے جو ہمیشہ ٹوٹ جاتا تھا۔ ایک دفعہ ملا محمد حیات شیخ کاردار لہڑی نے رعایا کو اکٹھا کیا اور پتیل سے اوپر رودخانہ پر بند باندھنے کا پختہ ارادہ کیا۔ چونکہ اس سے کٹبار شہر خاص کر خانقاہ شریف کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا اس لیے میاں غلام حیدر وہاں بنفس نفیس پہنچ گئے اور ملا محمد حیات کو اس خطرناک صورت حال سے آگاہ کیا۔ اُس نے عرض کی کہ پتیل پر رودخانہ پر بند باندھنا دشوار ہے کیونکہ ہر سال اس کا دہانہ کشادہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہم مجبوراً ایسا کرنے کا سوچ رہے ہیں۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو خان صاحب کے یہ علاقے غیر آباد رہ جائیں گے۔ یا پھر آپ دعا کریں کہ پتیل والا بند مضبوطی سے باندھا جا سکے اور ٹوٹنے سے محفوظ رہے۔ ایسی صورت میں ہم یہاں بند نہیں باندھیں گے۔

آپ نے پتیل جا کر دعا کی اور فرمایا انشاءاللہ‌تعالیٰ اب یہ نہیں ٹوٹے گا۔ مؤلف عمدۃ الآثار فی تذکار اخبار الکٹبار نے لکھا ہے کہ اب اٹھائیس یا انتیس سال ہو گئے ہیں وہ بند نہیں ٹوٹا۔

مولوی محمد حسن ہی کہتے ہیں کہ ایک دن میں اور میرے استاد میاں محمد ہاشم صاحب متوطن گڑھی یاسین آپ کی زیارت کے لیے پہنچے۔ جس وقت میرے استاد محو تکلم تھے میرے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ شاید میاں محمد حیات جو آپ کے تایا تھے، ہمارے اساتذہ کی طرح علوم میں ماہر اور جید نہ تھے۔ عین اُس وقت میاں غلام حیدر نے دیوان حافظ کھولا جو اُن کے ہاتھ میں تھا اور یہ شعر میری طرف متوجہ ہو کر پڑھا:

در محفلیکہ خورشید اندر شمار ذرہ است  
خود را بزرگ دیدن شرط ادب نباشد

بعد ازاں آپ اسی طرح مونوی صاحب سے گفتگو میں مصروف ہو گئے اور میں اس معاملہ کشفیہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔

منقول ہے کہ آپ شغل والے سال میں ارباب عبدالرحیم چھتر والہ کے یہاں تشریف فرما تھے۔ وہاں ایک مطرب زیارت کے لیے آیا اور سارنگی بجانے لگا۔ اس وقت میاں صاحب حالتِ وجد میں تھے۔ اس لیے سرودِ سارنگی سے اندیشہ پیدا نہ ہوا۔ اسی اثنا میں قاضی ملا عبداللہ جو خشک ملا تھا، آپ کی زیارت کے لیے آیا مگر سارنگی کی آواز سن کر واپس چلا گیا۔ میاں صاحب نے جلد ہی سکر و وجد کی حالت سے سکوت اختیار کیا۔ ارباب سے کہنے لگے ملا عبداللہ آ رہا تھا، واپس چلا گیا، اسے بلائیے۔

آپ کی وفات دوشنبہ وقتِ ظہر ۲۴ ماہ رمضان المبارک ۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۲ء کو ہوئی۔

آپ نے پہلے میاں محمد اکرم کی بیٹی مسماۃ مائی ناز بی بی سے شادی کی۔ اس کے بطن سے مائی گنج بی بی پیدا ہوئی۔

دوسری شادی مائی خاتون سے کی جو قوم لغاری سے تھی۔ اس کے بطن سے میاں عزیزاللہ اور میاں داد محمد اور تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

## ۲۲۲

# سید غلام حیدر شاہ حنفی

بلوچستان نے میدان فقیری و درویشی میں ایسے نامور فقرا و مشائخ پیدا کیے جن کا سروکار رضائے الٰہی سے تھا۔ ایسے ہی خدا ترس، دین‌دار، زاہد اشخاص میں سے سید غلام حیدر شاہ حنفی بھی تھے۔ خاندان سادات چشتیہ کے باوقار بزرگ سید محمد زمان شاہ کے ہاں تیری مستونگ روڈ ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں دینی مدارس سے مذہبی تعلیم کی تحصیل کا آغاز کیا

اور متعدد علما سے فیضیاب ہوئے اور بعد میں بڑے بڑے عالم اُن کے علم سے متاثر ہوئے ۔ آپ کے حلقۂ ارادت میں امرا ، حاکم ، سردار ، دہقان ، ہندو ، عیسائی غرض کہ سبھی تھے ۔

صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے ۔ صبح و شام تلاوت کلام پاک ، وظائف و اوراد اور شب بیداری ان کا شیوہ تھا۔ بسااوقات ذکرخداوندی میں گریہ و زاری سے بے ہوش ہو جاتے ۔ دنیاوی کاروبار سے بڑی حد تک کنارہ کش تھے ۔ عموماً جمعہ کو منبر پر کھڑے ہو کر حضور پرنور صلی اللہ علیہ و سلم کو نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ۔ آواز میں بلا کا سوز تھا ۔ اردو ، فارسی ، عربی پر دسترس کے علاوہ ، بلوچی ، پشتو ، سندھی اور بروہی سے بھی کماحقہ ، واقف تھے ۔ انگریزی بھی روانی سے بول سکتے تھے ۔

گھر میں چھوٹا سا مطب تھا جس سے غریب مستفیض ہوتے تھے ۔ عدالتوں میں سائلوں کے کام آتے ۔ بڑے مہمان‌نواز تھے ۔ امرا ، سردار اور مخیر حضرات سے نذرانہ پاتے تھے ۔

۱۹۵۰ء میں بیمار ہوئے اور سبی میں جمعہ کے دن ۱۳ رجب ۱۳۷۱ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۵۱ء کو وفات پائی ۔

## ۲۲۳

## شیخ غلام رحیم بابا

آپ کا مزار ریلوے قبرستان کوئٹہ میں واقع ہے ۔ آپ بہت بڑے عالم فاضل بزرگ تھے ۔ آپ کا تعلق شیخ خاندان سے تھا ۔ کوئٹہ کا محلہ شیخاں آپ ہی کے نام سے موسوم ہے ۔

آپ کے مزار کے نزدیک ایک قدرتی چشمہ ہے جس کے بارے میں روایت ہے کہ آپ نے زمین پر نیزہ مارا تھا جس سے یہ چشمہ پھوٹ پڑا تھا ۔ اس

چشمے کے پانی کی خاصیت یہ ہے کہ کسی قسم کی بیماری میں مبتلا شخص اس پانی سے غسل کرے تو اس کا مرض رفع ہو جاتا ہے -

۲۲۲

## حضرت خواجہ میاں غلام صدیق

خواجہ میاں محمد صدیق بن میاں غلام صدیق بن میاں نور محمد بن میاں غلام محمد بن محمد توکل فاروق خاندان کے چشم و چراغ تھے - آپ کے بزرگ تبلیغ کی غرض سے عربستان سے عراق اور وہاں سے پنجاب آئے - سہاسٹہ کے راستے بلوچستان گئے -

آپ کے دادا میاں غلام محمد نے حضرت میاں نور احمد (محمد پور والے) کے ہاتھ پر بیعت کی اور یوں سلسلہ عالیہ قادریہ سے وابستہ ہوئے - آپ کے والد خواجہ میاں نور محمد ریاست قلات کے قاضی القضات تھے لیکن کسی مسئلے پر اختلاف رائے کی بنا پر قلات سے شہداد کوٹ (سندھ) چلے آئے -

حضرت خواجہ میاں نور محمد صاحب کے تین بیٹے تھے : (۱) خواجہ گل محمد جو اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم اور استاذ العلماء سندھ و بلوچستان تھے - (۲) خواجہ میاں غلام صدیق جو کہ بلند مرتبہ عارف اور عاشق رسول اللہ تھے اور جن کے نام سے درگاہ شریف صدیقیہ منسوب ہے - (۳) خواجہ غلام عمر جو جوانی ہی میں فوت ہو گئے -

قطب الارشاد خواجہ میاں غلام صدیق ۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء میں موضع کنڈہ کچھی (بلوچستان) میں پیدا ہوئے - قرآن مجید اور ابتدائی تعلیم اپنے والد خواجہ میاں نور محمد سے حاصل کی - اس کے بعد درسِ نظامی تک کی کتب احادیث و فقہ و اصول و منطق اپنے بڑے بھائی خواجہ میاں گل محمد سے پڑھیں -

حضرت خواجہ میاں غلام صدیق نہایت متقی اور پرہیز گار تھے ۔ ہمیشہ باوضو رہتے تھے ۔ عام مٹکے وغیرہ کا پانی استعمال نہیں کرتے تھے ۔ کھانا پکانے کے لیے پیر محمد باورچی مقرر تھا جو سفر میں یا لنگر خانہ میں باوضو ہو کر طعام تیار کرتا تھا ۔ اگر طبعیت ناساز ہوتی اور کوئی گولی استعمال کرنا پڑتی تو اوپر کے انگریزی حروف مٹا کر استعمال کرتے ۔ بیت الخلا کے لیے چادر اور جوتے علیحدہ تھے اور عبادت کے لیے سادہ اور پاکیزہ لباس علیحدہ تھا ۔

حضرت خواجہ میاں غلام صدیق بڑے با ادب تھے ۔ حضور اکرم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ و سلم کا اسم مبارک اور حضرت محبوب سبحانی قطب ربانی سیدنا عبدالقادر جیلانی کا اسم مبارک ہمیشہ باوضو لیتے تھے ۔ ایک مرتبہ اپنے ایک طالب علم محمد نواز کو "دل نواز" کہہ کر بلایا ۔ اس نے عرض کیا حضور آپ نے مجھے میرے اصلی نام سے نہیں بلایا اگر ناراضی ہے تو معافی چاہتا ہوں ۔ حضرت صاحب نے فرمایا کوئی ناراضی نہیں ۔ وضو نہیں تھا اس لیے حضور کا نام نہیں لیا ، تمہیں دل نواز کہہ کر بلایا ہے ۔ زندگی میں عمداً کبھی پشت مدینہ منورہ کی طرف نہیں کی ۔ سیدوں اور قرآن پاک کے حافظوں کا بہت احترام اور خدمت کرتے تھے ۔ سیدوں سے حضور کی نسبت سے پیار تھا ۔ اور قرآن شریف کی نسبت کی وجہ سے حافظوں سے الفت فرماتے تھے ۔ اس لیے دو تین سید اور حافظ حضرت صاحب کے پاس ہمیشہ رہتے تھے ۔

حافظ نور مصطفیٰ ڈیرہ غازی خاں ، پنجاب سے حضرت صاحب کی خدمت میں آئے ۔ حافظ نور مصطفیٰ نوجوان خوش الحان قاری تھے ۔ حضرت صاحب نے لنگر سے وظیفہ مقرر کیا اور اس کو دربار میں قیام کے لیے ارشاد فرمایا ۔ چند ماہ کے بعد اس کے بھائیوں کا خط آیا کہ تمہارے والد صاحب انتقال فرما گئے ہیں ، آپ جلد پنجاب آئیں - حافظ نور مصطفیٰ خط پڑھ کر نہایت پریشان ہوئے اور خلیفہ غلام محمد کو خط دکھایا ۔ خلیفہ غلام محمد اور حافظ نور مصطفیٰ حضرت میاں غلام صدیق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خط دکھایا ۔ خلیفہ نے عرض کیا کہ قبلہ ! حافظ نور مصطفیٰ کے والد فوت ہو گئے ہیں فاتحہ پڑھیں اور حافظ صاحب کو اجازت عطا فرمائیں ۔ حضرت خواجہ میاں غلام صدیق نے فرمایا کہ "فقیر کو اجازت ہے ، لنگر سے کرایہ وغیرہ دیا جائے ۔ باقی زندہ شخص کے لیے

میں کیسے فاتحہ پڑھوں ۔ حافظ نور مصطفیٰ کا والد زندہ ہے ، اپنے گاؤں سے باہر مویشی چرا رہا ہے ، ایک درخت کے نیچے کھڑا ہے ، اس کی بغل میں ایک تھیلا ہے ۔ اس میں ''دلائل الخیرات'' موجود ہے ۔ اس کے دل میں یہ خیال ہے کہ پہلے وظیفہ پڑھوں پھر کچھ دیر درخت کے نیچے آرام کروں، پھر وضو کرکے وظیفہ پڑھوں لیکن حافظ صاحب کو تسلی نہ ہوگی ، کرایہ وغیرہ لنگر سے دیا جائے ۔ ہماری اور حافظ نور مصطفیٰ کی ملاقات مشکل ہے ''۔ حافظ صاحب اجازت لے کر پنجاب گئے ۔ والد زندہ تھے ۔ دو تین مہینوں کے بعد حافظ نور مصطفیٰ نے اپنے گاؤں میں رات کو دیکھا کہ ستاروں سے شعاعیں پھوٹ رہی ہیں ۔ گاؤں والے ایک درویش کے پاس گئے ۔ اس درویش نے مراقبہ کرکے بتایا کہ ایک غوث کا انتقال ہو گیا ہے ۔ کچھ دنوں کے بعد حافظ نور مصطفیٰ شہداد کوٹ واپس آئے ۔ ان کے آنے سے پہلے میاں صاحب انتقال کر چکے تھے ۔

تاریخ وفات ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء ہے ۔ وصال کے وقت دربار شریف سے فارغ التحصیل متعلموں کی تعداد ۶۸۴ تھی ۔

حضرت میاں غلام صدیق کے دو فرزند تھے ۔ میاں عبدالوہاب اور میاں غلام دستگیر ۔ دونوں صاحبزادے بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے ۔ حضرت میاں غلام صدیق نے اپنے بھانجے میاں نصیر الدین کی پرورش کی اور اپنا بیٹا کہا اور اپنا ولی عہد مقرر کیا ۔

میاں نصیر الدین ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے ۔ حضرت صاحب کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے ۔ حضرت میاں نصیر الدین کے درس مبارک سے چھپن علمائے کرام فارغ التحصیل ہوئے اور پانچ بزرگ خلعت خلافت سے مستفیض ہو کر تبلیغ دین متین میں مصروف ہوئے ۔

۱۵ محرم ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء کو آپ کا انتقال ہوا ۔

## ۲۲۵

## سید غلام محی الدین شاہ

آپ کے والد بزرگوار کا نام سید حاجی عبداللہ شاہ تھا ۔ آپ قادری حسینی سید

تھے ۔ آپ کا وطن بغداد تھا ۔ چھٹی پشت سے آپ کا خالدان باغبالہ تحصیل خضدار (تلات ڈویژن) میں اقامت پذیر ہے ۔ آپ صاحب کرامت بزرگ تھے ۔

محبوب علی خان مگسی اور نواب زادہ میر سیف اللہ خان مگسی مرحوم نے شاہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ آپ کو ان دونوں مریدوں سے بہت لگاؤ تھا ۔ آپ اکثر جھل مگسی تشریف لایا کرتے تھے ۔ چنانچہ آپ کا وصال بھی ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۷۵ھ بمطابق ۹ فروری ۱۹۵۶ء میں جمعرات کے دن ۲ بجے بعد از ظہر جھل مگسی میں ہوا ۔

آپ کے سجادہ نشین حاجی سید گل محمد شاہ ہیں ۔ آن کی سجادہ نشینی کی تاریخ ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۷۵ھ ہے ۔

نواب محبوب علی خان مگسی اور نوابزادہ میر سیف اللہ خان مگسی مرحوم کو اپنے مرشد سے بے حد عقیدت اور آنسیت تھی ۔ اسی لیے آپ کے سالانہ عرس کا انتظام خاص اہتمام سے کیا جاتا ہے ۔ یہ سلسلہ تین دن تک رہتا ہے ۔ علمائے کرام اور صوفیائے عظام باہر سے تشریف لاتے ہیں ۔ دن رات کھانا پکتا ہے اور غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم ہوتا ہے ۔

## ۲۲۶

## غائب پیر

کھجوری کے مقام پر دفن ہیں ۔ یہیں آپ کی کرامت سے چشمہ پھوٹا تھا ۔ بی بی نانی جو بولان میں مدفون ہیں ، آپ کی ہمشیرہ تھیں ۔ ( دیکھیں بی بی نانی)

## ۲۲۷

## غرشین بابا

آپ غرشین سید قبیلے سے تھے ۔ آپ شہید ہوئے تھے ۔ آپ کا مزار رکھنی

تحصیل بارکھان ضلع لورالائی میں ہے جو کچا ہے اور سایہ دار گھنے درختوں میں گھرا ہوا ہے - اردگرد قبرستان ہے - مقبرے پر ایک مجاور بھی ہے -

## ۲۲۸

## غلام شاہ پیر

شادو عیسانی تحصیل بارکھان ضلع لورالائی میں دفن ہیں -

## ۲۲۹

## غلام محمد میاں

روہڑی کے رہنے والے تھے - بھاگ نیابت میں ان کی خانقاہ ہے جو خانقاہ شہیداں کے نام سے مشہور ہے - ان کے ایک شاگرد حافظ عبدالرحیم کو کسی افغان بادشاہ کے حکم سے قتل کر دیا گیا تھا کیونکہ وہ جادوگر تھا -

## ۲۳۰

## غرشین نیکہ[1]

آپ بلوچستان کے مشہور سید قبیلہ غرشین کے جد امجد اور ولی‌اللہ تھے - آپ کا اصل نام معلوم نہیں ، غرشین ان کا لقب ہے - انھیں غرشین اس لیے کہتے

---

۱- 'نیکہ' پشتو زبان میں عام طور پر 'دادا' اور 'نانا' کے لیے استعمال ہوتا ہے - لیکن اصطلاحی طور پر بزرگ ، عمر رسیدہ لوگوں اور مرحوم صوفی منش حضرات کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں -
غر بمعنی : پہاڑ- شین (پشتو لفظ ہے): سبز رنگ یا سرسبز و شاداب -

ہیں کہ ایک مرتبہ لوگوں نے آزمانے کے لیے آپ سے کہا تھا کہ اگر آپ واقعی سید ہیں اور ولی ہیں تو اس خشک پہاڑ کو ''شین'' یعنی سرسبز و شاداب بنا دیجیے ۔ آپ نے بارگاہ ایزدی میں دعا مانگی ۔ اللہ کے حکم سے مذکورہ پہاڑ ''شین'' یعنی سرسبز و شاداب بن گیا ۔ اسی لیے آپ ''غرشین نیکہ'' یعنی ''پہاڑ کو سرسبز و شاداب بنانے والا بزرگ'' مشہور ہو گئے ۔ آپ کی اولاد کو غرشین سادات کہا جاتا ہے ۔

## ۲۳۱

## حضرت خواجہ فیض الحق جان چشموی

آپ کی ولادت ۲۷ رجب ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء کو ہوئی اور وصال ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء کو اتوار کے دن ظہر کی نماز کے بعد ہوا ۔ مزار قریہ چشمہ اچو زئی میں ہے جو کوئٹہ کے نواح میں واقع ہے ۔ جب آپ کے والد بزرگوار حضرت میاں عبدالعزیز کا انتقال ہوا تو آپ کمسن تھے ۔ ان کے والد کی وصیت کے مطابق انہیں دوسرے دو بھائیوں کے ہمراہ صالح محمد اخوند جو اپنے زمانے کے بلند پایہ عالم تھے کی خدمت میں قندھار بھیج دیا گیا ۔ خواجہ صاحب وہیں سے فارغ التحصیل ہو کر بلوچستان واپس آئے ۔ کچھ عرصہ درس و تدریس میں گزار کر فقیری کی جانب متوجہ ہوئے ۔ وظائف اور اوراد میں زیادہ وقت بسر کرنے لگے ۔ ایک مرتبہ ایسے بیمار ہوئے کہ معمول میں فرق آ گیا ۔ دل میں ٹھان لی کہ اگر اب کے خدا نے صحت بخشی تو اس چیز کو حاصل کرنے کی سعی کروں گا جو ہمیشہ ساتھ دے ۔

چنانچہ صحتیاب ہوتے ہی پیر کامل کی تلاش میں نکلے ۔ اور دور دراز تک کے سفر کیے ۔ قندھار سے پنجاب تک کے علاقے میں گھوم نکلے ۔ آخر جناب روح اللہ کانگلزئی سے ملاقات ہوئی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ بیعت کرنے کے بعد سلوک و ریاضت میں اس قدر منہمک ہوئے کہ چار پانچ سال کے مختصر عرصہ میں خلعت خلافت سے سرفراز ہو گئے ۔ حضرت میاں

روح اللہ کو باری تعالیٰ نے یہ عظیم رتبہ عنایت فرمایا تھا کہ اس دور کے جیّد علما میں سے اکثر آپ کے مرید تھے ۔ ان کے بعض ایسے مرید بھی تھے جو درجۂ خلافت سے مشرف ہوئے اور بعض اس مقام تک نہ پہنچ سکے ۔ محروم رہ جانے والے مریدوں کو حضرت خواجہ فیض الحق پر رشک آیا کہ وہ برتری کیوں حاصل کر گئے ۔

حضرت میاں روح اللہ کشف تام کے مالک تھے۔ انہوں نے ایک روز بھری محفل میں کہا کہ خواجہ فیض الحق گیلی مٹی کے مانند میرے پاس آیا تھا جسے تھوڑے سے پانی کی ضرورت تھی ۔ وہ معمولی توجہ سے خلافت کا اہل بن گیا اور جو لوگ بالکل خشک مٹی کی طرح آئے تھے وہ زیادہ پانی سے بھی گیلے نہ ہو سکے ۔ ایسے لوگوں کو فیض الحق کے بارے میں سوچنا نہیں چاہیے ۔ ایک بار آپ شاہ ابوالخیر سرہندی جو اپنے زمانہ کے عظیم بزرگ اور صاحب کشف مشہور تھے ، کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ جب آپ ان کی مجلس سے رخصت ہوئے تو شاہ ابوالخیر کے خادموں نے آپ کے متعلق پوچھا ۔ حضرت شاہ ابوالخیر نے فرمایا کہ پہلے میں نے چند اومڑیاں دیکھی تھیں ، آج میں نے ایک شیر دیکھا ہے ۔

حاجی عبدالرحمان ہی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ وہ اور خواجہ صاحب دونوں درانی بستی میں جہاں اب کوئٹہ چھاؤنی ہے ، اقامت گزین تھے ۔ اُس بستی کے نزدیک ایک مزار تھا جہاں اب اسٹاف کالج ہے۔ اُس مزار سے قریب ایک ویران جگہ پڑی تھی جہاں مسافر اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے ۔ خواجہ صاحب کی عادت تھی کہ کبھی کبھی اس مزار پر جاتے اور مراقبہ کرتے ۔

ایک روز جب مراقبہ کرکے لوٹے تو ارشاد فرمایا کہ قبر کھودنے کا سامان لے آؤ ۔ سب لوگ حیران تھے کہ بستی میں کوئی موت واقع نہیں ہوئی ، قبر کھودنے کا سامان قبرستان لے جانے کی کیا ضرورت ہے ۔ لیکن کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ وہ خواجہ صاحب سے حقیقت حال کے بارے میں سوال کرے ۔

سب لوگ آپ کے ساتھ ہولیے اور متعلقہ سامان لے کر ارشاد کی تعمیل کی گئی ۔ وہاں پہنچ کر خواجہ صاحب نے اُس ویران جگہ کو کھودنے کا حکم دیا جہاں مسافر اپنی سواریاں باندھتے تھے ۔ کچھ حصہ کھودنے کے بعد

لحد کے نشانات ظاہر ہوئے ۔ جب لحد کو کھولا گیا تو وہاں سے ایک سفید ریش بزرگ کی لاش برآمد ہوئی جو بالکل سالم تھی ۔

خواجہ صاحب کے ارشاد پر اُسے وہاں سے نکال کر مزار کے پہلو میں دفن کر دیا گیا ۔ اگلے روز کسی خلیفہ نے جرأت کر کے اس واقعہ کی حقیقت معلوم کی ۔ آپ نے فرمایا کہ جس بزرگ کی لاش برآمد ہوئی ہے وہ اپنے وقت کا ایک مرشد تھا ۔ اس بزرگ نے مجھے کہا کہ میں یہاں تکلیف میں ہوں ، مجھے یہاں سے نکال کر خلیفہ کے مزار کے قریب دفنا دو ۔ چنانچہ میں نے جو کچھ کیا ہے اُن کے حکم کی تعمیل کی ہے ۔

خ ۔ ب صاحب کی عادت تھی کہ گھر میں استراحت نہ فرماتے ۔ جہاں بھی مقیم ہوتے کسی نہ کسی مزار پر رات بسر کرتے تھے ۔ چشمہ شریف میں ایک پرانی زیارت ہے جو پہاڑ کے دامن میں ندی کے کنارے واقع ہے ، جس کا نام راحت بابا ہے ۔ آپ ہر رات نماز عشا کے بعد اپنے ایک خاص شاگرد ملا احمد کو ساتھ لے کر وہاں جاتے اور ساری رات گزارنے کے بعد صبح کی نماز با جماعت مسجد میں ادا کرتے ۔

**آپ کے خلفا**

حاجی محمد عثمان کچلاغی (نزد کوئٹہ) ، حاجی محمد عباس مروی (مستونگ) ، حاجی محمد عوض گلزاری (کوئٹہ) ، اخوند محمد امین ترخوی (کوئٹہ) ، سید محمد اشرف کرانوی (کوئٹہ) ، ملا احمد صاحب کلی شیخان (کوئٹہ) ، حاجی اللہ بخش خڑک (سبی) ، خلیفہ در محمد مستونگی ۔

**۱۔ حاجی محمد عثمان کچلاغی (نزد کوئٹہ)**

آپ اپنے وقت کے بڑے عالم تھے ۔ آپ کے بہت سے مرید تھے جو ذکر میں مشغول رہتے ۔ آپ خواجہ صاحب کے بھائی کے فرزند ارجمند تھے ۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر خواجہ فیض الحق کے مزار مبارک کے قریب بنائی جائے ۔ چنانچہ اسی پر عمل کیا گیا ۔

**۲۔ حاجی محمد عباس مروی (علاقہ مستونگ)**

آپ زمانہ کے بڑے عالم ہو گزرے ہیں ۔ آپ کے متعدد مرید صاحب ذکر تھے ۔ ہر شخص آپ کے ذکر و شغل اور حسن اخلاق کا شیدائی تھا ۔

آپ کی ظاہری شکل و شباہت اور وضع قطع صحابہ کرام کی مثل سادہ تھی ۔ آپ کا طعام ، کلام اور منام بہت کم ہوتی تھی ۔ آپ کی مجلس کا ایک ایک لمحہ امر باالمعروف و نہی عن‌المنکر سے خالی نہ تھا ۔ آپ مولانا تاج محمد امروٹی کے خاص ہمراز تھے اور نہایت متواضع اور شب خیز تھے ۔ صاحب کشف کرامات ہونے کے باعث اگر اُن کی کرامات کو تحریر میں لایا جائے تو کتاب درکار ہوگی ۔

۳۔ حاجی محمد عوض گلزاری (کوئٹہ)

آپ صاحب ذکر تھے ۔ آپ کے متعدد مرید ذکر و شغل میں مصروف رہتے تھے ۔ حضرت خواجہ محمد عمر چشموی (۱۲۸۸ھ / ۱۸۷۱ء—۱۳۶۰ھ/ ۱۹۴۱ء) اکثر اپنے مریدوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے اور حاجی صاحب اُن پر خصوصی توجہ فرماتے تھے ۔ آپ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے ۔ گرد و نواح کے تمام لوگ اُن سے عقیدت رکھتے تھے ۔ کرامات اور مکاشفات کے مالک تھے ۔

ایک بار حاجی محمد عوض اور حضرت خواجہ محمد عمر چند دوسرے صوفیائے کرام کی معیت میں سبی میں حاجی حمل صاحب کے مزار پر تشریف لے گئے ۔ وہاں دیکھا کہ ایک شخص لعل محمد نامی نے اپنی گردن میں رسی ڈالی ہوئی ہے اور اپنے آپ کو باندھ رکھا ہے ۔ ان دونوں بزرگوں نے مراقبہ کیا اور باہر تشریف لائے ۔

حاجی صاحب موصوف نے اس شخص سے پوچھا کہ تم نے اپنے آپ کو یہاں کیوں باندھ رکھا ہے ۔ اس نے جواب دیا کہ میرا بھائی گم ہو گیا ہے ۔ تلاش کے باوجود کہیں نہیں ملا اور نہ کچھ علم ہوا کہ کہاں ہے ۔ اب میں نے یہاں اپنے کو باندھ رکھا ہے کہ شاید یہی اس کے ملنے کا ذریعہ بن جائے ۔ حاجی صاحب نے فرمایا کہ اپنے آپ کو کھولو اور کل گاڑی کے وقت اسٹیشن پہنچ جاؤ ۔ تمہارا بھائی اسی گاڑی میں آئے گا ۔ لعل محمد اگلے روز حاجی صاحب کے ارشاد کے مطابق اسٹیشن پہنچا ۔ گاڑی آئی تو اُسی سے اس کا بھائی اُترا ۔

اُس سے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آرہے ہو ۔ کہنے لگا کہ میں کل کراچی میں تھا میری ایسی حالت ہوئی کہ میں جس جانب بھی منہ کرتا تھا

کوئی شخص مجھے تھپڑ مارتا تھا - البتہ جب میں اسٹیشن کی جانب رخ کرتا تھا تو پھر کوئی تکلیف نہیں ہوتی تھی - اس لیے مجبوراً کراچی اسٹیشن پر پہنچا اور گاڑی میں سوار ہو کر آ رہا ہوں -

اس واقعہ سے لعل محمد حاجی صاحب کا اس قدر معتقد ہوا کہ اس نے تمام عمر حاجی صاحب کی خدمت میں گزار دی اور بستی گلزار میں ہی فوت ہوا -

**۴- اخوند محمد امین ترخوی (کوئٹہ)**

آپ ذکر و شغل اوراد کے ساتھ ساتھ درس بھی دیتے رہتے تھے - آپ کے مرید بھی ذکر میں مشغول ہوتے تھے - آس پاس کے تمام لوگ آپ کے معتقد تھے - آپ کا دسترخوان بہت کشادہ تھا - بڑے اچھے اخلاق کے مالک تھے - بادشاہوں جیسی طبیعت پائی جاتی تھی -

**۵- سید محمد اشرف کرانوی (کوئٹہ)**

- آپ کرانی (کوئٹہ کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے) کے سید خاندان سے تھے- آپ کی مالی حالت بھی اچھی تھی - مرید ہونے کے بعد زیادہ وقت ذکر و فکر میں بسر کرتے تھے اور ذکر میں زیادہ ہی سرگرم عمل ہوئے - اسی لیے تھوڑی مدت میں خلعت خلافت سے سرفراز ہوئے - آپ سے اچھے خاصے لوگ بہرہ یاب ہو سکے - آپ اکثر طالب علموں اور غریبوں کی خدمت کیا کرتے تھے اور یتیموں کی زیادہ خبر گیری فرماتے - یتیموں کے لیے کپڑے بنواتے اور ان میں تقسیم فرمایا کرتے تھے - اخلاق حسنہ کے زیور سے آراستہ تھے - آپ کا دسترخوان بھی کافی کشادہ تھا - جوانی کے عالم میں اللہ کو پیارے ہوئے -

**۶- ملا احمد صاحب کلی شیخاں (کوئٹہ)**

آپ ہر وقت حضرت خواجہ فیض الحق کی خدمت میں مصروف رہتے تھے - اکثر رات کو مزاروں پر جب خواجہ صاحب تشریف لے جاتے تو آپ ان کے ہمراہ ہوتے تھے - ہر وقت ذکر شغل میں مشغول رہنے کے باوجود درس سے بھی لوگوں کو مستفید فرماتے تھے -

۷- حاجی اللہ بخش خژک (مستبی)

آپ ایک ذاکر انسان تھے اور ہر وقت ذکر میں مشغول رہنے کے باوجود اپنے ارد گرد کے لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے ۔

۸- خلیفہ در محمد مستونگی

آپ عالم شباب میں بہت سرکش تھے ۔ لوگوں کے ساتھ بد خلقی سے پیش آتے تھے۔ لیکن جب خواجہ فیض الحق کے مرید ہوئے تو تمام بُرے افعال و اعمال سے تائب ہو کر صالح انسان بن گئے اور بنی نوع انسان کی خدمت کو اپنا شعار بنایا ۔

ذکر و فکر میں بھی مصروف رہتے تھے ۔ ایک دفعہ آپ بھاگ ناڑی میں ایک بستی سے گدھے پر سوار گزر رہے تھے کہ ایک شخص سامنے آیا اور عرض کیا کہ میں بھی آپ کے طریقے میں داخل ہو چکا ہوں مگر ابھی تک ذکر جاری نہیں ہوا ۔

آپ نے اسی کیفیت میں اس شخص سے کہا کہ آنکھیں بند کر لو اور اپنے دل کی طرف دھیان دو ۔ اس نے ایسا ہی کیا ۔ اس کے بعد خلیفہ صاحب نے اس پر توجہ کی وہ شخص بے ہوش ہو گیا اور بے خود پڑا رہا ۔ قریباً ایک گھنٹے کے بعد جب ہوش میں آیا تو ذکر جاری ہو چکا تھا ۔

۲۳۲

## بابا فرید اللہ شاہ

آپ نے پشین میں ایک جیّد عالم دین کی حیثیت سے شہرت پائی اور ایک صدی قبل تبلیغ اسلام کے سلسلے میں بہت مشہور ہوئے ۔ دور دور سے لوگ فیضیاب ہونے کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے ۔ آپ نے بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کی خاطر بہت کام کیا ۔ آپ جلالی بزرگ تھے۔

بابا فرید کا مزار پشین شہر سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے اور ہر جمعرات کو بھاری تعداد میں لوگ مزار پر حاضری دیتے ہیں - مزار کے احاطہ میں بابا فرید کے علاوہ ان کے قریبی رشتہ داروں کی نو قبریں بھی موجود ہیں - پشین کے لوگ آپ سے والہانہ عقیدت رکھتے ہیں -

## ۲۳۳

## فیضو بابا

آپ کا مزار کانسی قبرستان (کوئٹہ) میں واقع ہے - آپ صاحب کشف و کرامات تھے - آپ کا زمانہ انگریزوں کے ابتدائی دور حکومت کا زمانہ ہے - آپ ہمیشہ انگریزوں کے خلاف رہے - حق بات کہنے میں انھیں کوئی تامل نہ تھا - آپ ایک وقت میں کئی جگہ نظر آتے تھے - آپ کو اکثر دزداب (زاہدان) اور کوئٹہ میں بیک وقت دیکھا گیا - آپ کو انگریزوں نے متعدد بار گرفتار کر کے حوالات میں بند کیا - مگر آپ حوالات سے اس طرح غائب ہو جاتے تھے کہ حوالات کے تالے لگے ہی رہ جاتے تھے -

## ۲۳۴

## فقیر ہوتک

آپ کا تعلق بلوچستان کے مشہور قبیلہ ساَلانی' سے تھا - آپ ضلع چاغی کے معروف صاحب کرامت بزرگ حضرت شیخ حسین کے خدمت گاروں میں سے تھے - اپنے مرشد سے بے حد لگاؤ رکھتے تھے اور کبھی ان سے جدا نہ ہوتے تھے - لگاؤ کی وجہ سے مرشد کے وصال کے بعد آپ نے باقی عمر وہیں گزار دی -

---

۱- حضرت فقیر ہوتک - عبدالرحمان براہوئی - آئینہ لاہور ، دسمبر ۱۹٦۷ء -

حضرت شیخ حسین نے ایک روز خوش ہو کر آپ کے لیے بارگاہ ایزدی میں دعا کی جس کے نتیجہ میں سانپ اور بچھو آپ کے تابع ہو گئے - بلوچستان کی سر زمین طویل فاصلوں کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے - یہاں کے بیشتر حصوں میں پرانے وقتوں سے باؤلے کتے ، سانپ ، بچھو اور دوسرے زہریلے حشرات کے کاٹے کا علاج دم اور صوفیائے کرام کے مزارات کی مٹی سے کیا جاتا ہے - یہ مٹی ''خوردہ'' کہلاتی ہے -

جب کسی کو باؤلا کتا کاٹتا ہے تو وہ حضرت سید کریمؒ ، حضرت سید مورث شاہؒ[1] یا حضرت آمو آغاؒ میں سے کسی ایک کے مزار پر جا کر وہاں کی مٹی زخم پر لگا دیتا ہے تو آسے بفضل ایزدی شفا ہو جاتی ہے -

سانپ کے کاٹے کا علاج فقیر ہوتکؒ کے مزار کی مٹی سے کرتے ہیں - کہتے ہیں کہ آپ کے مزار کی مٹی میں ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ اگر یہ خاک کسی گھر میں ہو تو وہاں سے سانپ اور بچھو بھاگ جاتے ہیں یا کم از کم وہاں کے مکینوں کو کوئی گزند نہیں پہنچاتے - اسی لیے خانہ بدوش ہر وقت یہ 'خوردہ' اپنے پاس رکھتے ہیں کیونکہ آن کے پاس چارپائیاں تو ہوتی نہیں اور آنھیں زمین پر ہی سونا پڑتا ہے - اس لیے انھیں سانپ اور بچھو کا خطرہ بھی زیادہ ہی ہوتا ہے - آپ کا مزار کردگاب (قلات ڈویژن) میں مرجع خلائق ہے -

## ۲۳۵

# صوفی فیض محمد فیضل

آپ گجان[2] شہر کے قبیلہ لاشار میں ربیع الآخر ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۳ء میں جمعرات کے دن پیدا ہوئے - آپ کے والد کا نام خان محمد تھا - سات آٹھ برس کی عمر کو

---

۱- سید مورث شاہ - منگوچر میں مزار ہے - خاندان چشتیہ ، طریقہ قادری ، تاریخ وصال ۱۶ رجب ۱۱۸۷ھ -

۲- قدیم براھوئی شعرا . حصہ اول ، عبدالرحمان براہوئی ، کوئٹہ ۱۹۶۸ء ، ص ۲۰۹ ، ۲۱۰ - چھ زبانوں کا صوفی شاعر فیضل ، پیر محمد زبیرانی (بزبان بلوچی) بولان نامہ کوئٹہ ۱۹۶۷ء -

پہنچے تو عام دستور کے مطابق اپنے بیلوں کو چرانے کے لیے لے جانے لگے۔
دس برس کی عمر تک کھیل کود ہی میں مصروف رہے۔

پھر آپ کی زندگی میں ایک اہم موڑ آیا اور آپ دل لگا کر تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ والدین کو بتائے بغیر آپ ایک مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں بھی علم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ مولوی صاحب نے آپ کا شوق اور رجحان دیکھ کر پڑھانا شروع کیا۔ جب آپ نے قرآن شریف ختم کر لیا تو دستور کے مطابق مولوی صاحب نے ان کے ہاتھ تسبیح سے باندھے اور چند طالب علموں کے ہمراہ انہیں ان کے گھر بھیج دیا۔ والدین نے حقیقت دریافت کی تو طالب علموں نے بتایا کہ انھوں نے قرآن مجید ختم کر لیا ہے اس لیے استاد نے ان کے ہاتھ تسبیح سے باندھ دیے ہیں اور آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ ختم قرآن مجید کی مٹھائی دیں۔ اس پر فیضل کے والدین بے حد خوش ہوئے اور فی الفور مولوی صاحب کی خدمت میں بچھڑا بھجوا دیا۔

اب آپ فارسی و عربی کتب پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ پہلے تو تعلیم کی رفتار سست ہی رہی کیونکہ اکیس سال کی عمر میں 'سکندر نامہ' سے فارغ ہوئے بہر حال تعلیمِ ظاہری سے فراغت پا کر آپ تعلیمِ باطنی کی جانب متوجہ ہوئے اور مرشدِ کامل کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ فتح پور (علاقہ گنداوا، ضلع کچھی) پہنچ کر حضرت سید رکھیل شاہ صاحب کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ وہاں پہلے طلبہ کو درس دینے میں مصروف رہے پھر حضرت صاحب کے ارشاد کے مطابق پرانی مسجد میں بیٹھ گئے اور چلہ کشی شروع کی۔

چلہ کھینچنے کا طریقہ یہ ہے کہ چلہ کھینچنے والا ایک کوزہ پانی کا اور چند کھجوریں اپنے پاس رکھتا ہے اور ان میں سے چند دانے کھاتا رہتا ہے اور چالیس روز تک ذکر الٰہی میں مشغول رہ کر ایک چلہ پورا کرتا ہے۔

فیضل نے بھی اسی دستور پر عمل کیا مگر آپ یاد الٰہی میں اتنے منہمک ہو گئے کہ کھانے پینے کا خیال تک نہ رہا۔ چالیس دن گزرنے کے بعد

دوسرے لوگ وہاں پہنچے تو انھوں نے دیکھا کہ آپ نڈھال پڑے ہیں۔ سانس بھی مشکل سے آ رہی ہے۔ انھوں نے منہ میں شربت ٹپکایا تو سانس آئی۔ اور یوں آپ اس اولین منزل کو بخیر و خوبی طے کر کے آگے بڑھے۔

آپ کئی سال تک فتح پور میں مرشد کی خدمت میں رہے اور پیر کامل کی رہنمائی میں طریقت کی منازل طے کیں۔ خود گویا ہیں :

تینٹ ہادی فتح پور نی
تینٹ پیر مغان

ترجمہ : فتح پور میں وہ خود ہی ہادی تھا اور خود ہی پیر مغان تھا۔

بعد ازاں مرشد سے اجازت لے کر نواب شاہ کی جانب روانہ ہونے لگے لیکن آپ کے قبیلے کے لاشاریوں نے انھیں وہاں جانے سے روکا اور عرض کی کہ نصیر آباد (بلوچستان) میں ان کی ایک ایسی بستی ہے جو جن اور دیووں کی وجہ سے ویران ہو چکی ہے۔ آپ وہاں چلیں اور اُسے آباد کریں۔ صوفی فیضل صاحب راضی ہو گئے اور نواب شاہ جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور اُن لوگوں کے ہمراہ اُس ویران بستی میں پہنچے اور اُس کا نام فیض پور رکھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے گرد و پیش کے لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر فیض یاب ہونے لگے۔ کہتے ہیں کہ اس بستی میں ایک مجذوب عورت تھی جس نے لوگوں کو جنّوں کے خوف سے بستی کو چھوڑتے دیکھا تھا۔ وہ کبھی کبھی کہا کرتی کہ ایک نہ ایک دن یہاں ایک مرد خدا آئے گا اسے کوئی (مراد جن) اس بستی سے نکالے تو میں دیکھوں ؟

---

۱۔ قدیم براہوئی شعراء، حصہ اول ، عبدالرحمان براہوئی ، کوئٹہ ۱۹۶۸ء، ص ۹۹۔

آخر اُس مجذوبہ کی بات[1] درست نکلی اور صوفی فیضل کی وجہ سے وہ ویران بستی آباد ہو گئی - کسی نے صحیح کہا ہے :

بہر جا چوں رود نیکو سرشتے
اگر دوزخ بود گردد بہشتے

آپ سے کئی کرامات منسوب ہیں جیسے :

ایک دن گنداوہ کے قریب صدیق کی ویران مسجد میں آپ خدا کی یاد میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص حیران و سرگرداں ہانپتا کانپتا وارد ہوا اور کہنے لگا خدا کے لیے مجھے کہیں چھپا دیں ، دشمن مجھے قتل کرنے کے لیے آرہے ہیں - آپ نے کہا کہ میرے پاس کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں تمھیں چھپاؤں ، یہ صرف ایک ویران مسجد ہے - اُس نے کہا جس طرح ہو مجھے دشمنوں سے بچائیے - آپ نے فرمایا کھڑے نہ رہو بلکہ مسجد کے کسی کونے میں بیٹھ جاؤ - خدا تم کو امان دے گا -

وہ شخص مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ گیا - اتنے میں پانچ سات آدمی جو لاٹھیوں اور کلھاڑیوں سے مسلح تھے ، وہاں آ پہنچے اور کہا یہاں ہمارا مفرور آیا ہے ، یہ اس کے قدموں کے نشانات ہیں - صوفی فیضل کہنے لگے کہ میں ایک فقیر ہوں - تمھارا مفرور میرے پاس کہاں ہے اور میں نے کہاں چھپایا ہے ؟

انھوں نے مسجد کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن اُس کا نام و نشان نہ ملا - وہ مایوس ہو کر چلے گئے - ان کے جانے کے بعد وہ مفرور بھی سلامتی کے ساتھ نکل گیا -

صوفی صاحب نے ایک درخت کا پودا لگایا - چند دنوں کے بعد وہ خشک ہو گیا - ایک روز آپ نے اُسے دیکھ کر لوگوں سے فرمایا کہ پانی کیوں نہیں دیتے - انھوں نے عرض کی حضور ہم تو پانی دیتے ہیں لیکن یہ سوکھ گیا ہے - آپ آئے اور درخت کے کناروں کو آہستہ آہستہ عصا سے مارتے رہے -

---

۱- بولان نامہ - چھ زبانوں کا صوفی شاعر فیضل (بزبان بلوچی) پیر محمد زبیرانی کوئٹہ ۱۹۶۷ء -

اور فرمایا اسے پانی دو ، خدا نے چاہا تو یہ ہرا بھرا ہو جائے گا ۔ خدمت گاروں نے آپ کے فرمان پر عمل کیا ۔ وہ پودا سر سبز ہو کر ایک بڑا درخت بن گیا ۔

آپ کی بستی کو جانے والی راہ پر ایک آدمی نے قبضہ کر لیا کیونکہ وہ زمین بھی آپ نے بخش دی تھی ۔ لوگوں کی آمد و رفت بند ہوئی ۔ سب مجبور ہو کر آپ کے پاس آئے اور حقیقتِ حال بیان کی اور کہا آپ ہمیں حکم دیں ہم لڑ جھگڑ کر اس سے راستہ واپس لے لیتے ہیں ۔ صوفی فیضل نے فرمایا کہ ہم فقیروں کا کام لڑنا جھگڑنا نہیں بلکہ مخلوق کے لیے نیک دعا کرنا ہے ۔ سب لوگ لاچار ہو کر خاموش ہو گئے ۔

خدا کی قدرت ایک روز وہی راستہ بند کرنے والا شخص ہیضہ میں مبتلا ہو گیا ۔ آپ کو پتہ چلا تو آپ نے ایک تعویذ لکھ کر کسی کے ہاتھ بھیجا اور کہا کہ اس کو پانی میں گھول کر پی لو خدا نے چاہا تو تندرست ہو جاؤ گے ۔ ڈرنا نہیں اور یہ خیال نہ کرنا کہ فقیر نے مجھے بد دعا دی ہے ۔ اس تعویذ کے استعمال کے بعد وہ شخص تندرست ہو گیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت چاہی ۔

آپ کے چند مرید ایک بنیے کے مقروض تھے ۔ قرضے کے بدلے اُس ساہوکار نے ان کی زمینوں پر قبضہ کر لیا ۔ انہوں نے بے حد منت سماجت کی لیکن وہ نہ مانا ۔ وہ لوگ مجبوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا آپ بیچ بچاؤ کرا دیجیے ۔ وہ ہماری زمینوں پر قبضہ نہ کرے ، ہم عہد کرتے ہیں کہ اُس کا قرض آہستہ آہستہ ادا کر دیں گے ۔ آپ نے اُس ساہوکار سے کہا لیکن وہ نہ مانا اور تحصیل میں جا کر رپورٹ درج کرا دی ۔ آپ نے مریدوں سے کہا تم لوگ جاؤ اور خدا پر بھروسہ رکھو انشاءاللہ اُسے کامیابی نہیں ہوگی ۔

ساہوکار کی رپورٹ پر تحصیلدار نے قرض داروں کو طلب کیا ۔ اور ہندو کو حکم دیا کہ جا کر اپنا بہی کھاتہ لاؤ ۔ ہندو نے بہی کھاتہ سامنے رکھا ۔ شروع سے آخر تک دیکھا ایک پیسہ بھی بقایا نہ نکلا ۔ دیکھا کہ سب رقم وصول ہو چکی ہے ۔ ششدر رہ گیا ۔ آخر بہی کھاتے

کو بغل میں دبا کر چلتا بنا اور قرض داروں کی جان میں جان آئی۔ اس روز کے بعد ہندو غریب ہونا شروع ہوا حتیٰ کہ بالکل قلاش ہو گیا اور اس کا دو منزلہ مکان بھی گر پڑا۔

آپ کو سماع سے دلچسپی تھی۔ ایک روز مریدوں نے کہا کہ ریڈیو سے اچھے اچھے نغمے نشر ہوتے ہیں آج آپ ان سے لطف اندوز ہوں۔ آپ نے کہا کہ نہیں رہنے دو۔ مریدوں نے ضد کی اور ریڈیو لا کر سامنے رکھ دیا۔ لیکن ریڈیو بالکل خاموش ہو گیا۔ اسے آپ سے دور لے گئے تو پھر بولنے لگا۔

صوفی فیضل کی تصویر کیمرے سے نہیں اترتی تھی۔ کئی بار کوشش کے باوجود کامیابی نہ ہو سکی۔ آخر جب حج کی تیاری کرنے لگے تو آپ سے کہا گیا کہ تصویر کے بغیر حج کے لیے نہیں جانے دیتے۔ اس لیے مہربانی کر کے تصویر کھنچوانے کی اجازت دے دیجیے۔ صرف اس وقت آپ کی تصویر اتر سکی۔

آپ بیمار ہوئے تو علاج کے لیے ایک ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ نبض دیکھ کر ڈاکٹر نے صوفی صاحب سے پوچھا کہ جناب طبیعت کیسی ہے۔ آپ نے گرج کر کہا کہ خدا کا شکر ہے میں تندرست ہوں۔

ڈاکٹر یہ کیفیت ملاحظہ کرنے کے بعد باہر جا کر رونے لگا۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا میں حیران ہوں کہ نبض بالکل بند ہے مگر معلوم نہیں کہ شیر کی طرح گرج کر بات کرنے والا کون ہے۔ تھرمامیٹر سے دیکھا تو جسم کا درجۂ حرارت ۱۰۲ تھا۔

آخری وقت بھی نماز قضا نہ ہوئی۔ صبح کی نماز کے وقت اپنے فرزند سے کہا کہ تیمم کے لیے اینٹ لاؤ۔ وہ اینٹ لے آیا۔ آپ نے تیمم کیا اور لیٹے لیٹے نماز پڑھنی شروع کی اور اسی حالت میں آپ کا وصال ہوا۔

تاریخ وفات ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ (بمطابق ۸ نومبر ۱۹۵۷ء) ہے۔

آپ فارسی، اردو، بلوچی، سندھی، سرائیکی اور براہوئی زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ اسی کے ذریعے علم دین کی خدمت کی۔ آپ کی شاعری

تصوف میں ڈوبی ہوئی ہے۔ آپ کے دیوان آپ کے جانشین حاجی محرم فقیر کے پاس محفوظ ہیں[1]۔

## ۲۳۶

## فتح ملا

آپ کا مزار وہار تحصل بوری ضلع لورالائی میں ہے۔

## ۲۳۷

## فدا حسین

مزار اوتھل شہر لس بیلہ میں ہے۔ یہاں جمادی الثانی میں میلہ لگتا ہے۔

## ۲۳۸

## فیض محمد اخوندزادہ

موسیٰ خیل قوم کے فرد ہیں۔ مزار میختر تحصیل بوری ضلع لورالائی میں ہے۔

---

۱۔ بولان نامہ، چھ زبانوں کا صوفی شاعر فیضل (بزبان بلوچی) پیر محمد زبیرانی، کوئٹہ ۱۹۶۷ء، ص ۱۷۰ — ۱۷۲۔ آپ فیضل تخاص کرتے تھے۔ آپ کا اڑھائی سو صفحات پر مشتمل دیوان پیر محمد زبیرانی کے پاس ہے جس میں پانچ عنوانات کے حصے ہیں: (۱) دیوان فیض (۲) غزلیات فیض (۳) عین العشق (۴) فیض حق (۵) گشن اشعار
قدیم براہوئی شعرا، حصہ اول۔ عبدالرحمان براہوئی۔ کوئٹہ ۱۹۶۸ء، ص ۱۰۰، ۱۰۳۔

# مولوی قادر بخش خان گوله

آپ ۱۲۵۳ھ/۱۸۳۷ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی بنگل خان تھا جو جیکب آباد کے معزز زمیندار خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ آپ بچپن ہی میں والدین کے سایۂ عاطفت سے محروم ہو گئے تھے مگر تحصیلِ علم سے محروم نہ رہے۔ تعلیم نے آپ کو درجۂ کمال تک پہنچایا۔ علم ظاہر کے ساتھ آپ کو علم باطن سندھ کے مشہور شیخ کاپاری[۳] کی سالہا سال کی صحبت سے حاصل ہوا۔ دس سال کی عمر تک آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں کے مُلا سے حاصل کی۔ اس کے بعد ضلع سکھر کے قصبہ رستم کے مولوی محمد عبدالستار صاحب کے مدرسہ میں داخل ہو کر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ذوق معرفت نے روز ازل سے آپ کے دل میں گھر کر رکھا تھا۔ اسی لیے شریعت کی مکمل تعلیم کے بعد آپ طریقت کی طرف مائل ہو گئے۔

دوران تعلیم اپنے مکان پر اِکتارے کی دُھن پر محو ہو جایا کرتے اور اسی سوز و ساز میں کھو جاتے۔ شفیق اُستاد تنبیہ کیا کرتے 'اے قادرو کوری یہ شغل چھوڑ دو ورنہ کبھی ماروں گا'۔ مگر انھوں نے کتابوں کو تو ترک کرنا شروع کر دیا مگر اِکتارے اور سارنگی کو نہ چھوڑا۔ تمام ہم مکتب کہتے تھے کہ قادر بخش کبھی مولوی نہ بن سکے گا۔

ایک دن پنجاب سے ایک عالم دین آئے تو اُستاد صاحب نے انھیں اپنے شاگردوں کا امتحان لینے کے لیے کہا تاکہ جو شاگرد پاس ہو جائیں اُن کی دستاربندی انھی عالم دین سے کرائیں۔ امتحان لینے پر کوئی شاگرد بھی پاس نہ ہوا۔

اُستاد نے غصے میں آ کر آواز دی قادرو کوری کہاں ہے ذرا ادھر آئے۔ قادر بخش نے آتے ہی عرض کی کہ مجھے اپنے شفیق استاد کو جواب دینا

ہے یا دوسرے مولوی کو۔ پھر خود ہی کہنا شروع کیا ۔ الحمدللہ مجھے علم لدنی حاصل ہے۔ پوچھنے جو کچھ مجھ سے پوچھنا ہے۔ پھر خود ہی ایسے مسائل اور نکات بیان کیے جس کو سن کر اہل محفل دنگ رہ گئے۔

اس دن سے استاد کی نظر میں آپ کی عظمت پیدا ہو گئی۔ آپ کی دستاربندی ہوئی اور استاد کی نصیحت کے مطابق ایک ویران مقام پر جنگل میں مدرسہ قائم کیا اور استاد نے نصیحت کی کہ تم کسی لالچ کے بغیر دین محمدی کی خدمت میں مشغول ہو جاؤ۔ چنانچہ ایسے ہی آپ نے کیا اور جنگل میں منگل بنا دیا۔ آپ کے مدرسے سے سینکڑوں شاگرد فیضیاب ہوئے۔ کبھی کسی کی مدد قبول نہ کی۔ سالہا سال تک تعلیم کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔

ایک روز ایک عزیز کی شادی میں شرکت کے لیے صحبت پور تشریف لے گئے وہاں ایک رقاصہ کو جھومر کرتے ہوئے محو رقص پایا۔ اسی وقت عشق کی چنگاری بھڑک اٹھی۔ اور مولوی صاحب علم و فضل اور احساسِ ملامت کو بالائے طاق رکھ کر رقص کرنے لگے۔

ناچتے ناچتے مولوی صاحب پر وجد طاری ہو گیا اور بے ہوش ہو گئے۔ وہاں سے آپ کے شاگرد آپ کو اٹھا کر واپس مدرسہ میں لے گئے ۔ جب ہوش میں آئے تو درس و تدریس کا سلسلہ ترک کر دیا۔ مدرسہ چھوڑ دیا۔ مسجد و مدرسہ ویران ہو گئے ۔ برادری اور رشتہ داروں نے اسے بےعزتی خیال کرتے ہوئے آپ سے قطع تعلق کر لیا۔

مجذوبی کے عالم میں سات سال تک سرگرداں و پریشان پھرتے رہے۔ آخر مولوی محمد میوہ صاحب آپ کو لعل شہباز قلندر کے دربار پر لے گئے۔ اور وہاں سجادہ نشین میاں محمد کامل صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ نبض شناس پیر مرض کو پہچان گیا اور مولوی صاحب کو پکڑ کر ایک کمرے میں لٹا دیا اور فرمایا قادر بخش نے سات سال کا عرصہ بے خوابی میں گزارا ہے۔ اسے سونے دو۔ چنانچہ مولوی قادر بخش سات دن رات سوئے رہے۔ بیدار ہوئے تو پیر صاحب نے فرمایا پانچ سال تک قلندر کے مزار کی جاروب کشی کرو۔ آپ تعمیلِ حکم کرتے رہے۔

ایک روز پیر کامل تخلیے میں عبادت میں مشغول تھے کہ مولوی صاحب نہایت ادب کے ساتھ اجازت لیے بغیر اندر چلے گئے - میاں محمد کامل نے فرمایا مولوی صاحب اجازت لیے بغیر داخل ہوئے ہو ، خیر حضرت لعل شہباز قلندر بفضل خدائے تعالیٰ تم سے راضی ہو گئے ہیں - اور تمہیں دوبارہ درس و تدریس کا حکم دیتے ہیں - ہمارا ہاتھ حضور انور سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دامن میں ہے اور تمہارا ہاتھ ہمارے ہاتھ میں ہے ، جو تمہارا دامن پکڑے گا اس کا ہاتھ ہمارے دامن میں ہوگا -

عشق مجازی میں ذلت و خواری کی گھڑیاں ختم ہو گئیں - حقیقت نے اپنا آپ دکھانا شروع کر دیا اور مولوی صاحب نے واپس آ کر مدرسہ آباد کر دیا - معرفت الٰہی میں غوطہ زن ہونے لگے اور بحر معرفت سے آبدار موتی انہیں ملتے گئے - عجز و انکسار کا شیوہ اختیار کر لیا - عالمانہ فخر و غرور ختم ہو گیا - قوال سماع کے لیے ہمیشہ حاضر رہنے لگے -

آپ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں - ایک کرامت یہ بیان کی جاتی ہے کہ مدرسہ کے قریب کوئی پانی نہ تھا - تین میل سے شاگرد پانی لایا کرتے تھے - ایک روز شاگردوں نے روزانہ پانی لانے کی تکلیف کا اظہار کیا تو مولوی صاحب نے ایک گدھا منگوایا اس پر کجاوہ رکھ کر دو خالی گھڑے رکھ دیئے اور ایک کتے کو حکم دیا کہ گدھے کے ساتھ جایا کرو - روزانہ پانی لانے کا کام کرو - چنانچہ ہر روز گدھا اور کتا تین میل کی مسافت طے کیا کرتے اور پانی کے جوہڑ پر پہنچتے، وہاں کوئی نہ کوئی خدا کا بندہ مولوی صاحب کے گدھے کو پہچان کر گھڑوں میں پانی بھر کر گدھے پر رکھ دیتا اور پھر دونوں جانور سیدھے مدرسے آ جاتے - مدت تک یہ سلسلہ جاری رہا -

اس طریق کار پر بہت سے لوگ حسد کرنے لگے - ایک روز نظر محمد کھوسہ نے مولوی صاحب کے کتے کو دھتکارا اور کہا دور ہو پلید کتے - اس کے بعد کتا خاموشی سے بیٹھ گیا اور کام سے کنارہ کشی کر لی - مولوی صاحب کو پتا چلا تو کتے سے مخاطب ہو کر فرمایا - "یار ان لوگوں کو کیا پتہ کہ تم پلید ہو یا پاک ، اپنا کام کیا کرو-" اس کے بعد کتا پھر سے کام میں مستعد ہو گیا - مولوی صاحب لاولد فوت ہوئے - پچاسی سال عمر پائی - ان کا

وصال ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء میں ہوا ۔ آپ کا مزار گوٹھ عاشق آباد نزد صحبت پور تعلقہ جھٹ پٹ (بلوچستان) میں ہے ۔ مزار کی تعمیر نو حاجی عزیز اللہ کھوسہ والد جمعہ خاں مانجھانی کھوسہ نے مکمل کرائی ہے ۔ آپ کا عرس ہر سال ۲۵ تا ۲۷ ذوالحجہ کو ہوا کرتا ہے ۔

مولوی احمد خاں گولہ سجادہ نشین عاشق آباد نے مولوی قادر بخش گولہ مرحوم کی سیرت اور کلام پر ایک تالیف مرتب کی ہے جس کا نام ''گلزار کاپاری'' ہے ۔ اس میں مرحوم کے مختلف منظومات بھی شامل ہیں ۔

نمونۂ کلام :

سینہ پُر دارم ز سوزِ شمع حسن گلرخاں
زان براہ عشق بازی بلبل و پروانہ ام
در جہاں شوریدہ شیدا حال قادر بخش شد
در درونِ دل جمع باہمت مردانہ ام

فارسی غزلوں کے علاوہ ''گلزار کاپاری'' میں مولوی صاحب کا سندھی اور سرائیکی کلام بھی موجود ہے ۔ نمونے کے طور پر دیگر اصناف کے چند اردو تراجم پیش کیے جا رہے ہیں تاکہ موضوعات کے تنوع کا علم ہو سکے :

معراج نامہ

ہزار حمد ایک خالق کے لیے ہے جس نے احمد کا ظہور
فرمایا ۔
واحد (خدا) جس نے اپنی کثرت ظاہر کرنے کے لیے اسے
نور سے پیدا کیا ۔
نبی کے دین نے یہ سارا جہان اور وہ جہان باغ
اور بہار کر کے بہشت بنایا ۔
رسول کے چاروں یار امداد کرتے تھے (دین میں)
اور خدا نے انہی پر (دین کی تبلیغ میں)
انحصار کیا ۔

## مولود شریف

تھل : اللہ کے رسول محمد سردار کو دل اور نفس بہت یاد کرتے ہیں -

۱ - سمندر کی پُر ہیبت لہریں بہت دور سے پہاڑوں کو بھی ڈرا دیتی ہیں - (میرا اس تک) پہنچنا بہت مشکل ہے کیونکہ سفر دور کا ہے - اسی فکر میں میرا دل تڑپ رہا ہے -

۲ - جب سے زندہ ہوں اس کی محبت میرے اندر اس کی یاد کو تازہ کیے ہوئے ہے - میری آرزو ہے کہ میری موت کے وقت سید (حضرت محمد) آکر اپنی زیارت کرائیں -

## دعا نامہ

تحقیق قل ھواللہ (کہو کہ وہ اللہ) ایک ہے - محمد ہمارا رسول ہے - اسی پر میرا ایمان ہے -

اس کو نہ کسی نے پیدا کیا - نہ اس سے کوئی پیدا ہوا ہے - اسی کی تعریف میں کرتا ہوں -

ہر مذہب میں معبود ہے - ہر مظہر میں وہی موجود ہے - اغیار پر اعتبار کرنا چھوڑ دے کہ انھوں نے کہا ہے کُن (ہوجا) -

## سسی پنوں کا ایک بیت

اے ہندو کی لڑکی تجھے اتنا ہوش نہ رہا کہ 'ہوت' تمھارا ہم قوم نہ تھا -

اونٹوں کے لادنے والوں کے لیے تم نہ جاگ سکی بلکہ نیند نے تمھیں آگھیرا -

ان کے لیے تم نے فاقے نہیں کیے اور نہ ہی تم نے اپنے آپ کو اس قابل بنایا -

قادر بخش کہتا ہے ، انہی کے کام بنتے ہیں جو جاگا کرتے ہیں -

کافی

تھل : ہر صورت (شکل) میں وہ آیا محض اپنا منہ چھپانے ۔

۱ ۔ گنگا جمنا میں ، مکہ میں ، ہر جگہ میں
وہ سمایا ہوا ہے ۔
دوسرا کون ہے جو اُس کا شریک ہو ۔

۲ ۔ اچھی صورت میں شاہ اور صبح وہ اپنا نور
دکھاتا ہے ۔
ہر بار نئے مظہر میں اپنا جلوہ دکھاتا ہے ۔

۳ ۔ قادر بخش کو شاہ مروندی نے یہی سمجھایا ہے ۔
اس لیے وہ تیری مدح گاتا پھرتا ہے ۔

## ۲۴۵

## قاضی نیکہ

آپ کاکڑ ہیں ۔ آپ کا مزار پشین میں ستر زئی قبرستان میں ہے ۔

## ۲۴٦

## معصوم بابا

آپ کا مزار پشین شہر سے چند فرلانگ کے فاصلے پر ہے ۔ انہیں غائب بابا
و شیخ بابا بھی کہا جاتا ہے ۔

روایت ہے کہ معصوم بابا کی پیدائش معجزانہ طور پر ہوئی تھی ۔ اُن کی
عمر صرف پانچ دن تھی ۔ معجزانہ پیدائش کی بنا پر انہیں غائب بابا اور
معصومیت میں رحلت فرمانے پر معصوم بابا کہا جاتا ہے ۔

دانت کے درد کی صورت میں لوگ معصوم بابا کے مزار پر جاتے ہیں اور
مزار کی چوکھٹ کی دہلیز میں میخ (کیل) ٹھونکتے ہیں جس سے دانت کا درد

جاتا رہتا ہے ۔ دوستی سے متعلق معاملے کے سلسلے میں میخ چوکھٹ کی دائیں کڑی میں اور دشمنی سے متعلق بائیں کڑی میں لگائی جاتی ہے ۔ مزار کی چوکھٹ پر بے شمار کیلیں نظر آتی ہیں ۔ اسی نسبت سے آپ کو میخ بابا بھی کہتے ہیں ۔

پرانے لوگوں کا کہنا ہے کہ انگریز اپنے زمانۂ حکومت میں معصوم بابا کے مزار پر ضرور حاضری دیا کرتے تھے ۔ اب بھی کثیر تعداد میں لوگ مزار پر جا کر فاتحہ پڑھتے ہیں ۔

## ۲۴۲

## ملا کمال اخوند

ملا کمال اخوند مندر زئی کا مزار خلگی (ضلع ژوب) میں ہے ۔ آپ ایک عالم و فاضل بزرگ تھے ۔ آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب میرا وصال ہوگا تو اس روز فرنگی ہندو باغ (موجودہ نام مسلم باغ) پر قبضہ کرے گا ۔ چنانچہ آپ کی وفات اکتوبر ۱۸۹۰ء میں ہوئی اور اسی روز انگریزوں نے ہندو باغ پر اپنا تصرف جمایا ۔

## ۲۴۳

## حضرت کاک یا کاکڑ نیکہ

آپ کاکڑ قبیلے کے جد اعالی ہیں ۔ شیر محمد گنڈاپور نے اپنی مشہور تاریخی کتاب ''خورشید جہاں'' میں تحریر کیا ہے کہ آپ دانی کے بیٹے اور غرغشت کے پوتے تھے ۔ آپ بڑے عابد اور زاہد تھے ۔

ایک رات آپ نے خواب میں اپنے دادا جان غرغشت کو دیکھا جو کہہ رہے تھے : ''اے کاکڑ بیٹے ! میں آپ سے بہت خوش ہوں کہ آپ کا زیادہ وقت عبادت میں گزرتا ہے ۔ لیکن یہ بات بھی ذہن میں رکھو کہ ایک دن کا جہاد نبی سال کی عبادت سے افضل ہے ۔ جو شخص نماز پابندی سے پڑھے اور

روزے رکھے اُس پر جہاد بھی ویسے ہی فرض ہے۔ اے کاکڑ بیٹے! اٹھو اور تلوار لے کر جہاد کرو۔''

کہتے ہیں صبح جب کاکڑ نیکہ نیند سے بیدار ہوئے تو جہاد کا سامان لے کر ہرات کی طرف چل دیے۔ اور وہاں جا کر سلطان غیاث الدین غوری (بعض کتابوں میں سلطان محمد شہاب الدین غوری لکھا گیا ہے) کے ساتھ مل کر جہاد میں حصہ لیا۔ اور بالآخر شہادت پائی۔ آپ کی قبر پہلے فیروز کوہ میں تھی۔

جب سلطان نے ہرات کی جامع مسجد کی بنیاد رکھی اور تعمیر شروع کرائی تو عمارت جتنی تعمیر ہوتی وہ گر جاتی۔ آخر ایک صاحب حال بزرگ نے خواب میں سلطان کو مشورہ دیا کہ کاکڑ نیکہ کا تابوت پہاڑ سے لا کر مسجد کے دروازے کے ساتھ دفنا دو۔ انشاءاللہ مسجد کی عمارت گرنے سے محفوظ ہو جائے گی۔ سلطان نے اس مشورے پر عمل کیا اور کاکڑ نیکہ کا تابوت پہاڑ سے لا کر مسجد کے دروازے کے ساتھ دفنا دیا اور مسجد کی تعمیر مکمل ہو گئی۔

آج بھی کاکڑ نیکہ کی قبر ہرات کی جامع مسجد کے دروازے کے داہنی جانب موجود ہے۔ دور دراز سے لوگ زیارت کے لیے آتے ہیں۔ آپ کی کئی اور کرامات بھی مشہور ہیں۔

آپ کی اولاد پٹھانوں کا معروف قبیلہ کاکڑ ہے۔

۲۲۲

## کانو نیکہ

خانو زئی دومڑ کے جد امجد ہیں۔ آپ کا مزار اندرونی تحصیل سنجاوی ضلع لورالائی میں واقع ہے۔

۲۴۵

## کٹا پیر

آپ ماما ممند خان کی تحصیل بارکھان میں مدفون ہیں ۔

۲۴۶

## کلا نیکہ

آپ کاکڑ زئی سید ہیں ۔ تحصیل پشین کے علاقہ منزکی میں ژڑ نامی گاؤں میں دفن ہیں ۔

۲۴۷

## کاکا نیکہ

آپ موھزئی حمزہ زئی سنزر خیل کاکڑ ہیں ۔ آپ کا مدفن زالا، علاقہ تھل چتیالی تحصیل دکی ضلع لورالائی میں ہے ۔

۲۴۸

## کوکل نیکہ

علاقہ برنائی میں تنگی کے درمیان دفن ہیں ۔ ساتھ ہی آپ کے بھائی کا مزار بھی ہے ۔ آپ تیانڑی سپین ترین تھے ۔ ان کے بارے میں ایک بول ہے :

تنگی مینځی کوکه
څنګه واوښتے موټره

ترجمہ : تنگی کے درمیان حضرت کوکل نیکہ دفن ہیں ۔ اے موٹر تو کیسے الٹ گئی ؟

## ۲۴۹

## کاڑے ولی

وٹا کری تحصیل بارکھان ضلع لورالائی میں قبرستان کا نیا والا میں دفن ہیں ۔

## ۲۵۰

## کودے نیکہ

آپ کدے زئی سنزر خیل کاکڑ کے جد امجد ہیں ۔ ان کا مقبرہ ژڑ غوژے تورخیزی تحصیل بوری ضلع لورالائی میں ہے ۔

## ۲۵۱

## کجور نیکہ

آپ کدے زئی سنزر خیل کاکڑ ہیں ۔ آپ کا مزار درگئی تحصیل بوری میں ہے ۔

## ۲۵۲

## کرلانی نیکہ

آپ قیس عبدالرشید کے چوتھے بیٹے تھے ۔ آپ صاحب حال بزرگ تھے ۔ آپ کی اولاد 'کرلانی' کہلاتی ہے ۔ آپ کے دو بیٹے 'کُردی' اور 'ککی'

تھے - 'کردی' کی اولاد میں اوتمان ، دلازک ، اورک ، مانی ، لقمان ، منگل اور خوگی قبائل اور 'ککی' کی اولاد میں سنیان اور شیتک کے قبائل آتے ہیں -

## ۲۵۳

# پیر سید گلاب شاہ مشہدی نقشبندی القادری

آپ ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء میں موضع فقیر محمد سیداں (صوبہ سرحد) میں پیدا ہوئے - آپ کے دادا حضرت سید نادر علی شاہ مشہدی اپنے دور کے مقتدر عارف تھے ، جن کا شجرہ نسب ایک طرف حضرت ابوالقاسم حسین مشہدی سے اور دوسری طرف حضرت سید وجیہ‌الدین مشہدی سے ملتا ہے جو حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے خُسر تھے - آپ کے آبا و اجداد قدیم صوبہ خراسان کے شہر مشہد سے ہجرت کر کے بلوچستان کے راستے صوبہ سرحد پہنچے تھے -

گاؤں میں ابتدائی تعلیم کی تحصیل کے بعد آپ اکوڑہ خٹک ، کوہاٹ اور ڈیرہ اسماعیل خان سے ہوتے ہوئے مدرسہ مظاہرالعلوم سہارن پور میں زیر تعلیم رہے - پھر دہلی دارالندوۃ میں داخلہ لینے تشریف لے گئے - وہاں ایک مجذوب عارف سے ملاقات ہوئی جو یہ شعر پڑھتا جا رہا تھا :

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزی نہ شد

اس کے سنتے ہی آپ کی ذہنی و قلبی کیفیت بدل گئی اور آپ اس مجذوب کے ہمسفر ہو گئے - مقاماتِ مقدسہ کی سیاحت کے دورانِ حصول فیض کے لیے کوشاں رہے ، کبھی کلیر کی زیارت کرتے اور حضرت خواجہ معین‌الدین چشتی کے درِ عرفان پر حاضر ہوتے ، کبھی خواجہ نظام‌الدین اولیا کے آستانۂ فیض سے روحانی پیاس بجھانے کے لیے دہلی تشریف لے جاتے - ایک دفعہ قطب مینار کی سیر کو جی چاہا - روایت ہے کہ جب آپ مینار کی بالائی منزل پر سستا رہے تھے تو السلام علیکم کی آواز تین بار آئی - آپ تجسس میں نیچے اترے

تو پشتو زبان میں کسی نے کہا کہ "کوئٹے تہ ځه" (کوئٹے جاؤ) - آپ کوشش کے باوجود کسی کو نہ دیکھ سکے - وہاں سے نماز جمعہ کے لیے جامع مسجد پہنچے - اس کے بعد آپ کبھی پیدل کبھی سوار سفر کرتے ہوئے ۲۵ جنوری ۱۹۲۷ء کو کوئٹہ پہنچے - ۱۹۳۲ء میں آپ کے والد محترم آپ کو لینے کے لیے آئے مگر آپ آن کے ساتھ نہ گئے - انھوں نے کابل، مزار شریف اور ایران جانے کے لیے کہا مگر آپ یہیں ٹھہرنے پر مصر رہے - انھوں نے کہا کہ مجھے کوئٹہ پر قہر خداوندی کے نزول کا ادراک ہوا ہے مگر آپ نے اطمینان کا اظہار کیا - ۱۹۳۵ء میں اپنے آبائی گاؤں گئے - وہاں سے موہڑہ شریف مری ہل پہنچے اور حضرت خواجہ محمد قاسم نقشبندی کے ہاتھ پر بیعت کر کے واپس کوئٹہ تشریف لائے - یہاں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا - ہزاروں افراد آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے - ۱۹۳۶ء میں ہندوستان کے دیگر مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کی اور خواجہ معین الدین چشتی کے مرقد مطہر سے ملحقہ مسجد اولیا میں چلہ کاٹا اور اکتسابِ فیض کیا - اس طرح آپ سلسلۂ نقشبندیہ، چشتیہ اور قادریہ سے فیض یاب ہوئے - اس سیاحت کے دوران جب آپ رگی کیش، بردوار اور ڈیرہ دون گئے تو ہندو رشیوں سے طویل مناظرہ ہوا اور بہت سے رشیوں نے اسلام قبول کیا جن میں سے ایک کا نام ہدایت اللہ رکھا گیا جو بعد میں سلوک و طریقت کے اعلیٰ مقام تک پہنچا - حیدر آباد دکن میں حضرت ابراہیم رشیدالملکی نواب محی الدین صادق علی کے علاوہ ہزاروں افراد آپ کے مرید ہوئے، آپ نے نظام حیدرآباد دکن سے مسجد عثمانیہ کے خطیب کی معیت میں ملاقات کر کے ریاست میں شراب پر پابندی عائد کرائی - اگست ۱۹۴۷ء میں کوئٹہ واپس آئے تو دربار حسینیہ کے نام سے اپنا آستانہ تعمیر کروایا جس میں ایک مسجد اور طلبہ و فقراء کے لیے رہائشی کمرے بنوائے - آپ موجودہ زمانے کے مقتضیات کے مطابق علومِ جدیدہ دینیہ کی تدوین اور کوئٹہ میں جامعۂ اسلامیہ کی تشکیل چاہتے تھے - آپ کے حلقۂ ادارت میں مسلمانوں کے علاوہ عیسائی، سکھ اور ہندو بھی تھے جو مسلمان ہو گئے تھے - ایک ہندو جو آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا تھا آج بھی کوئٹہ شہر میں روحانی مراتب کے اعتبار سے معروف ہے - اس کا نام شیخ حاجی عبدالرحمان ہے -

آپ کے ارشادات عالیہ سے اسلامی نظام حیات کے مطابق بہتر زندگی کے اسباق ملتے ہیں ۔ آپ فرماتے ہیں: (۱) شب بیداری اور سخاوت قرب خداوندی کا سبب بنتی ہے (۲) انسانوں سے ہمدردی نہ رکھنے والے سے خدا خوش نہیں ہو سکتا (۳) تقویٰ ، احساس ذمہ داری کی پختگی اور کیفیت قلبی کا نام ہے ۔ (۴) تزکیۂ نفس ضروری ہے ۔ (۵) ہمیشہ خدا کو حاضر ناظر جان کر فرائض منصبی انجام دو (۶) موت کو نہ بھولو (۷) درویش وہ ہے جو کاروبار حیات سے بھی دست کشی نہ کرے اور خدا کا بھی رہے ۔

حمیدالقادری نے 'پیر مشہدی' کے نام سے آپ کی ذات بابرکات پر ایک رسالہ شائع کیا ہے ۔ آپ کی اپنی ایک غیر مطبوعہ تصنیف " سر لامکاں" (جو خفی اور جلی لطائف اور عبادات و وظائف پر مشتمل ہے) آپ کے صاحب زادے سید محبوب حسین مشہدی کے پاس محفوظ ہے ۔

۱۹۵۹ء میں آپ اعصابی مرض کا شکار ہوئے ۔ مگر زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ ساری ساری رات محو عبادت و وظائف رہتے ۔ یہ متوکل ہستی ۱۷ اکتوبر ۱۹۶۲ء/۱۳۸۲ھ کو اس دار فانی سے رخصت ہوئی اور تمام تر نقد اثاثہ ۶۹ پیسے چھوڑا ۔

## ۲۵۴

## گلئی نیکہ

آپ خدو زئی دومڑ ہیں ۔ آپ کا مقبرہ سنجاوی میں بتانی گاؤں میں ہے ۔

## ۲۵۵

## گنران محمد پیر

آپ سنگوچر (جھالاوان) میں دفن ہیں ۔

## ۲۵۶

# گڑنڈئی نیکہ

آپ کبزئی سنزر خیل کاکڑ ہیں ۔ شبوزئی گاؤں میں لورالائی سے ۱۳ میل کے فاصلے پر مغرب کی جانب دفن ہیں ۔

## ۲۵۷

# پیر لاکھا

سہون (سندھ) کے لال شہباز قلندر کے زمانے میں بلوچستان کے علاقہ جھل مگسی میں ایک ہندو رہتا تھا ۔ شادی کے کئی سال بعد تک اُس کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی ۔ آیورویدک علاج اور پنڈتوں کے ٹوٹکوں سے کوئی فائدہ نہ ہوا ۔ آخر مایوس ہو کر علاج کرانا چھوڑ دیا ۔ انہی دنوں لال شہباز قلندر کا شہرہ عام ہوا ۔ اُس کے ایک مسلمان دوست نے مجبور کر کے اُسے لال شہباز کی خدمت میں بھجوا دیا ۔ وہ انتہائی مایوسی کے عالم میں اپنی بیوی کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا مدعا بیان کیا ۔

لال شہباز مراقبے میں گئے ۔ دربار خداوندی میں دعا کی اور اُنہیں خوشخبری سنا کر جانے کی اجازت دے دی ۔

اللہ نے انہیں ایک خوبصورت لڑکا عطا کیا ۔ خوبصورتی کی وجہ سے اُس کے ہونٹ سرخ رنگ کے تھے ۔ ہونٹوں کی سرخی کی وجہ سے والدین نے اس کا نام ''لاکھا''[۱] رکھا ۔

۱- لاکھا ہندی لفظ ہے اور پان کے اس سرخ رنگ کو کہتے ھیں جو عورتیں خوبصورتی کی خاطر ہونٹوں پر جماتی ھیں ۔

جب یہ لڑکا عنفوان شباب کی منزل طے کر رہا تھا ، عین اُس وقت حُسنِ اتفاق سے لال شہباز قلندر بلوچستان تشریف لائے اور جھل مگسی سے گزرے ۔ لاکھا کے والدین آپ کی آمد کی خبر سن کر حاضر خدمت ہوئے ۔ لاکھا بھی ہمراہ تھا ۔ اس کے والدین نے سارا واقعہ بیان کیا ۔ آپ نے لڑکے کو سینے سے لگایا ۔ اُسی لمحے کفر کی ظلمت اُس کے دل سے دور ہو گئی ، اور وہ مسلمان ہو کر ایمان کی نعمت سے مالا مال ہو گیا ۔ آپ کی تربیت سے صاحبِ کرامت بنا ۔

لاکھا نے آک کے پتوں کو ہاتھ میں لیا تو وہ روٹی بن گئے ۔ لوگوں نے کھا کر دیکھا تو اصلی روٹیاں تھیں ۔ ان میں ذرہ بھر بھی آک کے زہر کا اثر نہ تھا ۔

بلوچستان میں پانی کی قلت ہے ۔ اس لیے زیادہ تر زمینیں بے آباد اور بنجر پڑی ہوئی ہیں ۔ لوگوں نے پیر لاکھا سے پانی کے لیے درخواست کی ۔ آپ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر اپنے دونوں پاؤں زمین پر مارے تو زمین سے پانی بہنے لگا ۔ اُس کا بہاؤ اتنا تیز تھا کہ سندھ کا کچھ حصہ بھی زیر آب آ گیا ۔ لال شہباز قلندر نے اُس سے کہا کہ "دقیہ میں تباہی نہ مچاؤ ، لوگ پریشان ہو گئے ہیں ۔" اس پر پانی کم ہونا شروع ہو گیا ۔ آج کل اس جگہ پانی کے تالاب ہیں جن میں مچھلیاں بھی ہیں ۔ اس پانی کی یہ عجیب خاصیت ہے کہ اگر جلدی امراض کے مریض اس پانی سے غسل کریں تو وہ شفایاب ہو جاتے ہیں ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ دور دراز سے لوگ آتے ہیں اور صحت یاب ہو کر چلے جاتے ہیں ۔

جب آپ کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے وصیت کی کہ "مجھے جھل مگسی میں اُس مقام پر دفن کیا جائے جہاں میں اور لال شہباز قلندر ملے تھے" ۔ چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اور آپ کا مزار بلوچستان کے درہ مولا میں جھل مگسی سے بیس میل دور جنوب مغرب کی جانب واقع ہے ۔ ہر سال جیٹھ کے مہینے کے ابتدائی تین دنوں میں یہاں ایک میلا لگتا ہے اور عقیدت مند دور و نزدیک سے شرکت کے لیے آتے ہیں ۔ بلوچستان کے باقی حصوں کی نسبت ضلع کچھی اور سندھ سے لوگ زیادہ تعداد میں آتے ہیں ۔

ایک دفعہ پیر لاکھا بلوچستان کے ضلع لورا لائی کی تحصیل بارکھان کے مقام لغاری کوٹ تشریف لے گئے ۔ جہاں کرامت کے ذریعے تین چشمے پھوٹ نکلے وہاں بھی آپ کی یادگار تعمیر کی گئی ہے ۔ متصل زمین (تقریباً نو ایکڑ) بھی آپ کے نام پر وقف ہوئی ۔

'شعر جنگ چھنبڑی' میں ایک شعر آتا ہے جس میں پیر لاکھا کا ذکر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے :

پیر لاکھہ ، ناہڑ مستیں گوں سرورءَ

اے مدت گیران مرتضیٰ سردارءِ سرءَ

ترجمہ : پیر لاکھہ ، ناہڑ مست اور سخی سرور یہ سب سردار مرتضیٰ خاں کے مدد گار ہیں ۔

## ۲۵۸

## پیر لعل شاہ

اپ کا نام عبدالرحمان تھا ۔ غلجئی افغان تھے۔ شہید پکارے جاتے ہیں ۔ کٹبار شریف سے مغرب کی جانب سوا کوس کے فاصلہ پر دفن ہیں ۔ حضرت میاں محمد کامل (المتوفی ۱۲۳۹ھ / ۱۸۲۳ء) جب پہلے پہل یہاں وارد ہوئے تھے تو تین ماہ تک متواتر رات کے وقت آپ کی قبر پر حاضری دیتے رہے ۔

## ۲۵۹

## لالا سید

آپ کا مقبرہ مڑہ تنگی تحصیل بوری ضلع لورالائی میں ہے ۔

## ۲۶۰

# لالہ سلیمان

سوراب ساراوان میں مزار ہے۔

## ۲۶۱

# لَونئی صاحب زادہ

آپ میرزئی سنزرخیل کاکڑ ہیں۔ علاقہ مسلم باغ میں بڑے بند کے قریب دفن ہیں۔

## ۲۶۲

# لاج میر حاجی

سلارزی حمزہ‌زئی سنزر خیل کاکڑ ہیں۔ آپ کا مزار موضع برڈ تحصیل بوری ضلع لورالائی میں ہے۔

## ۲۶۳

# حضرت محمد صدیق نقشبندی مستونگی

آپ طائفہ محمد حسنی قوم بلوچ سے متعلق تھے۔ جائے پیدائش قندھار تھی۔ علومِ ظاہری و باطنی کی تکمیل میاں ولی محمد صاحب کے درس سے ہوئی

جو اپنے زمانے کے جید عالم اور متدین بزرگ تھے ۔ اُن کے مدرسے میں تدریس کے علاوہ قرآن مجید کی تعلیم کا خصوصی بندوبست تھا ۔ طلبہ کو تجوید کے مطابق قرآن پاک کی قرات سکھائی جاتی تھی اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے ۔ اُن کا مسلک نقشبندیہ سلسلہ میں میاں فقیراللہ شکارپوری سے ہوتا ہوا سید آدم بنوری سے جا ملتا ہے ۔

آپ طالب علمی کے زمانے میں تحصیل علم میں اس قدر مستغرق رہتے کہ ہم درسوں تک سے دوستانہ گفتگو کے لیے بھی فرصت میسر نہ آتی ۔ سبق کے بعد گوشۂ تنہائی کو پسند فرماتے ۔ تزکیۂ نفس اور تطہیر قلب کی طرف بھی رجوع کرتے ۔ فقط نماز کے وقت اپنے حجرے سے باہر آتے ۔ یوں طالب علمی کے دنوں سے ہی تادیب نفس اور تہذیب اخلاق کی جانب مائل ہوئے اور آشنا و بیگانہ کی صحبت سے پرہیز برتی ۔ علمِ ظاہر و باطن کی تکمیل کے بعد درس و تدریس میں مصروف ہو گئے ۔

ایک مدت کے بعد حج بیت اللہ کا ارادہ کر کے چل پڑے ۔ راستے میں مستونگ (بلوچستان) میں قیام فرمایا ۔ آپ کے شاگردوں میں سے آخوند حاجی ملا فیض اللہ بھی ہمراہ تھا ۔ دونوں کچھ عرصہ تک مستونگ میں مقیم رہے ۔ زادِ راہ کا انتظام ہونے پر عازم بیت اللہ شریف ہوئے ۔

اخوند ملا فیض اللہ جو آپ کا ہم سفر تھا کا بیان ہے کہ حج بیت اللہ شریف سے فراغت کے بعد جب ہم مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے تو حضرت حاجی محمد صدیق صاحب ننگے پاؤں سفر کرتے تھے ۔

آپ نے پہلے مدینہ منورہ میں مستقل قیام کی ٹھانی ، بعد میں یکایک رختِ سفر باندھا اور واپس چلے آئے ۔ غالباً آنحضرت صلعم کی طرف سے اشارہ ہوا تھا کہ مستونگ جا کر قیام کیجیے ۔

مستونگ میں ورود کے بعد آپ کا اولین قیام محلۂ سادات میں ہوا جہاں آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا ۔ آپ عالم با عمل تھے ۔ اس خوبی کی وجہ سے آپ کی زبان مبارک میں ایسی تاثیر تھی کہ جو کوئی آپ کی گفتگو سنتا آپ کا گرویدہ ہو جاتا ۔

نصاب جو آپ کے ہاں پڑھایا جاتا تھا وہ صرف و نحو ، فقہ ، حدیث ، تفسیر اور انشائے عربی و فارسی پر مشتمل تھا ۔ آپ کی ہر فن میں مہارت کا یہ عالم تھا کہ جو کوئی جس فن میں بھی استفادہ کرنا چاہتا کر لیتا تھا ۔ سالکان راہ معرفت کے لیے ایک روشن چراغ کی مثل تھے ۔ آپ کے فیض سے ایک مخلوق علم و زہد و تقویٰ سے بہرہ مند اور صاحب مسند و ارشاد ہوئی ۔ آپ سے فیض یافتگان میں سے یہ حضرات اعلیٰ مراتب تک پہنچے :

۱۔ شاگرد رشید و خلیفۂ اول بنام ملا عبدالواحد آخوند جن کا شمار جید علما میں ہوتا تھا ۔

۲۔ رفیق اول و شاگرد عزیز حاجی فیض اللہ جو شروع سے قبر تک ساتھی رہے اور حق رفاقت کو بطریق احسن نبھایا ۔

۳۔ غواص بحر رحمت حضرت مولانا محمد عمر صاحب رئیسانی ۔

۴۔ جناب سید عبدالرحمان شاہ آغا گرد گابی ۔

۵۔ غریق عشق و عرفان جناب ڈاکٹر عبداللہ خاں ۔

ان میں سے ہر ایک اپنے عہد کا دُر یگانہ تھا جس نے آپ کے عمل کو جاری و ساری رکھا ۔

محلہ سادات میں رہنے والے آپ کی مقبولیت برداشت نہ کر سکے ۔ سبب پیری مریدی تھا ۔ اس لیے انھوں نے ایذا رسانی پر کمر باندھی حتیٰ کہ وہ اپنے گھروں کا کوڑا کرکٹ آپ کے سر پر پھینک دیتے تھے اور آپ کسی کو بتائے بغیر اُسے جمع کر کے باہر ڈال دیتے ۔

اسی اثنا میں اُن میں سے ایک شخص قتل ہو گیا ۔ اُس کے قتل کی تہمت آپ کے بے گناہ طلبہ کے سر لگی اور وہ طالب علم ناحق مصیبت میں پھنس گئے ۔

اگرچہ وہ طلبہ جلد ہی رہا ہو گئے تاہم اُن کی تعلیم و تربیت متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی ۔ جس سے آپ آزردہ خاطر ہوئے اور محسوس کیا کہ اہل محلہ ہرگز نہیں چاہتے کہ آپ وہاں قیام فرمائیں ۔

ان حالات میں آپ نے قندھار واپس جانے کا فیصلہ کیا اور سوچا کہ دیکھیں اب پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔

مستونگ میں آپ کی آمد سے پیشتر اہل مستونگ اور گرد و نواح کے لوگ مسلمان ہونے کے باوجود بعض ایسی رسوم میں مبتلا تھے جو آئینِ شرع کے خلاف تھیں۔ مثلاً عورتوں کی مُردوں پر نوحہ خوانی ، عشرہ محرم میں بالوں کو نوچنا اور سینہ کوبی کرنا ، تابوت بنانا اور دفنانا ، ان اجتماعات میں عورتوں اور لڑکیوں کا شامل ہونا ، شادی کے وقت ڈھولک بجانا اور عورتوں کا مردوں کے ساتھ رقص کرنا جسے "چاپ" کہتے تھے ، قبروں پر سجدہ کرنا ، حاجت روائی اور حصول اولاد کے لیے پیر کے نام پر بھیڑ بکری اور گائے کا نذرانہ دینا ، بچوں کے سر کے بالوں کو دو تین جگہ پر چھوڑ دینا جسے "چھنڈ" کہتے تھے ، پھر منت ماننا کہ جب بچے کی عمر اتنے سال ہوگی تو اسے پیر کی قبر پر لے جا کر بال تراشیں گے اور نذر پیش کریں گے ، بلند چوٹیوں پر ایک لکڑی کو گاڑ کر اس پر پیر کے نام کا رومال باندھنا اور اس مقام کو "مکان پیر" کے نام سے مشہور کر دینا ، پھر اسی لکڑی کو پیر سمجھ کر بوسہ دینا ، انتقام جوئی میں دائرۂ شرع سے تجاوز کرنا ، بھیڑوں کا تازہ خون پینا ، بیٹیوں کو ورثے سے محروم کرنا ، اپنے جھگڑوں میں شرع کی بجائے جرگہ کی جانب رجوع کرنا وغیرہ۔ اس کے علاوہ وہ لوگ قرآن مجید کو سمجھنے کی بجائے فقط ناظرہ پڑھنے ہی کو کافی سمجھتے تھے۔ امامت کے لیے جو مُلا مقرر کیے جاتے وہ کم علم اور غیر تربیت یافتہ ہوتے تھے۔

حضرت محمد صدیق کی روز و شب کی تعلیم و تربیت کے باعث متذکرہ خرابیوں کی اصلاح ہونے لگی۔ آپ کے قندھار تشریف لے جانے کے جلد بعد باشندگانِ مستونگ نے آپ کی کمی کو شدت سے محسوس کیا اور مستونگ کے سرکردہ لوگوں کا ایک گروہ آپ کو واپس لانے کے لیے عازم قندھار ہوا۔ جستجو کے بعد آپ تک پہنچے اور اپنا مدعا بیان کیا۔ آپ نے معذرت

کرتے ہوئے فرمایا کہ ''موجودگی ما بر دل سادات بار می گزرد ما نمی خواہیم کہ بآزردگی در محلۂ سادات بمانیم'' (ہماری موجودگی سادات کے لیے بار خاطر ہے - ہم نہیں چاہتے کہ محلۂ سادات میں آزردہ ہو کر رہیں) - اس وضاحت سے مستونگ کے وہ صاحبان جو آپ کو واپس لانے کے لیے حاضر خدمت ہوئے تھے ، حقیقت حال سے آگاہ ہوئے - آپس میں صلاح مشورے کے بعد ارباب نبی بخش خواجہ خیل نے آپ کے گھر ، مدرسے اور مسجد کے لیے زمین کی پیشکش کی اور عرض کی کہ ''اگر ہماری درخواست قبول نہ ہوئی تو ہم واپس نہیں جائیں گے - ''

آپ آن صاحبان کے اس جذبے سے متاثر ہو کر دوبارہ مستونگ تشریف لے آئے - ارباب نبی بخش خواجہ خیل کے وعدے کے مطابق عمارات تعمیر کردی گئیں -

آپ نے اپنی زندگی کے باقی بیس سال علم و عرفان کی خدمت میں گزار کر ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں داعی اجل کو لبیک کہی اور جامع مسجد مستونگ کے ایک گوشے میں مدفون ہوئے -

فرزندانِ روحانی کے سوا جو شاگردان و خلفا سے عبارت ہیں ، آپ کی کوئی اولاد نہ تھی - آپ نے کوئی کتاب بھی تحریر نہ کی - عقیدت مندوں کے اصرار پر بھی اس جانب متوجہ نہ ہوئے بلکہ فرمایا ''آنچہ پیشروان ما برای ما گزاشتہ اند باز ہم کم ست کہ ماہم برآن بفزائیم'' (ہمارے پیشرووں نے جو ہمارے لیے چھوڑا ہے کیا وہ کم ہے کہ ہم اس میں اضافہ کریں -)

آپ نے یہ وصیت فرمائی تھی : ''ہر کہ بر مسند ما نشیند یا بما رابطہ تلمیذی داشتہ باشد مسلک ما را کہ عبارت از ہدایت فعلی قرآن ست از دست ندہد -''

آج تک مستونگ میں ''مدرسۂ صدیقیہ'' علم کی روشنی بکھیر رہا ہے -

## ۲۶۴

# حضرت مولانا محمد فاضل درخانی

آپ ڈھاڈر کے قریب ایک گاؤں درخان میں ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء کے لگ بھگ پیدا ہوئے ۔ انگریزی تسلط اور نفوذ کے خلاف بلوچستانیوں کا اولین قدرتی رد عمل مدافعت و مقاومت کا تھا ۔ چنانچہ ان میں ایک طبقہ ایسا وجود میں آیا جو اس ہمہ جہتی سامراج کے خلاف مستقل طور پر نبرد آزما ہوا ۔ اسی میں آپ نے شرکت فرمائی اور اپنے ساتھیوں ہینگل اور جونگل کے ہمراہ انگریزی چوکیوں پر حملہ آور ہوتے رہے ۔ ایک رات جب تاریکی چھائی ہوئی تھی آپ کے ساتھی ایک بڑے سردار کا گھر لوٹنے کے لیے چلے ۔ آپ کے ضمیر نے آپ کو روکا کیونکہ اس میں جہاد کا شائبہ تک نہ تھا ۔ طوعاً و کرہاً اُن کا ساتھ دیا اور چھوٹی پہاڑی کو مورچہ بنا کر بیٹھ گئے ۔ مگر دل میں بے چینی تھی ۔ اسی ادھیڑ بن میں تھے کہ پیچھے سے کسی نے سر پر دھول جمائی اور کڑک کر کہا : ''محمد فاضل یہ کام چھوڑ دو'' ۔ آپ نے مڑ کر دیکھا تو وہاں کسی کو نہ پایا ۔ غصے میں پیچ و تاب کھاتے ہوئے بولے : ''سامنے آؤ ، چھپتے کیوں ہو ۔'' لیکن وہاں کوئی ہوتا تو سامنے آتا ۔ وہ تو خضرؑ سی کوئی بزرگ ہستی تھی جس نے مشیتِ ایزدی سے ایسا کیا ۔ آپ بے چین ہو گئے اور تھوڑی دیر غور و فکر کے بعد اپنے ساتھیوں سے جدا ہو کر مغموم حالت میں گھر پہنچے ۔ رات کا باقی حصہ تارے گنتے گنتے گزرا ۔ صبح ہوئی تو مسجد میں گئے اور زندگی میں پہلی مرتبہ خلوص دل سے بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو کر برے کاموں سے تائب ہوئے ۔

اب آپ کے دل میں دینی تعلیم حاصل کرنے کی لگن پیدا ہوئی ۔ چونکہ قرب و جوار میں کہیں کوئی دینی مدرسہ نہ تھا اس لیے بے قرار رہنے لگے ۔ روایت ہے کہ اسی بیقراری کے عالم میں بزرگان دین نے روحانی طور پر ان کی جانب توجہ کی ۔ چنانچہ مشہور ہے کہ ''حضرت خضرؑ اور چار یار'' نے انہیں ابتدائی دینی تعلیم سے بہرہ ور کیا ۔ ابھی غالباً مزید تعلیم و تربیت کی

ضرورت تھی ۔ اس لیے قدرت نے سبب پیدا کیا جس سے اُن کی کایا ہی پلٹ گئی ۔

ایک روز شام کے وقت آپ مٹھڑی سے اپنے قصبہ 'درخان' کی طرف تن تنہا آ رہے تھے کہ دو ڈاکوؤں نے انھیں راستے میں لوٹ لیا ۔ یہاں تک کہ جسم کے کپڑے بھی اُتروا لیے اور صرف لنگوٹ پہنا کر چلتا کیا ۔ یہ بات آپ کے لیے باعث ننگ تھی کہ اس حالت میں اپنے گھر پہنچتے کیونکہ انھیں ہر کوئی جانتا تھا ۔ پھر وہ اعلیٰ خاندان اور قبیلہ رئیسانی کے فرد تھے ۔ خاصی سوچ بچار کے بعد آپ نے ''قصبہ ہمایوں'' جانے کا فیصلہ کیا ۔ وہیں مولوی ہمایونی حضرت عبدالغفور کا مدرسہ تھا جو خدا رسیدہ بزرگ تھے ۔ اُن کے یہاں مفت دینی تعلیم اور قیام و طعام کا انتظام تھا ۔ مولانا محمد فاضل نے اُن سے فیض حاصل کیا اور دینی تعلیم سے بہرہ‌یاب ہو کر واپس آئے ۔

قصبہ درخان میں پہلے کوئی مدرسہ نہ تھا ۔ آپ نے اپنے گھر کے نزدیک مسجد بنوائی اور اس کے احاطہ میں مدرسہ جاری کیا جہاں باقاعدہ درس و تدریس کا انصرام ہوا ۔ ہر نماز کے بعد مولانا موصوف خود بھی وعظ فرماتے ۔قدرت نے آپ کی زبان میں اتنی تاثیر رکھی تھی کہ جو بھی آپ کے حلقہ میں آیا گناہوں سے تائب ہو کر نیک اور پارسا بنا ۔ آپ کا حلقۂ اثر وسیع ہوتا گیا ۔ ہر وقت آپ کے ہاں لوگوں کا ہجوم رہنے لگا ۔ دین کی باتوں کا چرچا ہوا اور انتہائی عقیدت کے باعث کئی لوگ مرید بن گئے ۔

مولانا اب اپنی ریاضت اور بنی نوع انسان کی بے لوث خدمت سے ولایت کے مرتبہ پر فائز ہو چکے تھے ۔ آپ نے باہر سے آنے والوں کے لیے لنگر کا بندوبست کیا ۔ جہاں سے مسافروں کو فی سبیل اللہ صبح شام کھانا ملتا ۔ قیام کی خاطر چار پانچ بڑے کمروں پر مبنی ایک سرائے بھی تعمیر کرائی ۔ عقیدت مندوں کے لیے ایک الگ بیٹھک کا انتظام کیا ۔ جس کے آثار آج بھی اپنے اندر شان و شوکت رکھتے ہیں ۔ ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء سے ریاست قلات میں انگریز سامراج کا عمل دخل ، تہذیب و تمدن ، عقیدے کے اعتبار سے ہر ...... حیات میں اپنے مخصوص نقطۂ نظر اور مفاد کے قالب میں ڈھلنا شروع

ہو گیا تھا ۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قدرت مولانا محمد فاضل کو انگریز کی فکری اور اعتقادی یلغار کے مد مقابل لا کر اسلام کا بول بالا کرنا چاہتی تھی ۔ چنانچہ آپ نے بتیس سال تک تبلیغ حق و اصلاح معاشرہ کا کام سر انجام دیا ۔ آپ نے قلات اور کوئٹہ کے علاقوں میں اسلام کو از سر نو چمکایا ۔ گمراہ اور دین سے پھرے ہوئے لوگوں کو سیدھی راہ دکھائی ۔ معاشرت سے متعلق کاموں کی اصلاح کی ۔ قدیم وضع کی شلوار کو سادہ شلوار میں تبدیل کرایا ۔ فضول لباس کو ممنوع قرار دیا ۔ 'اِفازۃ المصلّی' کے مصنف مولانا عبداللہ صاحب درخانی اپنی تصنیف میں ایک مقام پر لکھتے ہیں ''حضرت مولانا محمد فاضل درخانی نے سردار حاجی ملا محمد خان رئیسانی آف مٹھڑی کو ایک موقع پر جب کہ وہ اپنے فرزند اسداللہ خان کے ہمراہ آپ کی زیارت کو آئے کہا کہ اسداللہ خان کے کانوں سے سونے کی بالیاں نکالیے کہ شرع انور میں ممنوع ہے ۔ اور سردار کو بھی ہدایت فرمائی کہ آپ بڑی شلوار نہ پہنا کیجیے ، شرع اس کی اجازت نہیں دیتی ۔ چنانچہ سردار رئیسانی نے گھر پہنچ کر ہر دو ہدایات پر عمل کیا اور اُن کی دیکھا دیکھی خاندان کے باقی افراد نے بھی ان چیزوں کو برا سمجھ کر ترک کر دیا ۔''

مولانا موصوف نے ان علاقوں کے عوام کی ایسی اصلاح کی کہ جہاں رات دن ڈاکے پڑتے تھے اور قتل و غارت کرنا بہادری کا کام سمجھا جاتا تھا وہاں ایسا امن ہوا کہ اس کی مثال بہت کم ملتی ہے ۔ وہ کام جو بڑے بڑے جابر حاکم نہ کر سکے ایک فقیر سیرت درویش نے اپنی اعلیٰ اخلاق تعلیم سے قلیل عرصے میں پورا کر دکھایا ۔ آپ نے اپنے دور کے بڑے بڑے بے عمل عالموں اور بد مزاج سرداروں کے خلاف قلمی اور عملی جہاد کیا ۔ آپ کی حق گوئی اور پر تاثیر تیغ زبان کے سامنے مخالفین ٹھہر نہ سکے ۔

ایک بار خانِ وقت نے آپ کو دعوت پر بلایا ۔ احترام کی غرض سے رہائش گاہ کے راستے میں سرخ کپڑے کا فرش تیار کرایا لیکن آپ نے اس پر چلنے کی بجائے خالی جگہ پر ہی قدم رکھے اور کہا کہ اس سے نخوت و تکبر کی بو آتی ہے ۔ یہ سن کر خان وقت کے ماتھے پر ناراضی کے آثار اُبھرے اور اُس نے دورانِ گفتگو تہدیدی انداز میں کہا کہ ہمارے لیے کسی کو

موت کے گھاٹ اتروا دینا معمولی بات ہے - آپ رمز کو سمجھ گئے اور جواب دیا کہ میری اتنی خوش نصیبی کہاں کہ تمھارے ہاتھوں سے جام شہادت نوش کروں - اس بے باک جواب پر وہ صاحب اپنا سا منہ لے کر رہ گئے -

آپ تبلیغ کے لیے تنہا جاتے - کسی کے مہمان نہ ہوتے اور کسی کے گھر کا کھانا نہ کھاتے ، کیونکہ تبلیغ کے دوران وہ اس بات کو مناسب نہ سمجھتے تھے - اپنے ہمراہ ستو اور گڑ رکھتے تھے - انہی کو استعمال میں لاتے اور رات کے وقت کسی مسجد میں عبادت کرتے -

مولانا محمد فاضل درس و تدریس ، مناظرہ و مجادلہ ، تبلیغ و تلقین اور طریقت و روحانیت میں مشغول رہنے کی وجہ سے تصنیف و تالیف[1] کا کام نہ کر سکے لیکن ان کی ذات بابرکات اور آس کے ملکہ آدم گری کا نتیجہ تلامذہ راشدہ کے ایک حلقے کی صورت میں ظاہر ہوا -

آپ اپنے زمانے کے علمائے حق ، ولی اللہ اور دیگر بزرگ ہستیوں سے تبادلۂ خیال کرنے کے عادی تھے - چنانچہ حضرت پیر شاہ ابوالخیر صاحب دہلوی (جن کے نام پر شارع پیر ابوالخیر کوئٹہ میں ہے) حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب بھڑچونڈی علاقہ سندھ ، حضرت خواجہ میاں فیض الحق صاحب چشموی کوئٹہ ، حضرت خواجہ محمد جان صاحب بابک سکنہ کدنی علاقہ قندھار ، حضرت حاجی محمد صدیق صاحب مستونگ ، حضرت مولانا عبدالرحمان صاحب

---

۱- آپ کے نواسے کے لخت جگر مولانا عبدالباقی درخانی کا کہنا ہے کہ علامہ محمد فاضل براہوئی ، فارسی اور بلوچی تینوں زبانوں میں لکھتے تھے اور کئی کتابیں انھوں نے براہوئی میں بھی تحریر فرمائی تھیں - چونکہ نام و نمود کا شوق نہ تھا اور بجائے نام کے کام سے خاص رغبت تھی اس لیے اپنی تصانیف اپنے شاگردوں کے نام سے لکھواتے رہتے تھے - اس وجہ سے اب یہ فیصلہ کرنا نا ممکن ہے کہ آپ کی تصانیف کون کون سی ہیں -

ثقافت اور ادب وادی بولان میں ، کوئٹہ ۱۹۶۶ء

مقالہ براہوئی ادب - عبدالرحمان کرد - ص ۲۱۹ -

بنے ۔ مولانا محمد فاضل کی وفات پر مولانا عبداللہ ہی آپ کے جانشین ہوئے ۔ اور ادارۂ مطبوعات ، مسجد اور لنگر وغیرہ کا انتظام سنبھالا ۔ ان کے علاوہ مولانا محمد فاضل کے دو اور شاگرد قابل ذکر ہیں ۔ مولانا محمد فاضل کے ایک قابل احترام شاگرد مولانا نبوجان تھے جو مستونگ کے قریب چوتو کے قمبرانی یا قمبراڑی قبیلے کے فرد تھے ۔ آپ ایک جید عالم اور جلیل القدر مصنف تھے ۔ بلوچستان کے جن مذہبی رہنماؤں نے عیسائی مبلغین کی کوششوں کو بری طرح ناکام بنایا اُن میں آپ کی حیثیت ممتاز ہے ۔ آپ نے اُن کے حربے سے یوں پناہ مانگ کر اپنے پروگرام کا آغاز کیا :

یارب رحیم و رحمان شیطان نا مکرو دا مان

آسمان زمین نانا مان بخشے نَنّے خدایا !

(اے رب تو رحیم و رحمان ہے ۔ ہمیں شیطان کے مکر و فریب سے بچا ۔ آسمان و زمین کے درمیان اے خدا ہمیں بخش دے)

اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد فرمائی ۔ ایک جانب انگریز تھے جن کے پاس سرمایہ کی فراوانی تھی اور وہ اپنے پمفلٹوں کی تعداد اشاعت میں روز بروز اضافہ کرتے رہتے تھے ۔ ساتھ ہی ساتھ عیسائی مبلغین نے گاؤں گاؤں جا کر غریبوں کو پیسوں اور کھانے پینے کی چیزوں کے ذریعے بھکانے کی سعی کی ۔ وہ قافلوں کے ہمراہ بھی رہتے تا کہ ان کے ساتھ میل جول بڑھا کر تبلیغ کر سکیں ۔ دوسری طرف مولانا اپنی کم مائیگی کے باعث اپنی تصانیف کی تعداد اشاعت نہ بڑھا سکے ۔ خود بھوکے رہے لیکن اپنا اثاثہ مذہبی کتابوں کی اشاعت پر لگا دیا ۔ نتیجتاً لوگ رات کو آگ کے قریب بیٹھ کر مولانا کے مذہبی اشعار ترنم سے پڑھتے اور دوسرے انھیں بڑی لگن کے ساتھ سنتے ۔ یوں مولانا کی کتابیں کم چھپیں لیکن ان سے نسبتاً زیادہ لوگ بہرہ یاب ہو سکے ۔

آپ کی مشہور ترین تصانیف 'ناصح البلوچ' ' نصیحت نامہ' اور 'تحفہ غرائب' ہیں ۔ 'ناصح البلوچ' چھوٹی بحر کے استعمال، برمحل الفاظ اور مصرعوں کی تکرار کا خوبصورت نمونہ ہے ۔ آپ کا ایک عظیم کارنامہ مُلا ملک داد کی تصنیف 'تحفہ العجائب' کی طباعت ہے ۔

بلوچستان میں ولور کا رواج ہے ۔ مولانا نے سب سے پہلے اس قبیح رسم کے خلاف لکھا ۔ قومی رسوم کے خلاف آواز اٹھانا معمولی بات نہیں ۔ آپ نے اس جہالت کے دور میں جس جسارت کا مظاہرہ کیا وہ قابل ستائش ہے ۔ فرماتے ہیں :

ہندا نفع چا گندا اے     حیا خواجہ نہ شرمندہ اے

اے رب تعالیٰ مہربان     ایت پناہ نی دافتان

(اے برادران عزیز یہ جان لو کہ یہ "نفع" خراب ہے کیونکہ اس نفع کا مالک (اپنے ضمیر میں) شرمندہ ہے ۔ اے مہربان رب العالمین ! ان سے ہمیں پناہ دے) ۔

ساتھ ہی آپ نے شادی بیاہ کے موقعوں پر قبیح رسوم سے بھی باز رہنے کی تلقین کی ۔ آپ کی تنقید کا مفہوم یہ ہے کہ یہ فعل مناسب نہیں کہ مرد اور عورتیں ایک ساتھ مل کر رقص کریں اور عورتیں بھڑکیلے لباس پہن کر اپنے حسن کی نمائش کریں ۔ جب انھوں نے یوں کیا تو سمجھ لو کہ انھوں نے اپنی عاقبت کو تباہ و برباد کر ڈالا ۔

آپ ۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء میں طاعون کی وبا میں رحلت فرما گئے ۔ محمد صدیق نے کہا تھا :

صد افسوس و ہزاران درد و ارمان
کہ رفتہ زین جہان حاجی نبو جان

بلوچستانیاں را بُد چراغے
کہ زو شد دین احمد را فروغ

قصیدہ مرثیہ در ہر زبانے
بگفتے بے تشکل در زبانے

دعائے صبح شام وائے عزیزان
برائے وے شما باشید جویان

صدیقا تو چرا ہستی پریشان
بکن پرہیز از گمراہ پیران

جس طرح مولانا الطاف حسین حالی نے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو بری رسوم سے آگاہ کرکے ان کو ترک کرنے کی ضرورت پر زور دیا تھا اسی طرح بلوچستان میں وہی انداز مولانا نبوجان نے اپنایا ۔ آن کے "نصیحت نامہ" کو ہم براہوئی زبان کا مسدس حالی کہہ سکتے ہیں ۔ دونوں نے قوم کو خواب خرگوش سے بیدار کرکے دین کی صحیح تبلیغ کی ۔

مولانا عبدالمجید چوتوئی مولانا نبوجان کے فرزند ارجمند تھے ۔ جنھوں نے مولانا محمد فاضل اور اپنے والد محترم سے بیک وقت علمی دینی اور باطنی استفادہ کیا ۔ آن کی دو کتابیں 'مفرح القلوب' (مطبوعہ ۱۳۳۴ھ) اور 'گلشن راغبین و غزلیات' (مطبوعہ ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۱ء) زیادہ مشہور اور یادگار ہیں ۔ دونوں میں غزلیات کے علاوہ مناجاب ، مولود شریف کے ساتھ ساتھ شرعی رنگ کا کلام اور سلیس عام فہم لب و لہجے میں دینی مسائل کی تدریس و تلقین ہے ۔

بلوچستان میں ایک رسم تھی کہ پیشہور معصوم بچوں کو اغوا کرکے ان سے رات کے وقت رقص کا کام لیتے تھے آپ نے اس قبیح رسم اور مجالس عیش و طرب کے خلاف خوب لکھا ۔ آپ نے نیم 'ملا کی کمزوریوں کو بھی بیان کرتے ہوئے کہا :

ہم غزاتا مو نے نیتو خنپره
نی غزانا تفسنا مردس سله

(اے نیم 'ملا ! میں تمھارے چہرے پر جہاد کے آثار نہیں دیکھ رہا ہوں اگر تم مرد میدان ہو تو سب سے پہلے اپنے نفس کے خلاف جہاد کرکے اسے مار ڈالو) ۔

آپ حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوئے ۔ آپ کی ایک اور کتاب 'جوش حبیب' کے اشعار آنحضرت صلعم سے گہری عقیدت کے آئینہ دار ہیں ۔

# حضرت مولانا محمد عبداللہ درخانی نقشبندی مجددی

آپ کی ولادت با سعادت درخان میں روز سہ شنبہ ۱۱ محرم ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۷۸ء کو ہوئی - آپ کے والد بزرگوار حاجی محمد عظیم رئیسانی عالم اور متقی تھے - والدہ محترمہ حضرت مولانا محمد فاضل کی صاحب زادی تھیں - ان کے بیان کے مطابق اُنھوں نے آپ کی پیدائش سے پیشتر ایک خواب دیکھا کہ "میں ایک ایسے مکان میں ہوں جو نور سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے وہاں ایک خاتون تشریف لائیں - وہ صورت و لباس سے بہت ہی حسین و جمیل تھیں - ہر طرف دلآویز خوشبو بکھر گئی - اُنھوں نے عربی زبان میں ارشاد فرمایا کہ 'میں فاطمہ ہوں اور وہ میرے والد بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں - جنھوں نے مجھے بھیجا ہے'- جب میں نے دیکھا تو تھوڑی دور حضرت خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے - بہت ہی حسین اور بے نظیر لباس پہنے ہوئے تھے - پھر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے چراغ میں بتی اور تیل ڈال کر اسے جلایا اور مجھے دے کر فرمایا تیرا یہ چراغ نہیں بجھے گا -"

مولانا محمد فاضل نے اپنے نواسے کا نام عبداللہ تجویز کیا - آپ کو اس سے بے حد محبت تھی - اسی لیے تعلیم و تربیت کا اہتمام خود ہی فرماتے رہے - مگر آپ کی وفات (۱۳۱۴ھ/۱۸۹٦ء) کے بعد ان کی تعلیم رُک گئی - لیکن آپ کی روح مبارک مرقد میں بھی بے قرار ہوئی کہ میرا نواسہ کیوں تعلیم سے محروم ہو رہا ہے - اس لیے ایک رات آپ نے عالم رویا میں ان سے مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے کہا - اُنھوں نے تعلیم جاری رکھنے کا ارادہ کیا لیکن ان کی والدہ یہ نہیں چاہتی تھیں کہ اُن کا فرزند ایک لمحے کے لیے بھی اُن سے جدا ہو - دوسری اور تیسری رات بھی آپ نے تحصیل علم کا ارشاد فرمایا -

آخرکار گھر سے دور رہ کر تعلیم حاصل کرنے کی اجازت مل گئی - اور آپ اپنی والدہ کی نیک دعاؤں کے ساتھ مزید حصول تعلیم کی غرض سے روانہ ہوئے - شکارپور پہنچ کر ایک دینی مدرسے میں داخل ہوگئے اس مدرسے میں سندھ کے ایک بڑے زمیندار کا لڑکا بھی زیر تعلیم تھا - جو اب تک 'کریما' ہی پڑھ رہا تھا - آپ کے استاد نے آپ سے اس طالب علم کو درس دینے کے لیے کہا - آپ اسے نیک نیتی سے پڑھاتے رہے - جس کے باعث اس کے والدین نے خوش ہو کر آپ کے لیے باقاعدہ عمدہ کھانا بھجوانا شروع کیا مگر آپ کو یہ بات پسند نہ آئی -

پہلے آپ نے استاد صاحب کی خدمت میں عرض کرنے کا ارادہ کیا کہ میں اس طالب علم کو درس نہیں دے سکتا پھر استاد کے احترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے خاموش رہے اور اس مدرسہ ہی کو خیرباد کہہ کر سکھر کے گاؤں ''بنگ'' چلے گئے - وہاں مولانا نذر محمد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا - یہ آخری مرحلہ تھا - آپ کے ساتھ سات دوسرے طالب علم بھی اسی منزل میں تھے -

آپ یہاں دو سال تک رہے اور (۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) میں فارغ التحصیل ہوئے اس مدرسے میں کھانے پینے کا معقول بندوبست نہ تھا - ہر طالب علم کے حصہ میں جوار کی چوتھائی روٹی آتی تھی - شکارپور آپ نے لذیذ کھانوں کی وجہ سے چھوڑا تھا یہاں قدرت نے جوار مہیا کی - آپ اسی حال میں خوش رہے اور اپنے 'در مقصود کے حصول کے لیے کوشاں رہے -

آپ نے ڈھاڈر میں دینی مدرسہ بھی قائم کیا جس سے اس علاقے کی معزز ہستیاں بہرہ ور ہوئی ہیں - ان میں سے سید اورنگ شاہ اور سید عبدالمجید شاہ زیادہ معروف ہیں -

گرمیوں میں آپ سریاب (کوئٹہ) تشریف لاتے، کیونکہ ڈھاڈر کی گرمی ناقابل برداشت ہوتی ہے - جس کے بارے میں ایک شاعر نے کہا ہے :

سبّی و ڈھادر ساختی

دوزخ چرا پرداختی

سریاب میں بھی درس و تدریس کا سلسلہ منقطع نہ ہوتا تھا ۔ آپ فتویٰ بھی لکھ کر دیتے تھے ۔ اپنے علمی تبحر کے باعث ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء سے ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء تک سابقہ ریاست قلات کے قاضی القضاۃ رہے ۔ آپ نے حضرت قطب عصر خواجہ محمد عمر چشموی (۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء—۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء) کے ہاتھ پر بیعت کی اور خلافت سے سرفراز ہوگئے ۔ آپ ایک خوش گو شاعر بھی تھے ۔ مرشد کے ارشاد پر نقشبندی مجددی سلسلہ کا منظوم شجرہ بھی تیار کیا جو آپ کی قادرالکلامی کا مظہر ہے ۔

آپ متعدد کتب کے مصنف تھے ۔ مشہور اور اہم کتابیں یہ ہیں :

۱ - افازۃ المتصلی ۔

اس میں نماز حنفی کے جامع مسائل صحیحہ پر بحث کی گئی ہے ۔ یہ عربی میں لکھی گئی ہے اور ساتھ ساتھ فارسی ترجمہ بھی ہے ۔ یہ اٹھاسی صفحات پر مشتمل ہے ۔ اور پہلی بار سوموار ۴ جمادی الثانی ۱۳۴۴ھ/۱۹۲۵ء کو کواپریٹو سٹیم پریس وطن بلڈنگ لاہور میں چھپی ۔ اس کی کتابت مولف کے فرزند مولانا عبدالباقی صاحب درخانی نے کی تھی ۔

۲ ۔ سلسلہ قبلہ چشموی ۔

یہ کتاب فارسی نثر میں ہے ۔ اس میں سلسہ نقشبندی مجددی کے بزرگوں کے حالات مندرج ہیں ۔ کتاب کی افادیت میں اس بات سے اضافہ ہوا ہے کہ اس میں بلوچستان کے مقام چشمہ شریف متصل کوئٹہ کے نقشبندیہ مجددیہ بزرگان دین کا تذکرہ ملتا ہے ۔ یہ کتاب ۲۱ صفر ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۶ء کو مطبع کریمی نزد کوتوالی قدیم لاہور باہتمام میر قدرت‌اللہ مینجر پرنٹر و پروپرائٹر چھپی ۔ اس کا سرورق جمیل احمد خوشنویس و آرٹسٹ لاہور نے تیار کیا تھا ۔ آج کل نایاب ہے ۔

۳ ۔ شمائل شریف ۔

براہوئی منظوم کتاب ہے ۔ ۱۲۰ صفحات پر مبنی ہے ۔ سن تالیف ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء اور سن طباعت ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۵ء ہے ۔ اس

میں حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل و خصائل کا بیان ہے ۔ مولف نے مستند کتب جیسے شمائل ترمذی ، معارج النبوۃ ، نزہۃ المجالس وغیرہ سے استفادہ کیا ہے ۔

۴ ۔ سفر حجاز درخانی ۔

یہ کتاب فارسی نثر میں ہے ۔ آپ ۱۳۵۲ھ/۱۹۳۳ء میں مکہ معظمہ ، مدینہ منورہ اور دیگر مقدس مقامات کی زیارت سے مشرف ہوئے ۔ آپ نے سفر حجاز کے واقعات کو ۱۳۶۱ھ/۱۹۴۲ء میں صفحۂ قرطاس پر منتقل کیا ۔

۵ ۔ معجزاتِ شریفہ ۔

یہ منظوم کتاب براہوئی میں ہے ۔ ۱۴ صفرالمظفر ۱۳۵۰ھ بمطابق یکم جولائی ۱۹۳۱ء کو عباسی لیتھو آرٹ پریس کراچی میں چھپی ۔ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے ۔ آغاز حمد سے ہوتا ہے پھر نعت شریف اور درود شریف پڑھنے کے فوائد درج ہیں ۔ اس کے بعد کم و پیش ستر معجزات کا بیان ہے ۔

۶ ۔ فتویٰ درخانی ۔

یہ کتاب فارسی نثر میں ہے اور اس کی دو جلدیں ہیں ۔ اب تک غیر مطبوعہ ہے ۔ آپ نے جو شرعی فیصلے کیے آن کو قلمبند کیا گیا ہے ۔

۷ ۔ تحفۃالعوام ۔

۸ ۔ راہ نامہ ۔

۹ ۔ کنزالاخبار ۔

یہ قلمی صورت میں مولانا عبدالباقی درخانی مرحوم کے خاندان میں محفوظ ہے ۔

مولانا محمد عبداللہ درخانی کا وصال یک شنبہ ۱۱ صفرالمظفر ۱۳۶۳ھ بمطابق ۶ فروری ۱۹۴۴ء کو رات کے وقت ہوا ۔

۲٦٦

# حضرت شیخ محمد عمر

آپ اٹھارھویں صدی عیسوی کے اواخر میں شیخ فرید کے ساتھ کوئٹہ آئے اور ہدہ میں سکونت اختیار کی ۔ کہتے ہیں کہ آپ دونوں کی آمد تک اس علاقے میں پانی نہ تھا اور کانٹے اس قدر تھے کہ انہیں دور کرنا انسان کے لیے ناممکن تھا ، شیخ فرید نے دعا کی تو کانٹے (کاٹار) جل گئے اور آج تک یہاں کاٹار نہیں آگتے ۔ شیخ محمد عمر نے اس کے بعد اپنا نیزہ زمین میں گاڑا تو وافر مقدار میں پانی بہنے لگا ۔ ایک روایت کے مطابق اتنا پانی تھا کہ بچھڑے کو بہا لے جا سکتا ۔ آپ دونوں کو یہاں کے باشندوں نے کچھ زمین اور پانی نذرانے کے طور پر دیا ، جسے آپ کا مستونگی خلیفہ کاشت کیا کرتا تھا ۔ آپ کا مزار ہدہ ڈسٹرکٹ جیل کوئٹہ کے مغربی ٹیلے پر واقع ہے ۔ کہتے ہیں کہ اس مزار پر چھت نہیں ٹھہرتی ، اسی ٹیلے پر آپ مراقبہ فرمایا کرتے تھے ۔

روایت ہے کہ ایک بار آپ کا خلیفہ پانی کا رخ اپنی زمینوں کی طرف پھیر رہا تھا کہ ایک صاحب جاہ و حشمت نے ممانعت کر دی ۔ خلیفہ نے آپ سے گزارش کی ، آپ نے تین بار اس امیر شخص کو اس اقدام سے باز رہنے کی تلقین کی ، مگر وہ نہ مانا ۔ آپ جلال میں آ گئے ، پانی کو اپنے منبع کی طرف لوٹ جانے کا حکم دیا ، اور وہاں (حال کوئٹہ ریلوے سٹیشن) پانی ہی پانی نظر آنے لگا ۔ کسی کو آپ سے بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی ۔ اتفاقاً احمد شاہ ابدالی کا گزر تادیبی مہم کے سلسلے میں مشہد کی طرف سے کوئٹہ میں ہوا ۔ لوگ فریادی بن کر ان کے پاس گئے ، ابدالی نے شیخ عمر کو مہمان کی حیثیت سے تشریف آوری کی زحمت دی تاکہ اس سلسلے میں گفتگو ہو سکے ۔ حضرت نے جواب دیا، ''ہم مہمان کی عزت اور قدر کرتے ہیں لیکن امراء کی دریوزہ گری ہمارا معمول نہیں ۔ چونکہ احمد شاہ ہمارا مہمان ہے ، اس لیے آدھے راستے تک وہ آئے ، آدھے راستے تک میں چلا آؤں گا ۔ '' دونوں مرکزی مقام (حال

ایوب سٹیڈیم) پر ملے - شاہ زمینداروں کی جانب سے معافی کا خواستگار ہوا -
پہلے تو آپ نہیں مانے ، آخر میں چھ حصے پانی کی بندش کو برقرار رکھا ،
ایک حصہ پانی دے دیا ، یہ پانی آج بھی اپنے اصلی رخ پر بہہ رہا ہے -

## ۲۶۷

## حضرت میاں محمد کامل

آپ کا حسب نسب یوں بیان کیا جاتا ہے : ''میاں محمد کامل ابن محمد جام ابن سلیمان ابن محمد جام ابن لعلو'' (کہ جد کلاں ہیں) طائفہ لعلو خوب پھلا پھولا - آن میں سے بعض چھتر اور لہڑی میں سکونت پذیر ہوئے - آپ ۱۱۵۰ھ/ ۱۷۳۷ء اور ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء کے مابین پیدا ہوئے اور ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۳ء میں وفات پائی - آپ کی والدہ کا نام باقربی اور اہلیہ کا نام بی بی حرمت خاتون تھا - آپ خلیفہ صاحبڈنہ قوم لنجار جو آپ کے عم مولوی محمد شریف کے شاگرد تھے اور مخدوم میاں محمد صدیق (گھڈواری شریف والے) کی صحبت سے فیضیاب ہوئے - خلیفہ صاحب سے علوم ظاہریہ سے شرح ملا جامی اور ہدایہ فقر کی تعلیم حاصل کی - بمصداق :

ہیچ چیزی خود بخود چیزی نشد    زانکہ زاہن خنجری تیزی نشد
با خدا واصل نشد ملائی روم    تا کہ طالب شمس تبریزی نشد

حضرت مخدوم کے فیض باطنی سے کندن بنے - جس زمانے میں آپ مخدوم صاحب کے یہاں مقیم تھے - انہی دنوں آن کے ایک مرید صادق جو حکام سندھ اور قوم ٹالپران سے تھے زیارت کی خاطر آئے - حضرت مخدوم نے دونوں کو ایک مجذوبہ عورت مانی ورائی کی زیارت کے لیے بھیجا جو روہڑی کے بازار میں پھرتی تھی اور کہا آپ دونوں آس سے اپنی دلی مراد کا جواب اخذ کرکے لائیں - دونوں اپنے مرشد کے ارشاد کے مطابق روہڑی پہنچے اور آس رابعۂ وقت

کی زیارت سے مشرف ہونے۔ مولانا محمد قاسم لکھتے ہیں ”تاالپراین مقصد بر دل خود گذرانید کہ اولاد من سالم نمی مانند بلکہ اسقاط حمل می شود اگر احیانا تولد اولاد می شود تاہم بعد ولادت فوت می گردند و آنجناب این ارادہ آورد کہ فیض من و فیض اولادم اے قیامت قائم ماند۔“ وہ مجذوبہ کشف حال سے آگاہ ہوئی۔ ہندو دکان دار جو اس کے معتقد تھے ان کو حکم دیا کہ ایک پانی سے بھرا ہوا مٹکا اور ایک کٹورا لائیں۔ انھوں نے حکم کی تعمیل کی۔ اس مجذوبہ نے دو کٹورے یکے بعد دیگرے پانی سے بھر کر گرا دیے، تیسرے کو بھر کر واپس مٹکے میں ڈال دیا۔ بعد ازاں کہنے لگی کہ لکڑیوں کو اکٹھا کرکے اچھی طرح آگ لگاؤ۔ خوب آگ روشن کی گئی۔

ان دونوں واقعات کو دیکھ کر ہر دو صاحبان اپنے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ساری سرگذشت بیان کی۔ حضرت مخدوم نے تعبیر کی کہ پانی کے دو کٹوروں کو بھر کر گرانا اور تیسرے کو واپس ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ تالپر کے دو بچے ہلاک ہوں گے اور تیسرا صحیح سالم رہے گا۔ آگ جلانے کا اشارہ میاں محمد کامل کی بات کی طرف ہے۔ کہ ان کے اور ان کی اولاد کے فیض سے دنیا منور ہوگی۔ حضرت مخدوم میاں محمد کامل کے بارے میں فرماتے تھے: ”اے محمد کامل تو جگر گوشہ من ہستی کہ ہمہ فیض و فقر مرا فائز و حاوی می باشی۔“

حضرت مخدوم نے میاں صاحب کو فرمایا تھا: ”در کچھی ریاست نصیر خان براہوئی علاقہ لہڑی خاص در شہر کٹبار بروید و آنجا سکونت ورزید پس بعضی اوشان در قریہ جو نیجہ از شرق شہر تنیہ بود و خود میاں صاحب با کثر مردمان در شہر کٹباران کہ معروف بہ گودہ بود متوطن شدند۔“

ایک دوسرے موقع پر بھی حضرت مخدوم نے میاں صاحب کو موضع کٹبار شریف میں ہی مقیم رہنے کا اشارہ کیا اور فرمایا کہ آپ اور آپ کی اولاد کو وہیں سر بلندی حاصل ہوگی۔ اسی لیے آپ کٹبار میں رہائش پذیر ہو گئے۔ زراعت اور کاشتکاری سے گزر اوقات کرنے لگے۔

میاں صاحب مسجد میں امامت بھی فرماتے تھے۔ شروع میں اپنے مرشد حضرت مخدوم کی طرح اخفا میں رہے۔ اور کسی پر اپنی باطنی کیفیات ظاہر

نہ ہونے دیں ۔ حتیٰ کہ ولایت و کرامت رکھنے والے حضرت محکم الدین صاحب سیرانی بادشاہ کا علاقۂ کٹبرا میں گزر ہوا ۔ وہ سیر اور میر نصیر خان براہوئی کی ملاقات کے لیے قلات جا رہے تھے ۔ انھوں نے کٹبارا کے قریب گھانگھرہ شہر میں شب بھر کے لیے قیام فرمایا ۔ وہیں قوم گھانگھرہ کا ایک شخص جو امام مسجد اور صالح تھا ، حضرت سیرانی کے پُرانوار چہرے کو دیکھ کر آن کے ہاتھ پر بیعت کا ارادہ کرنے لگا ۔ چنانچہ اُس نے اپنا مدعا روشن ضمیر حضرت سیرانی کی خدمت میں عرض کیا ۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارے قریب ہی گودہ شہر میں میاں محمد کامل صاحب ہیں جو کامل اور ولی اللہ ہیں آن کی جانب رجوع کرو ۔ وہ شخص کہنے لگا کہ میاں صاحب کسی کو مرید نہیں کرتے ۔ میرانی صاحب نے کہا کہ تم آن کی خدمت میں حاضر ہونا اور میرا سلام پہنچا کر کہنا کہ اب اس اخفا کے طریقے کو خیرباد کہہ دیجئے ۔ وہ شخص گودہ میں پہنچا اور سیرانی صاحب کا سلام و پیغام میاں صاحب تک پہنچایا ۔ اس پر میاں صاحب نے اپنے اخفاء و استتار کے انداز کو فیض بخشی اور فیض رسانی میں بدل دیا ۔ اولاً گھانگھرہ کے اسی شخص کو ارشاد و تلقین سے نوازا ۔ پھر بتدریج بیعت کی طرف رجوع کیا ۔

قوم چاچڑ کے ملا براتی نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی ۔ وہ صالح شخص تھا اُس کے بیٹے مُلا فتح محمد اور ملا احمد بھی مرید بنے اب تک آن کی اولاد مریدِ درگاہ اور خدمت گزار صادق ہے ۔

آپ کے دوسرے مریدوں میں سے ملا منگھ قوم براہوئی گرانی کا مقام خاصا بلند تھا ۔ وہ صاحبِ صفا و صائم الدہر تھے ۔ ہمیشہ تین دن کا روزۂ صَیب جو فقیران قادریہ کے طائفہ میں مشہور ہے ، رکھتے تھے ۔ آن کا بیٹا ولی محمد نامی میاں صاحب کا مریدِ صادق تھا ۔ میاں صاحب اسے ولی اللہ کہتے تھے ۔ اُس کی اولاد موجود ہے اور وہ مریدِ درگاہ ہے ۔

ملا منگھ گرانی نے ریاضت و مجاہدہ میں بہت مشقت اٹھائی ۔ نتیجۃً تھوڑے عرصے میں روحانی قوت کے والی بن گئے ۔ ایک دن اُنھوں نے رات دن کا کھانا پینا ترک کر دیا ۔ تمام عمر کا روزہ رکھا اور ذکر الٰہی میں مصروف ہو گئے ۔ بارہ روز کے بعد آن کے بیٹے میاں نے صاحب کو اطلاع دی ۔ میاں صاحب نے اپنے

صاحب زادہ میاں محمد حیات کو بھیجا تاکہ وہ عمر بھر کے روزے کو افطار کرائیں - میاں محمد حیات دقت کے بعد اٹھارہ روز گزرنے پر افطار کرا سکے -

میاں صاحب کی عادت تھی کہ آپ صبح کی نماز کے بعد شہر سے تشریف لے جاتے کسی درخت کے نیچے یا ندی کے کنارے بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو جاتے - دوپہر کو واپسی ہوتی - آپ کے مرشد حضرت مخدوم صاحب کی بھی یہی عادت تھی کہ کڑواری شریف شہر کے باہر جا کر عبادت الٰہی میں مست رہتے - اُنھوں نے درخت کے اندر جائے عبادت بنا رکھی تھی - میاں صاحب اکثر اوقات اُس جگہ تشریف فرما ہوتے تھے جہاں اب خانقاہ شریف واقع ہے اور کہتے تھے 'مجھے اس جگہ سے بوئے بہشت آتی ہے' - خانقاہ کی زمین اور جہاں اب شہر کٹبار آباد ہے ، اسے میاں صاحب نے قوم رنگریز کے ایک شخص سے خریدا تھا - جس وقت گودہ کا شہر ندی کے پانی سے غرق ہو گیا ، میاں صاحب نے اپنی اسی خریدی ہوئی زمین پر سکونت اختیار کی - رفتہ رفتہ شہر آباد ہو گیا کہ اب تک موجود ہے -

ایک دن میاں صاحب حسب معمول شہر سے باہر اُس مقام پر جہاں اب خانقاہ شریف ہے جوار کی بڑی فصل میں بیٹھے اللہ کی عبادت میں مصروف تھے کہ لطف شاہ نامی خراسانی جو مرشد کامل کی تلاش میں سرگرداں تھا جواری کے درمیان پہنچا اور سلام کے بعد اپنے حالات بیان کیے - کہنے لگا کہ تنیہ شہر سے آپ کے نور کا پرتو دیکھا اور اُس کے روشنی میں یہاں تک پہنچ گیا - آپ نے اُسے دس بارہ روز اپنے پاس ٹھہرایا اور تکمیل کے مدارج تک پہنچایا - بعد ازاں ولی محمد پسر ملا منگھ گرانی (جس کا ذکر پہلے آچکا ہے) جو کہ میاں صاحب کی خدمت میں رہتا تھا ، سید مذکور کو اپنے ہمراہ لے گیا - اُس کی خدمت اور تربیت روحانی میں مشغول رہا - حتیٰ کہ لطف شاہ اللہ کو پیارا ہوا - اُس کی اور ملا ولی محمد کی قبریں گورستان گرانی میں کہ پیر طیار غازی سے مغرب کی جانب دو کروہ کے فاصلے پر ہے یکجا موجود ہیں -

وڈیرہ شہداد خان ڈوبکی لہڑی کے علاقہ سے آٹھواں حصہ مالیہ لیتا تھا - میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اگر میں آپ کی دعا کے توسط سے ہیر رانجھا کی ملاقات کر لوں تو اس آٹھویں حصے

کو جو آپ سے لیتا ہوں معاف کر دوں گا ۔ میاں صاحب مذکورہ وڈیرے کو اپنے ہمراہ شہر سے باہر لے گئے آسے بیابان میں مراقبہ کرایا ۔ ایک لمحے کے بعد فرمایا : ''سر اوپر کرو اور ہیر و رانجھا کا مشاہدہ کرو کہ دونوں بیٹھے ہیں ۔''

وڈیرے نے سر اوپر کیا اور ہر دو سے ملاقات کی لیکن کوئی گفتگو نہ ہوئی ۔ بعد ازاں وڈیرہ نے حصۂ ہشتم کی معافی رقم کی تحریر لکھ کر دے دی ۔ اب تک یہ بات وڈیرے کی اولاد بیان کرتی ہے اور کہتی ہے کہ وڈیرہ دیوانہ ہو گیا تھا کہ ہیر رانجھا کی ملاقات کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم کی زیارت اور دیگر بزرگانِ دین پر فوقیت دے دی ۔ قوم رئیسانی پہلے سلطان عبدالرحیم ساھڑی والا (نزد ڈیرہ غازی خان) کی مرید تھی ۔ جو بزرگ ولی‌اللہ کامل و عارف تھے ۔ لیکن لاولد تھے ۔ ہمیشہ کچھی میں رئیسانیوں اور میاں صاحب کے پاس آتے جاتے رہتے تھے ۔ جب آخری بار رئیسانیوں کے پاس آئے تو اپنے خلیفہ قلندر خان رئیسانی اور تمام سرداران رئیسانی کو بلایا اور کہا : ''کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور ہرذی نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے ۔ خدا تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اگلی دفعہ آؤں یا نہ آؤں ۔ میں بے اولاد ہوں ، آپ جو ارادت و اخلاص و صداقت و اختصاص مجھ سے رکھتے ہیں اب وہی رابطہ میاں محمد کامل صاحب کہ ولی کامل اور شہر کٹبار میں سکونت پذیر ہیں رکھیے ۔ آپ کو بہت زیادہ فیوض اور بے شمار منافع حاصل ہونگے'' ۔

اس ارشاد پر رئیسانیوں نے عمل کیا اور میاں صاحب کے مرید اور معتقد بن گئے ۔ اب تک اُن کی اولاد میاں صاحب کے خاندان کی مرید صادق اور معتقد راسخ چلی آتی ہے ۔

میرخان بنگل زئی جو کہ بنگلزئیوں کے سردار کا بھائی تھا اعتقاد و التجا کے بعد میاں صاحب کا مرید بنا ۔ اکثر اُن کی خدمت میں حاضر ہوتا ۔ آپ کی بابرکت صحبت سے خاصا مستفیض ہوا ۔

خان صاحب نصیرخان اول والیٔ بلوچستان نے جو اپنی دین پروری اور عدل گستری کی وجہ سے شہرت رکھتے ہیں اور اُن کا سینہ درویشوں کی محبت

سے معمور تھا ، میاں صاحب کی طرف خاص توجہ دی - اور مرید بن گئے حالانکہ اس سے پہلے حاجی فقیراللہ صاحب علوی شکارپوری سے بیعت تھے - خان صاحب بارہا مجلس میں علانیہ کہا کرتے تھے کہ میاں صاحب کی بیعت و صحبت سے میرا دل ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے اور دل کی آواز میرے کانوں میں آتی رہتی ہے - خان صاحب نے میاں صاحب کی خدمت میں کٹبار کا سارا گاؤں نذرانہ و انعام کے طور پر پیش کرکے تحریراً ہبہ کردیا - میاں صاحب نے رات کے وقت اپنے آبا و اجداد کے مرشد پیر دستگیر میاں موسیٰ شاہ جیلانی کو خواب میں دیکھا کہ وہ آپ سے اعتراض و رو گرانی فرما رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اے سعادت مند! تو بھی دنیاداروں میں سے ہو گیا -"

صبح سویرے میاں صاحب خواب سے بیدار ہوئے اور انعام کی ساری رقم خان صاحب کو لوٹا دی - اور کہا کہ انعام پر راضی نہیں ہیں - ہماری اراضی کو عشروالی (عشری) بنائیے اور دوسرے اخراجات سے پاک کیجیے - خان صاحب آنجناب کے اشارے کو فیضِ بشارت سمجھے - اس سلسلے میں سند تیار کرکے پیش کی کہ لہڑی کی حدود میں جہاں میاں صاحب کے فقیر اور خدمت گار زراعت و کاشت کرتے ہیں اُن سے عشر وصول کیا جائے - خان صاحب کی وفات کے بعد بلوچستان کے دوسرے حاکموں نے بھی اس فرمان کو جاری رکھا -

جب خان موصوف اس دارِ فانی سے اقلیمِ جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے تو میاں صاحب نے اہل خانہ سے کہا : "خان حاکم عادل و صاحب دل تھا اس لیے آپ مروجہ رسم کے مطابق تعزیت کریں -" بذات خود مرحوم کے لیے دعائے مغفرت و بخشش کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور اُن کی اولاد کے لیے دولت و اقبال کی ترقی چاہی -

سید نور شاہ بخاری ساکن چھتر میاں صاحب کے فیض کا شہرہ سن کر کٹبار کی طرف روانہ ہوا - راستے میں دل میں خیال گزرا کہ میں نے نئی نئی شادی رچائی ہے اور رسم ہے کہ نئے شادی شدہ شخص کو گھی اور کھانڈ کے ساتھ روٹی کھلاتے ہیں جسے ُبسری کہا جاتا ہے اگر میاں صاحب نے میرے حال

کو دریافت کر لیا تو بیعت کر لوں گا ۔ ورنہ ویسے ہی لوٹ آؤں گا ۔ جب سید مذکور میاں صاحب کی خدمت میں پہنچا تو انھوں نے خلیفہ اللہ دتا کو بلا کر فرمایا کہ سید کے لیے بُسری تیار کرا کر لاؤ وہ اس کے سوا اور کوئی کھانا نہیں کھائے گا ۔ سید متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور اپنے آپ کو آن کے خادموں اور مریدوں کے حلقہ میں شامل کرا کر اپنے مولد کو واپس چلا گیا ۔ وہاں زن فاحشہ سے ناشائستہ رابطہ رکھتا تھا ۔ اُس جانب رجوع کیا تو بزرگوں کی دعاؤں کی وجہ سے قدرت نہ پاسکا ۔ اُس بدکار نے تین راتوں تک آمد و رفت رکھی لیکن سید کی کیفیت میں فرق نہ آیا ۔ سید نے میاں صاحب کی کرامت سمجھی اور توبہ کناں روانہ ہو کر آن کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ میاں صاحب نے بہت زیادہ غصے میں مذکورہ سید کی سرزنش کی اور کہا ”یہ عجیب بیعت ہے کہ اس درویش سے رو گردانی کرتے ہو اور قحبہ کو اپنے گھر میں جگہ دیتے ہو ۔“ اس نصیحت کا سید کے دل پر بہت زیادہ اثر ہوا ۔ اور اس قبیح فعل سے قطعاً و یقیناً تائب ہو کر صلاح و فلاح کی راہ کی جانب راغب ہو گیا ۔

مولانا محمد قاسم آپ کے علمی مقام کے بارے میں لکھتے ہیں ۔ ”اگرچہ آنجناب علم ظاہری درسی تا شرح ملای جامی خوانده بود لیکن تاہم بواسطۂ نور باطن تمامی مسائل غامضہ و مباحث دقیقہ برائے بیضا ضیاء اوشان روشن و مبرہن بودند و اسرار عبارات و رموز اشارات بنظر دقت اثر آن شہباز بادیہ عرفان سہل و عیان ۔“ اس کی وضاحت کئی واقعات سے ہوتی ہے ۔ مثلاً میاں صاحب اپنے مرشد حضرت مخدوم صاحب اور سلطان العارفین حضرت سلطان باہو علیہ الرحمۃ کے شیوہ کے مطابق فقرِ محمدی کو غنا پر ترجیح دیتے تھے ۔ لیکن کاشت کاری کی طرف بھی توجہ فرماتے تھے ۔ جوزمینیں خانقاہ شریف سے شمال کی جانب واقع ہیں اور آپ کی اولاد کے قبضے میں ہیں ، سب آنجناب کے وقت سے ہیں ۔ آن میں سے بعض کو آپ نے خریدا تھا اور بعض خیرات کی صورت میں پہنچی ہیں ۔

حضرت میاں صاحب شریعتِ محمدیہ پر بہت سختی سے کاربند ہوتے ۔ اکثر اہل علم آپ سے ارادت رکھتے تھے ۔ کہتے ہیں کہ بتیس علما آپ کے مرید تھے ، اِن میں سے مولوی عبدالحلیم ساکن کنڈہ سرِ فہرست ہیں ۔

تارک الدنیا ہونے کو قلندری مشرب سمجھتے تھے ۔ آپ کے ترک دنیا کے بارے میں آپ کی دختر نیک بخت (مائی خدیجہ) نے فرمایا تھا کہ ایک روز میاں صاحب نے مجھے بلایا اور کہا کہ ''اے جان پدر ! ان تین اشریفوں سے بھری ہوئی دیگوں کو دیکھ رہی ہو ۔'' جواب دیا ''ہاں ۔'' پھر فرمایا ''یہ مکار دنیا ہے جو مجھے مکر و فریب سے اپنے جال میں پھنسانا چاہتی ہے ۔ مجھے قبول کرنے کے لیے کہہ رہی ہے ۔ میں اسے قبول نہیں کروں گا ۔'' پھر چند بار اس پر تف کرکے اعراض فرمایا ۔ میں نے عرض کیا اگر حضرت اجازت دیں تو ان دیگوں میں سے کوئی چیز لے لوں ۔ فرمایا ''نہ بابا یہ فریب اور دھوکہ دینے والی دنیا ہے ۔ اس فاسد خیال کو اپنے دل سے نکال دے ۔ کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا ہے کہ یہ دنیا مردار ہے اور اس کے خواہش مند کتے ہیں ۔'' رات کے وقت آپ نے اپنی چارپائی ان دیگوں کے اوپر رکھی اور سو گئے مبادا گھر کا کوئی فرد ان میں سے کوئی چیز نکال لے ۔ تین رات تک وہ دیگیں پڑی رہیں پھر غائب ہو گئیں ۔ ایک اور صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت میاں صاحب نماز فجر پڑھ کر مسجد سے باہر گئے کہ ناگاہ 'تف تف' کی آواز کانوں میں پڑی ۔ اٹھ کر دیکھا کہ ایک بڑی دیگ جو اشرفیوں سے پر تھی دروازہ پر رکھی ہوئی ہے اور میاں صاحب تف کہہ کر اس سے چشم پوشی فرما رہے تھے ۔ جونہی میاں صاحب تف کہہ کر باہر نکلے دیگ نظروں سے اوجھل ہو گئی ۔

آپ کی بے شمار کرامات اور خوارق عادات باتیں مشہور ہیں ۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں :

کٹبار شہر میں شرق و جنوبی گوشے کی جانب قوم کلوئی بلوچ آباد تھی ۔ کہ اس کی زمینیں اب تک بغیر مالک کے ویران پڑی ہیں ۔ اتفاقاً کٹباروں میں سے ایک شخص کے ہاتھوں اس قبیلے کی ایک گائے مر گئی ۔ اس نے کاشتکاری کے سلسلے میں زیادہ زدوکوب کیا تھا ۔ وہ کٹبار بلوچوں کے ڈر سے حضرت میاں صاحب کو بطور میڑ ہمراہ لے کر معافی مانگنے کے لیے پہنچا ۔ میاں صاحب نے معافی دینے کے لیے فرمایا ۔ مگر ان بے خبروں نے آنجناب

کی قدر نہ جانی اور معافی دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم گائے کا معاوضہ لیں گے ۔ میاں صاحب ناراض ہو کر لوٹ آئے ۔ خدا کا کرنا دیکھیے کہ دوسرے روز اُن کے درمیان ایسا تنازع اُٹھا کہ دو تین شخص مارے گئے ۔ نتیجۃً وہ سارے وہاں سے کوچ کر گئے ۔ اُن کی زمینیں بغیر مالک کے ویران ہو گئیں ۔ کاہے کاہے کٹبار وہاں آبادی کر لیتے ہیں ۔ نعوذ باللہ من غضب اولیاء اللہ۔ (ہم اولیاءاللہ کے غصہ سے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں) ۔

جس زمانے میں آنجناب شہر گودہ میں سکونت پذیر تھے رودخانۂ لہڑی میں طغیانی آگئی ۔ پانی شہر کے اس قدر قریب پہنچ گیا کہ غرق ہونے کا خوف پیدا ہو گیا ۔ سب اہل کٹبار جمع ہو کر دعا کے لیے میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ آپ اُن کی درخواست پر رود خانہ کے کنارے پر کھڑے ہوئے ۔ اور فرمایا کہ شہر کی طرف لکڑ باندھ دی جائے ۔ صبح کے وقت اس پر عمل کیا گیا ۔ جب ظہر کا وقت آیا تو قدرت کی شان دیکھنے میں آئی کہ پانی لکڑ کی جانب سے مڑ کر دوسرے کنارے کی طرف بہنے لگا اور شہر غرق ہونے سے بچ گیا ۔

دوسرے موقع پر جب اللہ کی تقدیر شہر گودہ کی غرقابی کے لیے مقدر ہوئی تو ویران و منہدم ہو گیا ۔ آپ رضائے ربانی کے مطابق صابر و خاموش رہے ۔ پھر موجودہ حالت میں شہر کٹبار کی بنا ڈالی گئی ۔

روایت کرتے ہیں کہ ایک سال حضرت مخدوم صاحب بعض مریدوں کی دعوت پر کچھی میں تشریف فرما تھے ۔ آپ بھی وہیں پہنچ گئے ۔ دردِ گردہ کی تکلیف میں مبتلا ۔ ہوئے ۔ اسی حالت میں حضرت مخدوم صاحب کو گھر کے اندر آنے کی دعوت دی تاکہ اہل و عیال زیارت کر سکیں ۔ میاں صاحب نے خفیہ طور پر اپنی بیٹی مائی خدیجہ سے کہا "جب مخدوم صاحب تشریف لے آئیں تو اُن کی خدمت میں عرض کرنا کہ میرے باپ کی مقاماتِ فقر میں سے فلاں مقام تک رسائی باقی ہے ۔ عنایت فرما کر وہاں تک پہنچا دیجیے ، نوازش ہو گی ۔"

مائی خدیجہ نے اپنے والدِ محترم کے ارشاد پر عمل کیا اور حضرت مخدوم صاحب کی خدمت میں گذارش کی ۔ حضرتِ مخدوم نے کمال شفقت کے ساتھ تبسم فرمایا اور میاں صاحب سے کہا "اُٹھ اے ڈھکا ۔" آپ فوراً اُٹھ کر ادب سے بیٹھ گئے ۔ حضرت مخدوم صاحب نے آنکھیں بند کیں اور توجہ فرمائی ۔ فرمایا "میڈی کنڈوں لگ آؤ" یعنی مرے پیچھے پیچھے چلے آؤ ۔ آپ بھی مراقبہ میں چلے گئے ۔ ایک گھنٹے کے بعد حضرت مخدوم نے آنکھیں وا کیں اور فرمایا "اب اُس مقام پر پہنچ گئے ہو ۔" پھر کہا "اب اپنے خیال میں دوبارہ جائیے ۔ تاکہ امتحان ہو جائے ۔" میاں صاحب نے دوبارہ اپنے خیال میں اُس مقام کو طے کیا ۔ بعد ازاں حضرت مخدوم صاحب کی پا بوسی کے شرف سے بہرہ ور ہوئے ۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک رات حضرت میاں صاحب وجد کی حالت میں اس قدر جوش و خروش میں آگئے کہ گھر کے تمام فرد نیند سے بیدار ہو گئے اور آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ آپ نے اپنے بیٹوں کی طرف دیکھ کر پوچھا "کوئی چیز دیکھتے ہو یا نہیں ۔" سب جواب دینے سے قاصر رہے ۔ فرمایا "در بیت‌الله شریف بارشباران شده است ومن بجماعت ارواح اولیاء در زیر میزاب ایستاده آب که از میزاب می آمد برسر خود میریختم و مینوشیدم ۔" اُس وقت حقیقتاً آپ کے کپڑے تر ہو چکے تھے ۔

منقول ہے کہ ایک روز آپ نے اپنے صاحبزادوں کو بلایا اور کہا مجھے حضور پاک سرور کائنات صلی‌الله علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم بہار کے مہینے میں ہمارے پاس آ جاؤ گے" ۔ چونکہ موسمِ بہار نزدیک تھا اس لیے سب مغموم ہوئے ۔ الله کا کرنا یوں ہوا کہ وہ مہینہ خیریت سے گزر گیا ۔ سب خوش ہوئے اور الله کا شکر ادا کیا ۔ اس امر کا اظہار جب میاں صاحب کی خدمت میں ہوا تو فرمایا "نبی کریم صلعم کے ارشاد مبارک کے مطابق میرا انتقال بہار کے مہینے ہی میں ہوگا ۔ اگر اس مرتبہ نہیں تو شاید آئندہ ماہ بہار میں ہو ۔"

قصہ مختصر ! آئندہ موسمِ بہار میں میاں صاحب پرانے عارضہ درد گردہ میں مبتلا ہوئے ۔ تکلیف بڑھتی گئی ۔ چار پانچ روز کے بعد ٦ رجب‌المرجب ١٢٣٩ھ

روز دوشنبہ وقت چاشت کبریٰ وصیت کرتے ہوئے اور باری تعالٰی کا ذکر کرتے کرتے اللہ کو پیارے ہوگئے ۔

مــن شوم عریاں زتــن او از خــیال
تــا خرام در نہایات الوصــال

آپ کی روح کی پرواز کے وقت بی بی صاحبہ مائی خدیجہ نے قہقہہ لگایا ۔ جب حاضرینِ تو مجلس حیران ہوئے اور وجہ پوچھی آپ نے کہا "حضرت سرور کائنات و مفخرموجودات علیہ افضل الصلوۃ التسلیات تشریف لائے تھے ۔"

آپ کے تین بیٹے میاں محمد جام ، میاں محمد حیات ، میاں محمد حسن اور تین بیٹیاں بی بی مائی آمنہ ، مائی خدیجہ ، بی بی غلام فاطمہ تھیں ۔ میاں محمد جام ، مائی آمنہ اور مائی خدیجہ کا مولد گھوڑکی اور میاں محمد حیات ، میاں محمد حسن اور مائی غلامِ فاطمہ کا مولد کٹبار (کٹک بال) شریف یعنی گودہ تھا ۔ میاں صاحب کی وفات کے بعد اُن کے دوسرے بیٹے میاں محمد حیات سجادہ نشین ہوئے ۔

۲۶۸

## میاں محمد حیات

آپ حضرت میاں محمد کامل کے فرزند دوم اور سجادہ نشین تھے ۔ کٹبار شریف (گودہ) میں پیدا ہوئے ۔ نامور عالم ، خوش الحان قاری ، اسنادِ حدیث میں فائق اور عارفِ کامل تھے ۔ مولوی عبدالحلیم کے ساتھ ہم درس رہے ۔ مولوی محمود بھاگی اور مولوی نور محمد پنجابی جو مولوی محمود کی وفات کے بعد اپنے استاد کی جگہ پر بھاگ کے مدرس بنے ، سے علم حاصل کیا ۔

آپ کا جسم درازیٔ قد کی طرف مائل تھا ۔ سر کے بال دراز اور کندھوں پر لٹکتے تھے ۔ داڑھی سینہ تک تھی ۔ بدن کا رنگ گندمی جو سبزی کی طرف مائل تھا ۔ آنکھیں کناروں سے سیاہ اور درمیان سے زیادہ سرخ ۔ ناک بڑی ۔ لباس والد بزرگوار کے مانند ماسوائے اس کے کہ ہمیشہ پگڑی باندھتے تھے ۔ اگر پیراہن کہیں سے پھٹ جاتا تو پیوند لگواتے ۔ کئی بار لوگوں نے التماس کی کہ نئی

قمیض پہنیے - لیکن لوگوں کی بات پر عمل کرنے کی بجائے کہتے تھے کہ پیوند والا پیراہن پہننا سنت ہے اور میں سنت ترک نہیں کروں گا -

**خوارق و عادات**

ایک بار شہر سیالان میں محرقہ تپ اس قدر پھیلا کہ جو کوئی مبتلا ہوتا کم ہی بچتا - اس شہر میں آپ کے مرید اور شاگرد مولوی علی محمد رہتے تھے - جب لوگوں کی یہ حالت دیکھی تو میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر صورتِ حال بتائی اور ساتھ چلنے کی درخواست کی - میاں صاحب انسانیت کی بھلائی اور مولوی صاحب کی دلجوئی کے لیے وہاں پہنچے اور اس شہر کی مسجد میں قیام فرمایا - عام منادی کرائی کہ شہر کے علیل، تندرست، چھوٹے، بڑے سب لوگ آئیں اور مجھ سے بغل گیر ہوں - سب نے آپ کے ارشاد پر عمل کیا - بفضلِ خدا اور اس رہنما کی دعا کی برکت سے تندرستوں پر بخار کا اثر نہ ہوا اور علیل بھی شفایاب ہوئے -

نیابت لہڑی میں نائب ہزار خاں کے روبرو ٹیڈیر کے کفش دوزوں کا مقدمہ تھا - وہ میاں محمد حیات صاحب کو اپنا شفیع بنا کر لائے - آپ پہلے اپنے محب مخلص قاضی ملا احمدی کے ہاں مہمان بنے - پھر نائب ہزار خاں کے پاس کفش دوزوں کے مقدمے کی خاطر تشریف لے گئے - نائب نے بہت زیادہ غرور اور تکبر کا مظاہرہ کیا - اور آپ کے ارشاد پر دھیان نہ دیا - میاں صاحب رنجیدہ خاطر ہو کر قاضی صاحب کے پاس لوٹ آئے - اللہ کے حکم سے دوپہر کے وقت نائب کو خون آمیز اسہال آنے شروع ہوئے - گھبرا گیا - اپنے گھر کے لوگوں کو معذرت چاہنے کی غرض سے میاں صاحب کی خدمت میں بھیجا اور مقدمہ کا فیصلہ میاں صاحب کی رضا کے مطابق کر دیا - میاں صاحب مذکورہ نائب سے راضی ہو گئے - اس کے حق میں دعا کی - اللہ کے فضل سے اور آپ کی دعا کی برکت سے نائب کے اسہال بند ہو گئے -

منقول ہے کہ میاں محمد حیات صاحب احادیث کی کتب کا مطالعہ کر رہے تھے - کتاب میں پڑھا کہ اگر بچہ چھوٹی عمر میں فوت ہو جائے تو قیامت کے دن اپنے ماں باپ کے لیے شفاعت کا باعث بنے گا - اسی وقت دعا کی کہ اے خداوند تعالیٰ میرے چھوٹے بیٹے کو ہمارا شفیع بنائیے - حق سبحانہ و تعالیٰ

نے آپ کی دعا قبول فرمائی ۔ آپ کا چھوٹا بیٹا جس کی عمر تین سال کی تھی فوت ہو گیا ۔ اس پر آپ نے شکر ادا کیا ۔

میاں محمد حیات ساڑھے سولہ سال تک لوگوں کو فیض پہنچانے اور مریدوں کی تربیت میں مصروف رہے ۔ کٹبار شہر میں ہی نہیں بلکہ سارے کچھی کے علاقہ میں ایک وبا پھیلی جس سے آپ بروز شنبہ وقت سحر بتاریخ ۲۳ ربیع الآخر ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء وعظ و نصیحت اور ذکر الٰہی کرتے ہوئے اللہ سے جا ملے ۔ بیان کرتے ہیں کہ میاں صاحب کی وفات کے بعد اس وبا سے کوئی اور فوت نہ ہوا بلکہ آپ ہی آخری شہید تھے ۔

فرجمہ ربنا اعد ترمل علی ارض بہا حل الشہید

(ترجمہ) پس اللہ تعالٰی نے دشمنوں پر کنکریاں پھینکیں ۔ اس زمین پر جہاں شہید اترے ہوئے ہیں ۔

آپ کے انتقال کے بعد آپ کے چھوٹے بھائی میاں محمد حسن نے سجادہ نشینی اختیار نہ کی بلکہ یہ فرائض آپ کے بیٹے میاں محمد اکرم کے سپرد ہوئے ۔

منقول ہے کہ آپ کی وفات کے چھ سال بعد آپ کے بیٹے میاں محمد اکرم ، بھائی میاں محمد حسن اور مولوی نور محمد صاحب کی موجودگی میں تربت کھولی گئی کیونکہ بارش کا پانی اندر چلا گیا تھا ۔ سب نے مشاہدہ کیا کہ آپ کا جسم بالکل صحیح و سالم تھا اور کسی قسم کا گزند نہیں پہنچا تھا ۔

## ۲۶۹

## میاں محمد اکرم

حضرت میاں محمد کامل کے پوتے اور اپنے والد حضرت میاں محمد حیات کی وفات کے بعد کٹبار شریف میں مسند نشین ہوئے ۔ پرہیزگار اور متقی تھے ۔ زمینداری کے سب کام کاج آپ ہی کے سپرد تھے ۔ موٹے تازے گھوڑے رکھنے کے

شوقین تھے۔ کبھی کبھار شکار سے بھی دل بہلاتے تھے۔ بااین ہمہ دینی امور جن میں صبح کے وقت قرآن پاک کی تلاوت اور دلائل الخیرات کا مطالعہ جو اُن کے خاندان کے بزرگوں کا معمول تھا، میں کسی قسم کی سستی روا نہ رکھتے تھے۔ اپنی مسجد میں امامت کے فرائض خود ادا فرماتے۔ پرہیزگاری اس حد تک تھی کہ نماز کے لیے جدا کپڑے مقرر کر رکھے تھے جو بوقت نماز ہی زیبِ تن کرتے۔

آپ کا ایک بیٹا جس کا نام عبدالرسول تھا اور جو علم و حیا و عفت و تقویٰ سے متصف تھا، حسنِ ظاہری کا بھی مالک تھا۔ جس کی وجہ سے لوگ اُسے 'یوسف ثانی' کہتے تھے۔ زور مند اور طاقتور بھی تھا۔ جب سن رشد و تمیز کو پہنچا تو پہلے کنڈہ شہر میں مولوی میاں نور محمد صاحب کی خدمت میں رہ کر علم دینی حاصل کیا۔ بعد میں میاں گوٹھ شہر میں مولوی میاں قادر بخش صاحب سے فارسی کی درسی کتب اور صرف و نحو وغیرہ پڑھی۔

اسی اثنا میں اتفاقاً سندھ اور کچھی میں ہیضہ کی بیماری بہت زور پکڑ گئی۔ میاں محمد اکرم صاحب فی الفور کٹبار شریف سے میاں گوٹھ پہنچے اور صاحبزادہ صاحب کو اپنے ساتھ کٹبار لے آئے۔ آپ کشف کے ذریعے سے جان گئے تھے کہ فراق کا زمانہ قریب ہے۔ راستے بھر بہت ہی زیادہ شفقت و محبت کا اظہار فرماتے رہے۔

کٹبار شریف میں بھی ہیضہ کا اثر ظاہر ہو گیا تھا۔ آپ نے میاں عبدالرسول اور صاحبزادہ میاں تاج محمد (خلف الرشید میاں محمد حسن) کو بڑہ شہر کے قریب پیر امین شاہ کی خانقاہ کی زیارت کے لیے بھیجا۔ اتفاقاً اُسی شہر میں میاں عبدالرسول پر اس مہلک مرض کا حملہ ہوا۔ میاں محمد اکرم اور دوسرے عزیز اور ملازمین صاحبزادہ صاحب کو واپس لے آئے اور آپ نے دو شنبہ، ۱۲ ذیقعد ۸ = ۱۲ھ/۱۸۶۱ء کو رحلت فرمائی۔

کہتے ہیں کہ جب تجہیز و تکفین سے فارغ ہو چکے اور جنازہ اٹھانے لگے تو صاحبزادہ عبدالرسول کی والدہ اس حادثے کی متحمل نہ ہو سکیں۔ بے اختیار گریاں و نالاں بیٹے کے اوپر گر پڑیں۔ سینکڑوں لوگوں نے جو جنازہ اُٹھانے

آئے تھے دیکھا کہ کہ متوفی صاحبزادے نے اپنی آنکھیں کھول کر اپنی والدہ ماجدہ کی جانب دیکھا - حاضرین مجلس اس کیفیت سے حیران اور ان میں سے بہت سے بے ہوش ہو گئے -

میاں محمد اکرم اپنے فرزند ارجمند کی وفات کے بعد محزون و مغموم رہتے تھے - جید گھوڑے کی سواری اور لباسِ فاخرہ پہننا وغیرہ ترک کر دیا -

ایک مرتبہ آپ سید حسین شاہ خلف میاں راجن شاہ کی دعوت پر لاڑکانہ (سندھ) تشریف لے گئے - سید حسین شاہ کے کوئی اولاد نہ تھی - اس نے میاں صاحب سے درخواست کی کہ وہ اس کے ہمراہ مخدوم اسماعیل صاحب پریا کووالہ کے مزار پر چلیں - آپ پاس خاطر کے لیے اس کے ہمراہ روانہ ہوئے - راستے میں ایک ہندو جوگی کی قبر تھی اُن کا وہاں سے گزر ہوا تو سید صاحب نے امتحان کے ارادہ سے میاں صاحب سے کہا کہ اگر پہلے اس قبر پر فاتحہ پڑھ لیں تو مناسب ہے - چنانچہ دونوں گھوڑوں سے اُتر کر قبر کے قریب پہنچے - میاں صاحب نے فرمایا ''فاتحہ کو چھوڑیے یہ کافر ہے اور جہنم کے عذاب میں مبتلا ہے۔'' سید میاں صاحب کے قدموں پر گرا اور کہا ''بے شک یہ کافر ہے - میں نے امتحان کی غرض سے کہا تھا -'' قصہ مختصر ! آپ نے حضرت مخدوم صاحب کے مزار پر دعا کی - سید اپنے مقصد میں کامیاب ہوا - اور اللہ تعالٰی نے اُسے فرزند عطا کیا -

ایک روز آپ محمد خان گرانی سے کسی بنا پر ناراض ہوئے - اس نے اپنے دل میں بغض و کینہ رکھا - ایک بار آپ چند لوگوں کے ہمراہ بھاگ سے آ رہے تھے - محمد خان راستے میں کھیتوں کو پانی دے رہا تھا - میاں صاحب نے پوچھا کہ یہ محمد خان ہے یا کوئی اور - ساتھیوں نے کہا کہ محمد خان ہی ہے ، دانستہ آپ کی خدمت میں نہیں آیا - بعض نے کہا کہ شاید دیکھا نہیں ہوگا - میاں محمد اکرم نے فرمایا ''شاید اندھا ہو گیا ہو اور ہمیں نہ دیکھا ہو -'' اللہ کی قدرت دیکھیے اسی روز اُس کی آنکھوں میں ایسا درد اٹھا کہ وہ چار پانچ روز میں نابینا ہو گیا -

ایک دن نہال ایری کے بیٹے کوڑا اور دلاور میاں صاحب کو اُس قبرستان میں لے گئے جہاں اُن کا والد دفن تھا - وہاں پہنچ کر عرض کی کہ آپ مقبرہ

کے اندر تشریف لے چلیں اور ہمارے باپ کی قبر پہچان کر فاتحہ پڑھیں ۔ آپ نے کئی بار انکار کیا اور کہا کہ پہلے مجھے اپنے والد کی قبر تو بتاؤ پھر میں شریعت کے مطابق فاتحہ پڑھوں گا ۔ لیکن وہ اپنی بات پر مصر رہے ۔ چار و ناچار آپ قبرستان میں گئے قبر کی شناخت کرکے فاتحہ پڑھی ۔ اس پر کوڑا اور دلاور آپ کے مخلص مرید بن گئے ۔

آپ نے ۲۱ شعبان ۱۲۸۵ھ/۱۸٦۸ء کو وفات پائی ۔ آپ کے بعد آپ کے چچیرے بھائی میاں غلام حیدر سجادہ نشین ہوئے ۔

## ۲۷۵

## مائی خدیجہ

آپ بڑے میاں صاحب حضرت میاں محمد کامل کی بیٹی تھیں ۔ جب میاں صاحب کا قیام گھوٹکی میں تھا انہی دنوں پیدا ہوئیں ۔ آپ کی شادی مائی نہال خاتون جو حضرت مخدوم کی عقیدت مند اور پارسا خاتون تھی کے بیٹے سے ہوئی ۔ ایک سال کے بعد شوہر فوت ہو گیا اور یہ والد صاحب کے پاس آ گئیں ۔

آپ نے طریقہ قادریہ کو اپنایا اور اپنی والدۂ ماجدہ کی صحبت میں رہ کر تکمیلِ سلوک کی اور حالات و مقامات کی والی بنیں ۔ عبادت گزار اور تقویٰ شعار خاتون تھیں ۔ میاں محمد کامل کے حالات میں بھی آپ کا ذکرِ خیر آیا ہے ۔

آپ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں ۔ ایک روز خلیفہ ملا بچہ کٹبار جو حضرت میاں محمد صاحب کلاں کا خدمت گذار تھا ، قحط سالی کی وجہ سے افلاس اور تنگ دستی سے پریشان ہو کر بی بی صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ دعا اور معاش کے حصول کی استدعا کی ۔ بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ کٹبار شہر کے قریب ریگستان اور کوہ گوڑھی کے دامن میں فلاں قسم کا پوٹہ بہت زیادہ

ہوتا ہے ۔ وہاں جاؤ اور اُس پوٹہ کی جڑوں کو ریت سے نکال کر لے آؤ اور اپنی گزر اوقات کرو ۔ مگر یہ بات کسی سے مت کہنا کہ لوگ تنگ کریں گے ۔ خلیفہ آپ کے فرمان کے مطابق اُس پوٹہ کی جڑوں کی ایک گٹھڑی لے آتا ۔ جب گھر آکر کھولتا تو گٹھڑی سے جڑوں کے بجائے جوار نکلتی ۔

آپ کے بھائی میاں محمد حیات جس کام کی ابتدا کرنا چاہتے ، پہلے آپ سے مشورہ کرتے ۔ اکثر اوقات مریدوں کو بھی تلقین کرنے کے سلسلے میں بی‌بی صاحبہ سے مدد مانگتے ۔ اور کہتے ”فیض تمہاری جانب سے ہے“۔

بی‌بی صاحبہ نے فرمایا تھا کہ جو کوئی عشاء کی نماز کے وتروں اور سنتوں کے مابین پانچ سو بار پڑھے گا :

یَا اللہُ یَا رَب یَا رَحمانُ یَا رَحِیمُ یَا حَیُّ یَا قَیُّوم و بِرَحمتِکَ اَستغیثُ یَا اللہُ ۔

اُس کے دل پر بہت سی باتوں کا انکشاف ہوگا ۔ بڑھتے ہوئے آسمان سے ندا اور فرشتۂ غیبی کی آواز آئے گی ۔ اس کے علاوہ وہ معاش کے سلسلے میں تنگی اور پریشانی نہیں دیکھے گا ۔

بی‌بی صاحبہ کی وفات کے بعد جناب میاں محمد حسن صاحب اور دوسرے صاحبزادگان ہر مشکل کے وقت مزار شریف پر جا کر دعا کرتے تھے ۔ یہ فیض اب تک جاری ہے ۔

۲۷۱

## حضرت میاں محمد حسن

آپ حضرت میاں محمد کامل کے چھوٹے بیٹے تھے ۔ ۱۱۹۸ھ/۱۷۸۳ء میں کٹبار شریف (گودہ) میں پیدا ہوئے ۔ بچپن کی بات ہے کہ ایک روز آپ زرد رنگ کی لنگی پہنے گھر میں بیٹھے تھے ۔ اچانک آپ کے والد تشریف لے آئے ۔

آپ کا یہ حال دیکھ کر جلال میں آگئے ۔ آپ کو اپنے پاس بلایا اور عصا اٹھا کر غصے کا اظہار فرما کر کہنے لگے کہ میں تو اس خیال میں تھا کہ اپنی گدڑی (یعنی فقر) تیرے کندھوں پر رکھوں اور تو لنگی باندھنے لگا ہے ۔ اس روز سے میاں محمد حسن نے لنگی باندھنا چھوڑ دیا ۔ پہلے سفید پگڑی کو پسند فرمایا پھر ٹوپی پہننے لگے ۔

آپ نے علوم ظاہری کے سلسلہ میں فارسی کی تمام درسی کتب اور فقہ کے بعض رسائل پڑھے ۔ مثنوی شریف ، دیوان خواجہ حافظ اور بوستان سعدی کی داستانیں یاد تھیں جنھیں آپ گاہے بگاہے خوش الحانی سے پڑھا کرتے تھے ۔

آپ اپنے والد بزرگوار اور بھائی میاں محمد حیات کی زندگی میں اپنے خادموں کے ہمراہ کھیتی باڑی کے کاموں میں مشغول رہتے تھے ۔ عبادت اور ریاضت میں بھی سرگرم عمل تھے ۔ آپ اپنے والد بزرگوار کی طرح پورے تین ماہ تک پیر معزالدین شاہ (شہر لہڑی) کے مزار پر اپنی باطنی ترقی اور درجات کی بلندی کے لیے دعا مانگتے رہے ۔

آپ کی عادت تھی کہ شکر و مستی کی حالت ، کثرت وظائف اور کلمہ لاالہ الااللہ کی ضرب لگاتے ہوئے ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاتے تھے مثلاً اگر گھر میں ہوتے تو مسجد میں آ جاتے ۔ اس کیفیت کے دوران میں آپ کے ہاتھ میں عصا ہوتا تھا ۔ لوگ عصا کے ڈر سے ادھر ادھر ہو جاتے ۔ آپ کہتے کہ اس حالت میں جس کسی کو ہمارا عصا لگ جائے اسے یقیناً صفائی قلب حاصل ہو جائے گی ۔ چنانچہ چند صاحبان اسی سے صاحب صفا بنے ۔ کبھی مستی کی حالت میں آپ کی زبان مبارک بند رہتی ۔ نماز اور ذکر کے کام جاری رہتے لیکن گفتگو بالکل نہ ہوتی ۔ کبھی حالت مستی میں پہلے لفظ "عالم الغیب" "واجب الوجود" کہتے پھر دوسرے الفاظ زبان پر لاتے جو علما و فضلا کے فہم میں نہ آتے ۔ "واہ جی ، واہ جی" بہت کہتے تھے ۔ اللہ کے نام کی ضرب اونچی آواز سے لگاتے تھے ۔ بڑھاپے میں خود مولود اور کافی پڑھنے کے دوران وجد و مستی میں ڈوب جاتے ۔ اکثر راتوں کو حاضرین مجلس پر روشنی کی کرنیں بکھر جاتیں اور دیواریں روشن ہو جاتی تھیں[1] ۔

---

۱ ۔ عمدۃالآثار فی تذکار اخبارالکبار ، صفحات ۴۰ تا ۴۱ ۔

سبی کے حاکم دو بھائی (نواب مصری خاں اور بختیار خاں[1]) تھے ۔ اپنے والد کی وفات کے بعد مخالفوں کی مخالفت سے عاجز آ کر سندھ چلے گئے جہاں انگریزوں کا نیا نیا تسلط ہوا تھا ۔ انھوں نے انگریزوں کی ملازمت اختیار کر لی ۔ وہ جب کبھی اپنے وطن میں آتے کٹبار شریف کے راستے سے آتے آپ کی شہرت سن کر خدمت میں حاضر ہوئے اور مرید صادق بنے ۔ مدد کے لیے استدعا کی ۔ حضرت میاں محمد حسن صاحب کو آن کے خستہ حال پر رحم آیا ۔ صمیم قلب سے اللہ کے حضور میں دعا کی ۔ بعد میں فرمایا کہ انگریز کی ملازمت چھوڑ کر اپنے وطن میں آجاؤ ۔ انگریز کی سرکار تمہاری پشت پناہی کرے گی اور تم بفضل ایزدی پھلو پھولو گے ۔ ساتھ ہی کہا کہ اگر لڑائی کے وقت ہرنوں کو لشکر کے آگے سے بھاگتے ہوئے دیکھ لو تو بلا خوف و خطر اڑائی کے لیے تیار ہو جانا ۔

ان دونوں نے آپ کے ارشاد پر عمل کیا ۔ انگریز سرکار سے مدد چاہی اور لشکر تیار کر کے اپنے مد مقابل کا ڈٹ کر مقابلہ کرکے فتح پائی ۔ لڑائی سے پیشتر لشکر کے آگے سے تین ہرن بھاگتے ہوئے دکھائی دیے تھے ۔

جب تک مصری خاں زندہ رہا آپ سے ارادت و اخلاص رکھتا تھا ۔ بعد میں اس کا بھائی بختیار خاں بھی معتقد و مطیع رہا ۔ مہینے میں ایک بار ضرور کٹبار زیارت کے لیے آتا ۔ بعد ازں آن کا سارا خاندان مرید بن گیا اور اب تک یہ سلسلہ جاری ہے ۔

خانصاحب نصیر خان کا شاہ غاسی تاج محمد برادر کلاں شاہ غاسی ولی محمد خان بگڑہ ماچھی میں بٹائی لینے کی غرض سے آیا ۔ اس نے میاں محمد جام کے قطعات زرعیہ کی خانصاحب کی تحریر کے مطابق عشر لینے کی بجائے بٹائی لینی چاہی ۔ میاں محمد حسن نے اپنے صاحب زادے میاں غلام حیدر کو رقم دے کر بھیجا ۔ لیکن شاہ غاسی نے غرور و نخوت سے پروا نہ کی ۔ خان کی تحریر کو بھی نظر انداز کر کے بٹائی کا ہی مطالبہ جاری رکھا ۔ صاحب زادہ صاحب اس صورت حال سے کبیدہ خاطر ہوئے ۔ لیکن چند روز تک وہیں قیام فرمایا ۔

---

۱ - عمدۃالآثار فی تذکر اخبار الکٹبار ، صفحات ۱۴ تا ۱۵

ایک روز شاہ غاسی مذکور ہاتھ کو کپڑے میں لپیٹے ہوئے صاحب زادہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پگڑی اُن کے پاؤں پر رکھ کر معافی چاہی - کہنے لگا ''میں آج رات حسب دستور چارپائی پر لیٹا سو رہا تھا کہ اچانک چارپائی اوپر اٹھی اور میں اُس کے نیچے گر پڑا - یہ زخم وہیں آیا - دوسری بار بھی ایسا ہوا - بعد میں زمین پر سویا - اسی اثنا میں ایک سفید ریش بزرگ کو دیکھا جو کہہ رہے تھے کہ اے تاج محمد اس کام کو چھوڑ دو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے - (حلیہ جو بیان کیا وہ میاں صاحب کا تھا) - میں جان گیا کہ وہ بزرگ آپ کے معاون ہیں - مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا اس لیے معذرت خواہی کے لیے حاضر ہوا ہوں - خان صاحب کی تحریر کے مطابق عشر ہی لوں گا اور بٹائی کا خیال دل میں نہیں لاؤں گا - صاحب زادہ صاحب نے میاں محمد حسن کی خدمت میں حاضر ہو کر صورت حال بیان کی - آپ نے فرمایا ''اے بیٹے یہ مدد اور ہمت دوسروں کی سمجھو اور اپنے حال پر مغرور نہ ہو جانا -'' سردار اسداللہ خان کی وفات کے بعد اُس کے بیٹے سردار ملا محمد نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہی - لیکن چونکہ عمر کم تھی اس لیے آپ نے انکار کیا - دوسرے سال اُس کا عجز اور شوق دیکھ کر اُسے اپنے باصفا مریدوں کے گروہ میں شامل کر لیا - اور پوری توجہ سے مستفید فرمایا -

ایک دفعہ سردار موصوف چند اور مسلح رئیسانی سواروں کے ہمراہ آپ کی زیارت کو آیا - راستے میں ہرنوں کا گروہ دیکھ کر سردار نے شکار کا ارادہ کیا اور دل میں کہا کہ اے مرشد میاں محمد حسن صاحب پہنچیے تاکہ میں ہرنوں کو شکار کرلوں - اللہ کی قدرت دیکھیے ہرن زیادہ بھاگے بغیر شکار کے جال میں پھنس گئے - سردار نے سارا واقعہ ساتھیوں کو بتایا - اُن میں سے ایک میر محمد حسن رئیسانی نامی نے کہا کہ میں میاں محمد حسن کا اس وقت معتقد بنوں گا جب وہ آج ہمیں دنبے کے کباب کھلائیں گے - ایک اور نے خیال کیا کہ ہمیں جوار کی شیریں روٹی ملنی چاہیے جو کچھی کے علاقہ میں مشہور ہے -

جب سب کٹبار شریف پہنچے اور میاں صاحب اُن کی ملاقات کی خاطر باہر آئے تو سردار نے ہرن پیش کیے - میاں صاحب نے ہنس کر کہا

"ہرن حسن کی ملکیت نہیں ہیں بلکہ خدا کے پیدا کیے ہوئے جانور ہیں ۔ مہربانی کرکے دوسری دفعہ ایسا سوال نہ کیجیے ۔

بعد ازاں اپنے خلیفہ اللہ بخش پسر خلیفہ الھڈنہ سے کہا کہ دنبہ ذبح کرکے اس کا جگر ، دل اور گردہ مع نصف گوشت آہو سردار صاحب کے ملازموں کو دے دیجیے تاکہ وہ خود ہی کباب تیار کر لیں ۔ نیز انھیں جواری کی روٹیاں مہیا کر دیجیے ۔ سب آپ کی کرامت کے معتقد ہو گئے ۔

میاں محمد حسن کی وفات کے بعد سردار ملا محمد رئیسانی اور خان صاحب خداداد خان والئی قلات کے مابین تعلقات کشیدہ ہو گئے ۔ سردار مذکور کا بیان ہے کہ وہ خان صاحب کی طرف سے تکلیف پہنچنے کے ڈر سے کابل و قندھار والئی افغانستان کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ چند روز وہاں گزار کر واپس آنے کا ارادہ کیا ۔ آنے سے پہلے وہ ٹوپی سر پر اوڑھی جو انھوں (میاں محمد حسن) نے اپنی زندگی میں بطور تبرک دی تھی اور میاں صاحب کے چہرے مہرے کا دل میں خیال کرکے سو گیا ۔ میاں صاحب خواب میں دکھائی دیے اور فرمایا "اے ملا محمد خان ! دو روز یہاں ٹھہرو پھر وطن کی جانب جاؤ ۔ سلامتی سے وطن پہنچ جاؤ گے ۔" سردار نے اس پر عمل کیا جب کھنک پہنچا تو پتہ چلا کہ دو روز قبل وہاں براہویوں او خان صاحب کے درمیان زیادہ شور و فتنہ برپا ہوا ۔ اسی میں میر حبیب خان رئیسانی مارا گیا ۔ اگر سردار اپنے پہلے پروگرام کے مطابق آتا تو مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ۔

حافظ مولوی اللہ بخش جو مولوی قبول محمد لاشاری کی اولاد میں سے تھا ۔ اور علاقہ ڈھاڈر کے شہر مشکب میں سکونت پذیر تھا ، میاں صاحب سے کامل فیض حاصل کرنے کے بعد کہا کرتا تھا ، حقیقتاً میں میاں صاحب کی تلقین کے بعد مسلمان ہوا ہوں اس سے پہلے گویا ظلمات کفر میں تھا ۔

مولوی اللہ بخش کے بعد وڈیرہ وزیر خان کھوسہ ، کھوسہ طائفہ کے اکثر لوگ ، سید پیر بخش ڈھاڈر والہ اور علاقہ ڈھاڈر کے اکثر لوگ میاں محمد حسن کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو کر مستفید ہوئے ۔ وڈیرہ وزیر خان کھوسہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا وڈیرہ یار خان مرید صادق بنا ۔ اس کی اولاد اب تک مرید اور مستفید ہوتی چلی آرہی ہے ۔

آپ صبح کی نماز کے بعد چاشت کے نوافل ادا کرنے تک مسجد شریف میں ذکر و مراقبہ میں مشغول رہتے تھے ۔ دیگر امور میں مصروفیت کے باوجود پانچ روز میں لاکھ بار درود شریف پڑھتے تھے ۔

آپ کی یہ عادت تھی کہ دوسروں کی دعوت پر سفر نہ کرتے تھے ۔ صرف چند بار اس سے مستثنٰی رہے ۔ ایک بار بختیار خان باروزئی نے اپنے بھائی مصری خان باروزئی کی وفات کے بعد زیادہ مجبور کیا ۔ چاچڑ ان کے مرید صادق تھے وہاں تشریف لے گئے ۔ برڑہ شہر میں اربا نان کی دعوت پر گئے ۔ غلام علی جو مرید خاص تھا کی دعوت قبول کی ۔

ایک دفعہ نائب محمد حسن کی دعوت پر بھاگ پہنچے جس کے لیے اس نے زیادہ اصرار کیا تھا ۔ اتفاقاً راستے میں آپ کے اونٹ کا پاؤں نشیب میں جا پڑا اور آپ گر پڑے آپ کے بازو کو چوٹ آئی اور کہنی کا جوڑ ٹل گیا ۔ آپ نے آزردہ خاطر ہو کر نائب کے حق میں بد دعا کی اور کہنے لگے کہ ہمیں یہ تکلیف اس لیے ہوئی کہ ہمیں حکام کے پاس جانے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ جب بددعا کی خبر نائبان کے پاس پہنچی تو فی‌الفور نائب محمد حسن کا چھوٹا بھائی نائب محمد امین جو اکثر آپ کی خدمت میں کٹبار شریف آتا تھا اور جابر تھا حاضر ہوا ، آپ سے دعا کی استدعا کی ۔ آپ نے اسے ظلم و ستم کو ترک کرنے کی نصیحت فرمائی ۔ نائب نے عرض کیا چونکہ آنجناب صاحب کرامت ہمارے مد و معاون ہیں ، ہمیں این و آن سے کیا خطرہ ہو سکتا ہے ۔ آپ نے فرمایا دوسرے سب لوگوں کے ہاتھ تمھاری بدخوبی کے لیے اٹھتے ہیں ، فقط حسن کے دعائے خیر کے لیے اٹھے ہوئے ہاتھ تمھیں کیا فائدہ دیں گے ۔ بعد ازاں اللہ کے حکم سے نائبوں کا ستارۂ عروج روبہ زوال ہو گیا ۔ حتیٰ کہ خان صاحب نصیر خان دوم کا سایۂ عاطفت کلیتہً منقطع ہوا ۔

منقول ہے کہ جب انگریزوں نے پہلی بار کابل پر حملہ کرکے امیر دوست محمد خان کو قید کیا تو مولوی نور محمد ساکن کنڈہ اخوت اسلامی کا پاس رکھتے ہوئے میاں محمد حسن کی خدمت میں دعا کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یہ خطۂ اسلامیہ دست کفار سے محفوظ رہنا چاہیے ۔ چنانچہ میاں صاحب

رات کے وقت مولوی صاحب موصوف اور اپنے بیٹے میاں غلام حیدر کو ساتھ لے کر کٹبار شہر سے پانچ سو قدم کے فاصلے پر (موٹن والہ) چلے گئے ۔ اُن دونوں کو بٹھا دیا اور خود ذرا ہٹ کر دعا کرنے میں مصروف ہو گئے ۔ صبح کے وقت اُن دونوں کو مطلع کیا کہ انشاءاللہ بہت تھوڑی مدت میں یہ کفار ناکام ہوکر خراساں سے واپس آجائیں گے ۔ تاریخ بتاتی ہے کہ انگریز کابل کو فتح کرنے کے دو تین ماہ بعد ذلت کے ساتھ افغانستان سے نکال دیے گئے تھے ۔

ماہ ذیقعدہ ۱۲۷۳ھ/۱۸۵۷ء میں بندشِ بول کا عارضہ ہوا ۔ علاج کرتے تھے اور یہ کافی پڑھتے تھے :

اھنج اوکھیوں عاشقن ڈی محب مھمانیوں مکا
سور سختیوں سالکن ڈی محب مھمانیوں مکا

اس بیماری میں دو تین دن گزر گئے ۔ ایک رات جب تکلیف نے شدت اختیار کی تو صاحب زادوں نے مولوی نور محمد اور دوسرے مخلص احباب کو اندر بلایا ۔ مولوی صاحب کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ یہ صاحب زادے آپ کے شاگرد ہیں ، اب آپ کے سپرد ہیں ۔ مولوی صاحب کہنے لگے "جناب مجھے اُن کے سپرد کیجیے ۔" جواب دیا "آپ کو کسی کے سپرد کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ۔ آپ خود اُن کے اُستاد ہیں ۔" پھر فرمانے لگے "الحمداللہ فرزندانم قابل و در تمامی حقائق معارف و دقائق عوارف ماہراند ۔" بعد ازاں آپ کا چھوٹا بیٹا اپنی جگہ سے اُٹھا اور پائے مبارک سر پر رکھ کر التماس کی کہ میں بہت عاجز ہوں ۔ وفات کے بعد بھی میرے مددگار رہیے ۔ میاں صاحب نے دلداری فرماتے ہوئے کہا "اگر خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق دی تو انشاءاللہ تعالیٰ ہمیشہ تمہارا مددگار رہوں گا ۔" یہ کہہ کر وصیت فرمائی کہ "میری وفات کے بعد میرے چہرے کو لوگوں کے سامنے نہ کھولنا کیونکہ خداوند پاک میت کے حال سے آگاہ ہے ۔ مبادا حالت دگرگوں ہو ، اس لیے اخفا بہتر ہے ۔ نیز اُس سیاہ چادر کو میرے سر پر ڈال دینا جو بھاگ شہر سے نیا رنگ

ہو کر آئی ہے تا کہ اس دنیا سے سیاہ رو جاؤں ۔" بعدہ وعظ و نصیحت کرتے اور باری تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے دو شنبہ ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۷۴ھ/۱۸۵۷ء کو وفات پا گئے ۔ آپ کی عمر ۷۶ سال تھی ۔

تجہیز و تکفین کے بعد جب لوگوں نے روئے مبارک کی زیارت کرنا چاہی تو میاں غلام حیدر نے وصیت کے مطابق انکار کیا ۔ مولوی نور محمد صاحب نے فرمایا کہ بے شک روئے مبارک کی زیارت کرائیں کیونکہ اگر ایسے کامل ولی کی حالت دگرگوں ہو گئی تو پھر ہم مسلمانی ترک کر دیں گے ۔ روئے مبارک کھولا گیا چاند کی طرح چمک دمک رہا تھا ۔

جس وقت تدفین میں مصروف تھے آپ کے خاص مریدوں میں سے ایک دور کی مسافت طے کرکے پہنچا اور بے اختیار قبر کے اندر آتر گیا ۔ دیکھا کہ میاں صاحب لحد میں آٹھ کر قبلہ کی طرف منہ کیے بیٹھے ہیں ۔ مرید اس حال سے بہت متاثر ہوا ۔ میاں شیر محمد (برادر مولوی میاں نور محمد) جو ابھی تک قبر میں تھے ۔ اس عجیب معاملہ کا مشاہدہ کرکے بے ہوش ہو گئے ۔ میاں صاحب تھوڑی دیر بعد پھر آرام سے لیٹ گئے ۔

ان اولیاء اللہ لا یموتون بل ینتقلون من دار الیٰ دار اخریٰ قد سنا اللہ تعالیٰ با سرار ہم المقدسۃ ۔

(ترجمہ : بے شک اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر منتقل ہو جاتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اسرارِ مقدسہ کو ضیاء بخشی ہے)

قطعۂ تاریخِ وصال جو خشتِ تربت پر منقش ہے مندرجہ ذیل ہے :

بود مقبول جناب کردگار　　واقف سرِ نہان و آشکار
صحبتِ جسمانیاں را ترک کرد　　در صف روحانیاں کردہ قرار
عین فیض و شمس آفاق بدہلی　　مظہر نورِ خدا عیسیٰ شعار
نور کامل را حسن باشد شعار　　موج را ہم عین آن قلزم شمار
سرمد و ہادی و مہدی زمان　　باد در خلدِ بریں ہر پائدار
سال تاریخش چو جستم از خرد　　گفت الف و دو صد ہفتاد و چار

مولوی عبدالنبی وطار والہ ساکن نصیر آباد ڈوالہ نے جو حضرت میاں محمد حسن کا مرید تھا ، ایک نظم کہی تھی جس کے چند شعر یہ ہیں :

ہادی راہ شرع مصطفوی — رہبر خاندانِ اہلِ عبا
شدہ از بند بندگان آزاد — بود در بند بندگی خدا
یاد دنیا بدل نکردہ جمع — دلش از ذکر حق نبود جدا
دل مردہ از او شدی زندہ — فاسقان یافتہ از او تقوا
شد محمد حسن سوی کامل — یار صدیق را سزاست وفا
دل و جانش مدام باہو بود — یاد باہو دلش نمودہ صفا
شمع عشق اندرون قلب افروخت — زاں ضیا بود روز و شب بہ لقا
فخر کٹبار و زینتِ لہڑی — ناڑی از نور او گرفتہ ضیا
یمن او خار را گلستاں کرد — ہمتش بوم را نمودہ ہما
مفلس و محتشم برش یکساں — فرق ناکردہ در عبا و قبا
آنس حق و نافر از باطل — طالبِ دین و تارک دنیا
سال تاریخش از خرد جستم — گفت بادا بہشتش اندر جا
۱۲۷۴ھ

یا الٰہی بحرمتِ آناں — کہ بہ بے راہ بودہ راہ نما
جرم عبدالنبی و احبابش
از کرم یا عفو عفو نما

## ۲۷۲

# مولوی میاں محمد حسن

آپ میاں تاج محمد کے فرزند اکبر تھے اور اپنے والد بزرگوار کی رحلت کے بعد سجادہ نشین ہوئے ۔ آپ ۱۲۸۳ھ/۱۸۶۶ء میں پیدا ہوئے ۔

آپ نے قرآن مجید کی تعلیم طابڑہ کٹبار سے حاصل کی ۔ فارسی کی درسی کتب اپنے والدِ ماجد سے پڑھیں ۔ تین ماہ تک مٹھری میں مولوی گل محمد

شہداد پوری سے جو سردار محمد اسد اللہ خاں رئیسانی کے پاس عہدۂ قضا پر متعین تھے ، استفادہ کیا ۔ صرف شرح ملا جامی و ملا عبدالغفور حافظ علی مراد سے پڑھیں ۔ حافظ صاحب نابینا ہونے کے باوجود درسی کتب میں کامل دسترس رکھتے تھے ۔ منتہی درجے کی کتب مولوی محمد ہاشم سنڈن گڑھی یاسین سے زیر مطالعہ آئیں ۔ انہی کے ہاتھوں آپ کی دستار بندی ہوئی ۔

آپ نے ایک بار اپنی ذکاوت طبع کے بارے میں کہا تھا "بوقت تعلیم شرح ملا جامی بعد نماز مغرب شمع را روشن کردہ کتاب کشادہ و نزدِ خود داشتہ متوجہ قدری طرف مطالعہ میشدم و قدری توجہ بسوئ قوال کہ بگفتن کافی ہا و غزلہا مقرر میبود میدادم و تا بوقت عشا باوجود ہمین دو توجہی مطالعہ بخوبی تمام میکردم۔"

آپ جن دنوں اپنے والد بزرگوار سے صرف بہائی پڑھ رہے تھے انہیں احمد خان کھوسہ کی دعوت پر سندھ جانا پڑا ۔ اس خیال سے کہ آپ کے اسباق میں تعطل پیدا نہ ہو آپ کو بھی ہمراہ لے گئے ۔ واپسی پر پیر سید حسن شاہ کے مزار پر حاضری دی اور دعا پڑھی ۔ رات کو قبے کے اندر قبر کے نیچے سوئے ۔ صبح اٹھ کر میاں تاج محمد صاحب نے اپنے بیٹے مولوی محمد حسن کو مبارک باد دی اور کہا کہ میں نے تمہارے تحصیلِ علم کے لیے دعا کی تھی ۔ میں نے دیکھا کہ پیر صاحب نے تمہیں سنہری انگوٹھی پہنائی ہے ۔ اس سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ تجھے عالم بنائیں گے اور تمہیں ۔ قضا بھی تفویض ہوگا ۔ اسی طرح میاں تاج محمد نے آپ کے لیے حضرت مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کے قبے میں بھی جا کر دعا کی تھی اور فرمایا تھا کہ الحمدللہ حضرت مخدوم صاحب ہم پر وہی نظر شفقت رکھتے ہیں جو ہمارے بزرگوں پر تھی ۔

تحصیل علومِ مجدی کے بعد اکثر ناڑی اور لہڑی کے علاقوں سے متعلق مقدمات اور معاملات حکامِ بالا کے توسط سے آپ کی خدمت میں بھیجے جاتے تھے ۔ آپ شریعت کے احکام کے مطابق فیصلے صادر فرماتے تھے ۔ کبھی کبھی حکام آپ کو اپنے پاس بلا کر روبرو بھی فیصلے کراتے تھے ۔

ایک دفعہ موسم سرما میں اے ۔ ڈی ۔ جی دونٹہ (ڈیو) نے آپ کو تار کے ذریعے بلا بھیجا کہ تشریف لا کر سرداروں کے مابین زمین کا تصفیہ کرا دیجیے ۔ پہلے تو آپ نے انکار کر دیا ۔ مگر پھر دوسری بار جانا ہی پڑا ۔ چنانچہ آپ نے متنازع فیہ زمین پر پہنچ کر کتاب‌اللہ کے حکم کے بموجب فیصلہ کر دیا ۔ واپسی پر اے ۔ جی ۔ جی نے آٹھ سو روپیہ سفر خرچ کے طور پر پیش کیا ۔ آپ کے ہمراہ مولانا حاجی عبدالستار اور ارباب شیخ محمد صاحب برڑہ بھی تھے ۔ انھیں بھی ایک ایک سو روپیہ دیا ۔

آپ روحانی فیوض کے علاوہ دنیوی امور میں بھی دلچسپی لیتے تھے ۔ اچھی خوراک اور اچھی پوشاک سے رغبت تھی ۔ مہمان نوازی کے لیے مشہور تھے ۔ آن کا کمرہ ہمیشہ مہمانوں سے پر رہتا تھا ۔ کٹبار کی بڑی مسجد جس کی نظیر لہڑی اور ناڑی کے علاقوں میں نہیں ملتی ، اپنی کوشش سے بنوائی ۔ لہڑی کے قریب رفاہِ عام کی غرض سے اپنی جیبِ خاص سے ہزاروں روپے خرچ کرکے بند بنوایا تاکہ لوگ اپنی زمینوں کو آباد کر سکیں ۔

نام منظور ہے تو فیض کے اسباب بنا
پل بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

آپ کو طب یونانی سے پوری واقفیت تھی اور اس فن میں کامل تھے ۔ جس سے خلق خدا مستفید ہوتی رہتی تھی ۔ آپ نے علم فقہ سے متعلق چند رسائل بھی تصنیف کیے ۔ عنفوان شباب میں کچھ عرصہ تک درس و تدریس میں بھی مصروف رہے ۔ جو حضرات آپ سے مستفیض ہوئے اُن میں مولانا حاجی عبدالستار اور مولوی خدا بخش امہانی زیادہ مشہور ہیں ۔ کچھی و سندھ کے آس پاس کے لوگ آپ کے سرمایۂ علمی سے بالواسطہ اور بلاواسطہ بہرہ یاب ہوتے رہے ہیں ۔

آپ نے چہار شنبہ ۲۲ ذیقعد ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء کو دار فانی سے اقلیم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی ۔

# ۲۷۳

## میاں محمد پناہ

آپ میاں تاج محمد کے فرزندِ خرد تھے۔ آپ ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے آپ نے فارسی کی درسی کتب مولوی خدا بخش اہانی سے پڑھیں اور باقی تعلیم صرف بھائی سے توضیحات تک مولانا حاجی عبدالستار قوم بغدار ساکن عمر پور سے حاصل۔ کتب شرعیہ کا بھی خاصا مطالعہ کیا۔ منقول و معقول خاص کر علمِ تصوف میں درجۂ کمال تک پہنچے۔ صاحب ذوق و شوق اور مرجع خواص و عام تھے۔ بحر عشق محمدی میں سر سے پاؤں تک غرق رہے۔

آپ نے اپنے بیٹوں حاجی میاں تاج محمد اور میاں احمد شاہ مٹھری کو اشارۃً اپنی وفات کے بارے میں بتا دیا تھا۔ دس روز تک بیمار رہے۔ اسی دوران میں اپنے فرزندِ اکبر کو وصیت کی تھی کہ میری نیت تھی کہ میں حج کرنے جاؤں مگر اب تک یہ نیت پوری نہیں ہوئی۔ یوں تو حیات و ممات اللہ تعالیٰ کے بس میں ہے، ویسے میرے بعد حجِ خیر کرا دینا۔ حج خیر فقہاء کرام کے نزدیک جائز ہے۔ چند باتیں خانگی امور کے بارے میں بھی کہیں۔ آپ کی رحلت کے بعد حج حاجی عبدالغنی پسر حاجی غلام محمد کھوسہ ساکن شاہی واہ کے ذریعے سے ادا ہوا۔

وفات سے چار پانچ روز پیشتر آپ نے دو تین گائیں اور دو بھیڑیں فی سبیل اللہ ذبح کرائیں۔ ایک بکرا بھی ذبح کرایا۔ اُس کا گوشت اُسی طرح رکھوا دیا کہا اس کے بارے میں بعد میں بتاؤں گا۔ عشا کی نماز کے بعد سردار بہادر نواب میر محمد اسد اللہ خانؒ اپنے دوسرے افراد خاندان یعنی میر تاج محمد خان، میر محمد بخش خان، میر محمد اکبر خان اور قاضی یار محمد کے ہمراہ آپ کی زیارت اور مزاج پرسی کے لیے آئے۔ اُس وقت آپ نے اُس گوشت کو پکانے کا ارشاد فرمایا۔ ملاقات کے بعد نواب رئیسانی اور قاضی صاحب کی جانب متوجہ ہو کر کہا ”آپ تشریف لائے بہت اچھا کیا۔ میرا دل باغ باغ ہو گیا۔ شاید یہ وقتِ اخیر ہو۔“

آپ نے ۲۰ شوال ۱۳۴۸ھ/۱۹۲۹ء کو صبح کے وقت اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کی ۔ مولانا محمد قاسم کا یہ قطعۂ تاریخ آپ کے مزار پر مرقوم ہے :

آن محمد پناہ منبع نور — در کرامات نامِ او مشہور
عابد و زاہد و تقی و نقی — عالم و عارف و شدہ مبرور
اختر فیض او چو کرد طلوع — عالم از فیض او شدہ معمور
آہ و افسوس کاندرین ایام — از غروبش شدہ جہان دیجور
کرد رحلت بیستم شوال — شب شنبہ بعین وقت سحور
عالمی از فراق او محزون — لیک او شاد شد بحور و قصور
جست قاسم چو سال تاریخش — گفت ہاتف سنش ''زہی مغفور''
۱۳۴۸ھ

کئی شعرا نے آپ کی رحلت پر اظہار افسوس کیا ۔

## ۲۷۴

# مست توکلی

مست توکلی ۱۲۴۴ھ/۱۸۲۸ء کی موسم بہار کی ایک شام کو مری/ شیرانی/درکانی قوم میں پیدا ہوئے ۔ والدین نے نام طوق علی رکھا ۔ بچپن میں سادگی اور خاموشی شعار رہا ' ذرا ہوش سنبھالا تو ریوڑ چرانے لگے ۔ آپ کی والدہ آپ کے بچپن میں فوت ہو گئی تھی ۔ چھ بھائیوں میں سے چار یکے بعد دیگرے فوت ہو گئے ، آپ اور پیرک زندہ رہ گئے ۔ آپ چودہ سال کی عمر کے ہوئے تو والد محترم بھی اللہ کو پیارے ہو گئے ، آپ نے اپنے چھوٹے بھائی کی شادی کرائی ، مگر خود اس آرزو سے بے نیاز رہے ۔ اٹھارہ سال کے ہوئے تو قدرتی مناظر سے آپ کو والہانہ لگاؤ پیدا ہوا ، ریوڑ چراتے وقت کھاٹھار (چھرا) کمر سے باندھے رکھتے ، کاہان کے ارد گرد اور کبھی کبھار تحصیل کوہلو کی طرف تحط سالی کے سبب مویشی چرانے چلے جاتے ۔ مماڑ ، جاندران ، شہالنگ ، تھڈری ، استرانی پہاڑ ، کوٹ منڈائی ، ڈونگان پہاڑ ،

ٹکیل اور ماوند آپ کی چراگاہیں تھیں ۔ دور دراز جاتے تو دودھ ، پنیر اور گیہوں کا آٹا ساتھ لے جاتے ۔ ۱۸۵۸ء میں شم کے میدان میں مری بگٹی کی لڑائی ہوئی اور پھر چھنیڑی کے مقام پر مڈبھیڑ ہوئی ۔ اس لڑائی کے لیے مست توکلی نے بھی تیاری کی مگر کسی خیال سے آدھے راستے سے پلٹ آئے ۔

انہی دنوں میں دھربی پہاڑ پر ریوڑ چرانے گئے ، بارش شروع ہوئی ، دور ایک خیمہ نظر آیا ، وہاں گئے ۔ آدھی رات کو جب گھر کی مالکہ خیمے کی طنابیں کسنے کے لیے اٹھی تو ان کی نظر اس پر پڑی ، دیکھتے ہی رہ گئے ، یہی آن کی ازلی و ابدی محبوبہ سمو تھی ۔ اس جرم کی سزا میں ان کے قتل کا ارادہ کیا گیا ۔ بعد میں ان کی کیفیت دیکھ کر میر کرم خان بجارانی اور سردار گزین خان مری نے سمّو کے شوہر کو سمجھایا کہ عشق حقیقی میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ۔ پھر ایک دن مست توکلی کی درخواست پر سردار گزین خان نے سمو کے شوہر کو قریبی پہاڑی سے لکڑی کاٹ کر لانے کا حکم دیا ۔ وہ گیا تو سردار نے سمو کو پہاڑ کے دامن میں ریوڑ چرانے کے لیے بھیج دیا ، تاکہ وہ وہاں مست توکلی سے ملے بھی اور آس سے دو چار باتیں بھی کرلے ، مگر سمو کو دیکھتے ہی مست توکلی بے ہوش ہوگئے ۔ سردار گزین کاہان واپس چلے گئے مگر مست توکلی وہیں بیٹھے مسلسل خیمے کی طرف دیکھتے رہے ۔ سمو کا شوہر بھی آپ کا خیال رکھنے لگا ۔ آپ نے سمو کے بارے میں شاعری کرنی شروع کی ۔ بلوچ روایات کے مطابق یہ بات ان کی غیرت کے لیے ناقابل برداشت تھی ۔ مری قبیلے نے ایک بار پھر ان کو قتل کرنے کے ارادے سے گندا نامی شخص کو بھیجا ۔ اس نے آپ کو پہاڑی کی اونچی چوٹی سے دھکیلا ، مگر آپ اڑتے ہوئے نیچے آگئے ۔ وہ خوف زدہ ہوکر معافی کا خواستگار ہوا ۔ سمو پھرونی قوم سے تھی اور اسی میں اس کی شادی ہوئی ۔ صحیح نام سمیع تھا ، مگر مست انھیں سمو ، سمی ، یا سمل کے نام سے یاد کرتے ۔ رفتہ رفتہ سمو بھی مست توکلی کے لیے اداس اور بے قرار رہنے لگی ۔ مست توکلی جہاں کہیں بھی جاتے ، واپسی سمو کے خیمے پر ہوتی ۔ مست جہاں بھی رکتے اپنے ہاتھوں سے پتھر اکھٹے کرکے بیضوی صورت میں مسجد بنا ڈالتے ۔ رفتہ رفتہ پوری مری قوم میں آپ کی بزرگی کی دھاک بیٹھتی گئی ۔ مست توکلی کی

تمام عمر سیر و سیاحت میں گزری ۔ کئی شہر اور قصبے دیکھے ۔ آخر میں سردار جمال خان لغاری کی معیت میں بحری سفر کے ذریعے جدہ شریف سے ہوتے ہوئے مکہ معظمہ پہنچے اور فریضۂ حج ادا کیا ۔

۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء کے رمضان المبارک میں سمو فوت ہوئی اور اس کے پندرہ سال بعد ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء میں حضرت مست توکلی کا وصال ہوا ۔ انہیں میدان گری میں دفن کر دیا گیا ۔ آن کی وصیت کے مطابق ان کا مزار ٹکیل پہاڑ کی چوٹی پر بنایا گیا ۔ آپ کے روحانی پیشوا شہباز قلندر تھے ۔

چھریرا بدن ، بھرے ہوئے سڈول بازو ، گھنگھریالے بال ، بیضوی چہرہ، گندمی رنگ ، سرخ خمار آلود آنکھیں ، متوان ناک اور سیاہ گھنے ابرو والے یہ صاحبِ حال لمبا سفید عمامہ ، قمیض کے اوپر کرتی (چغہ) اور تنگ پائنچوں والی گھیر دار شلوار مستقل لباس کے طور پر ہمیشہ پہنتے تھے[۱] ۔ دوران سفر کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں بلوچ قوم کے سردار ، امراء اور عام لوگ ان کی بے حد عزت کرتے ہیں ، وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی ظاہری اور باطنی شخصیت کی تکمیل کے لیے ابھی مسلسل تگ و دو میں ہیں ۔ کبھی شہباز قلندر کے دربار میں حاضری دے رہے ہیں ، کبھی پیر سہری کے مزار پر ، کبھی شہ کھٹے کی زیارت کے لیے جا رہے ہیں اور کبھی سخی سرور کے مزار پُر انوار پر ، کبھی سید جلال کے دربار میں حاضر ہو رہے ہیں ، کبھی غوث بہاءالحق اور شمش سبزواری کے مزارات پر اپنے شب و روز گزار رہے ہیں ۔ ہوتے ہوتے آپ کا روحانی فیض عام ہو گیا بلکہ سمو بھی ولایت کے مقام پر پہنچ گئی ۔ آپ اکثر ''رحم ، رحم'' کی صدا لگاتے ۔ کسی کو سمو کی اجازت یا سمو کی مرضی کے بغیر کچھ نہ دیتے ۔ دوران سفر ایسے کئی ایک واقعات رونما ہوئے جن سے پتہ چلتا ہے آپ ایک اچھے شاعر ، صاحب حال و صاحب کشف و کرامات ولی تھے ۔

ایک دفعہ آپ ڈیرہ غازی خان اور بلوچستان کے درمیان سرحدی پہاڑوں پر سفر کر رہے تھے ۔ اچانک رکے اور پہاڑ کے نشیبی حصے کی طرف اکیلے چلے گئے ۔

---

۱۔ سرمست بلوچستان ، ذکیہ سردار خان ، ص ۱۲، ۴۳ تا ۶۳

دیکھا کہ ایک درویش نیچے ڈھلوان پر بیٹھا ، کچھ گھونٹ رہا ہے ۔ مست توکلی نے بلوچی شعر میں اسے کہا " اے اونٹ کی طرح لمبے کان والے فقیر ، تھوڑی سی بھنگ مجھے بھی پلا تاکہ میں سمو کی جدائی کا کرب بھول جاؤں ۔ " اس درویش نے اوپر دیکھا اور مست کی ساری روحانی قوت سلب کر لی ۔ اس شعر کو مست نے ذرا سی ترمیم کے ساتھ پیش کیا تو اس نے آپ کی قوت آپ کو لوٹا دی ، ذرا سی تلچھٹ پینے کو دی اور آپ کی ولایت کو چار چاند لگ گئے ۔

ایک دفعہ راہ چلتے چلتے آپ کو معلوم ہوا کہ کوئی بزرگ پہاڑ میں معتکف ہے ۔ ساتھیوں کو روک کر خود پہاڑ کے نشیبی حصے والے غار میں چلے گئے ۔ سلام کیا ، تین دن نہ بات کی نہ کچھ کھایا پیا ۔ آخر بھوک کے مارے مست نے کھانے کی آرزو کی ۔ بزرگ نے ہاتھ ڈیرہ غازی خان کی طرف بڑھایا اور دکان سے چنے اٹھا لائے ۔ مست نے چنے لے کر کہا کہ آپ نے ہاتھ تو کچھ اس انداز سے بڑھایا تھا جیسے سارے کا سارا شہر اٹھا لائیں گے ، لیکن لائے آپ صرف چنے ہی ۔ بزرگ نے کہا کہ تمہارے مقدر میں ہی یہی تھا ۔ آپ نے چنے کھائے تو دنیا ہی بدل گئی ۔ روحانیت پہلے سے بہت بڑھ گئی ۔

مانڑک بند میں آپ کے بھائی پیرک نے خودکشی کی تو صاحبِ ولایت سردار گزین نے خط لکھا اور ہوا میں پھینک دیا اور کہا کہ "جا مست کے پاس پہنچ ۔ " خط مست کی گود میں آگرا ۔ خط ملتے ہی آپ روانہ ہوئے اور چند گھنٹوں میں سینکڑوں میل طے کیے ، خود تجہیز و تکفین کا بندوبست کیا ۔ ان کا سارا مال و منال سوائے سرود کے خیرات کر دیا ۔ وہ سرود کوہ کھڑی کی ایک اونچی ڈھلان پر ایسی جگہ پر رکھ دیا جہاں اسے کوئی بھی چھو نہ سکے ۔ وہیں آپ نے ایک شعر میں کہا تھا کہ اسے فرشتے بجائیں اور گندھ اس کی آواز پر کان دھریں گے ۔ کہتے ہیں بلکہ مصدقہ ہے کہ اب تک ہر جمعہ کی رات کو اس سرود کی آواز آتی ہے اور لوگ اس سے محظوظ ہوتے ہیں ۔

کوٹ منڈائی سے ایک معمر مری کوڑھ کا مریض شفایابی کی غرض سے آپ کا شریک سفر ہوا ۔ سفر جاری رہا ۔ جلو گیر پر رکے تو حضرت نے محراب بنائی ، اس میں بیٹھے اور مریض کی باریک چادر تان کر لیٹ گئے ۔ آسمان سے چھناکے کی آواز آئی ، سنا تو حضرت سمو سے محو گفتگو ہیں ۔ آتے کہا کہ یہ بدبخت میرے ساتھ ہے اس کے لیے کھانا الگ کردے اور اس کی بیماری کا علاج بھی کر ۔ مریض باریک چادر سے دیکھتا رہا ۔ سمو نے اپنے دوپٹے کا ایک کنارا اس کے سر سے پاؤں تک پھیر دیا ۔ مریض کو یوں لگا جیسے وہ برف میں پڑا ہو ۔ سمو کو اجازت دی وہ برتن سمیٹ کر اڑ گئی ۔ حضرت نے اسے آواز دی کہ اٹھ اور کھانا کھا ۔ مریض بالکل صحت یاب ہو چکا تھا ۔

قصبہ گلوئی میں بخشا خان کے مہمان تھے ۔ معززین جمع تھے ۔ محفل جمی تھی ۔ کھانے کا وقت ہوا تو آپ کو دعوت دی گئی ۔ آپ نے کہا میں ابھی سمو سے مل کر آتا ہوں ، باہر نکلے ۔ میدان میں رک گئے ۔ بخشا خان اپنے ساتھیوں کے ساتھ تعاقب میں نکلے کیونکہ یہ ناممکن تھا کہ ۲۵۰ میل کے فاصلے پر رہنے والی سمو اس وقت ان سے مل سکتی ۔ بخشا خان اور ان کے ساتھیوں نے دیکھا کہ ایک بجلی سی کوندی اور پھر سمو وہیں تھی ، تھوڑی دیر محو راز و نیاز رہے اور پھر حضرت لوٹ آئے ۔ پھڑا میں ڈیوا خان پوادھی نے گزارش کی کہ میرے لیے رزق کی فراخی کی دعا کریں ، حضرت نے بڑی سی میخ منگوائی ۔ اور حویلی کے وسط میں گاڑنے کا حکم دیا ، اور کہا کہ جب تک یہ میخ زمین میں گڑی رہے گی تم بھوک اور افلاس سے محفوظ رہو گے ۔ آج ایک صدی کے بعد بھی وہ میخ وہیں گڑی ہوئی ہے اور اس کنبے میں رزق کی فراوانی ہے ۔

ایک دن ڈیوا خان کے گھر میں ایک عورت نے اپنا بچہ جو نزع کے عالم میں تھا ، آپ کی گود میں رکھ کر روتے ہوئے گزارش کی کہ مست سائیں دعا کریں یہ مر رہا ہے ۔ آپ نے سر اٹھایا عورت کو دیکھا ، پھر بچے کو ۔ پھر مسلسل بچے کو دیکھتے رہے اور سر ہلا کے فرماتے رہے "نہ جانے زندہ رہے گا یا نہ رہے گا ۔" پھر کچھ دیر اسے دیکھتے رہے اور "رحم ، رحم" پکارتے

رہے - آخر آپ کا چہرہ جلال سے سرخ ہو گیا اور آپ نے کہا کہ ''اب رحم ہو گیا اٹھاؤ اپنے بچے کو۔'' عورت نے بچہ اٹھایا تو وہ زندہ تھا اور صحت یاب ہوچکا تھا -

درخان براہانی اور دوسرے مریدوں کے ساتھ کاہان سے وادیٔ مخاڑ کا راستہ لیا - دوسرے دن سحری کے وقت سفر شروع کیا - اچانک انھوں نے اپنی رفتار معمول سے تیز کر دی اور کہا ''میں سمو کے ہاں جا رہا ہوں تم لوگ وہیں آ جانا -'' وہاں پہنچے تو سمو وفات پا گئی تھی اور اسے دفنا دیا گیا تھا - آپ اس کے شوہر اور اعز و اقارب سے پوچھنے لگے کہ میری اجازت کے بغیر اسے کیوں دفنایا گیا - انھوں نے کہا کہ جہاں آپ حکم کریں ، سمو کو دوبارہ دفن کردیں - عصا سینے سے لگائے ، جھکے ہوئے سمو کے سرہانے ٹھہرے رہے - پھر کہا کہ سمو کی مرضی ہے اسے یہیں رہنے دیا جائے - سمو کے سامنے میرے لیے ایک حجرہ بناؤ ، اس نے ہر جمعے کی رات کو مجھ سے ملاقات کا وعدہ کیا ہے -

وزیر خان شیرانی مقدم کے والد پہلوان روایت کرتے ہیں کہ استرانی پہاڑ کے سفر کے دوران ایک جگہ حضرت کے حکم سے پڑاؤ ڈالا گیا اور مسجد کے لیے بڑے بڑے پتھر اٹھا کر لاتے رہے - اتنے میں بھوک لگی تو پہلوان پتھر کے بوجھ تلے نقاہت کے مارے لڑکھڑانے لگے - حضرت سمجھ گئے - انھیں بلایا اور اپنے سامنے پھیلی ہوئی خالی چادر پر ہاتھ مار کر گرم روٹی اٹھائی اور ان کو دی - قافلے میں تیس آدمی تھے ، ان کو قطار میں ٹھہرا کر سب کو ایک ایک گرم روٹی دیتے گئے اور کہتے گئے ''خیال کرو نیچے نہ گرنے پائے -''

آپ کے سیکرٹری درخان براہانی کہتے ہیں کہ لہڑی کے قریبی پہاڑوں سے گزرتے ہوئے میں نے حضرت سے گزارش کی کہ میرے لیے دعا کریں - انھوں نے فرمایا اچھا تم یہیں ٹھہرو ، اور خود پہاڑ پر چڑھ گئے - تھوڑی دیر میں پہاڑ سے مہیب آواز آنے لگی اور پھر ایک بڑا اژدہا اس میں نکل آیا - براہانی ڈر کے مارے بے ہوش ہوگئے - ہوش میں آئے تو حضرت سامنے تھے - استفسار فرمایا کیسے ؟ کیا مانگا ؟ براہانی نے جواب دیا ''جان بچ گئی یہی بہت ہے ؟ حضرت نے کہا - ''میں کیا کروں سمو ہی اس انداز سے آئی تھی ؟''

ایک معمر لانگھانی مری کی روایت کے مطابق سکھر اور روہڑی کے درمیان پل کے نیچے حضرت نے اسے ان کے سر کے بال مونڈھنے کا حکم دیا ۔ بال اتر گئے تو ایک صاف کپڑے میں پوٹلی کی شکل میں باندھ دیے اور پوٹلی دریا میں پھینک کر کہنے لگے ''میرا سلام سمو کو پہنچا دینا ۔'' بال دریا کے بہاؤ کے مخالف اوپر کی طرف جانے لگے ۔ آپ بھی ٹھہرے رہے اور معمر لانگھانی بھی بصد حیرت یہ منظر دیکھتا رہا ۔

درخان براہانی بی کے بیان کے مطابق جب بھی آسمان پر کوئی بادل کا ٹکڑا نظر آتا تو حضرت کہتے ٹھہرو ، میری طرف سمو کا سلام آرہا ہے اور پھر بادل کا وہ ٹکڑا آپ کے سر پر چند بوندیں برسا کر چلا جاتا ۔

میدان گری کے قریب ایک ندی ہے ، آپ آخری ایام کی علالت میں یہیں تھے ۔ آپ نے پانی طلب فرمایا ، قریب کہیں پانی نہ تھا اور ندی کا پانی کھارا تھا ۔ آپ سے معذرت کی گئی تو آپ مرض کی شدت کے باوجود اٹھے اور عصا کو ایک ٹیلے پر دے مارا جہاں سے میٹھا اور شفاف چشمہ جاری ہوا ، جو آج بھی رواں ہے ۔

پیر جان رنگوانی ڈیرہ بگٹی میں ایک خوشی کے موقع پر موجود تھے ۔ گوشت تقسیم ہو رہا تھا ۔ آپ نے سمو کا حصہ الگ کرنے کا حکم دیا تو رنگوانی نے عرض کیا کہ حضرت سمو تو ہوتی نہیں اور آپ ہمیشہ اس کا حصہ الگ کر لیتے ہیں ۔ آپ نے گوشت کا ٹکڑا لیا اور اسے چادر کے نیچے رکھ دیا اور رنگوانی سے کہا کہ جاؤ جا کر دیکھو ۔ چنانچہ پیرجان نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہاں ایک انسان منہ پھیرے ہوئے اور چہرہ ڈھانپے ہوئے گوشت کھا رہا تھا ۔

پھڑا کے مقام پر پوادھی مریوں نے گزارش کی کہ حضرت یہاں ایک بہت بڑا اژدہا ہے جس سے ہم سب بہت تنگ ہیں ۔ آپ وہاں گئے غار کے سامنے ٹھہرے ۔ آواز دی کہ ''سمو کی بکری باہر نکل آ ۔'' وہ اژدہا نکل آیا اور آپ

---

۵- سر ممنت بلوچستان ، ذکیہ سردار خان، صفحات ۸۴ تا ۹۶ -

آس کی پیٹھ پر سوار ہوئے اور آسے حکم دیا کہ ''ٹکیل پہاڑ کی جانب چلو۔'' ٹکیل پہاڑ کے ایک غار کے پاس آپ آترے اور آسے کہا ''کہ جا اب یہی غار تیرا ٹھکانا ہے ، آئندہ کسی کو نقصان نہ پہنچانا ۔''

## ۲۷۵

# محمد عبداللہ حکیم

### (مستان مستونگ و لورا لائی کا بیان)

ڈاکٹر محمد عبداللہ المتخلص بہ حکیم ایک صاحب حال بزرگ گزرے ہیں ۔ انھوں نے اپنی اخلاقی مثنوی 'گلشن حکیم' میں جو ۱۳۲۲ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی، لکھا ہے کہ کسی شخص کو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے خواہ آس کی ظاہری حالت ابتر ہی کیوں نہ ہو ۔ ایسے بہت سے لوگ گزرے ہیں جن کی ظاہری کیفیت قابل رشک نہ تھی لیکن درحقیقت وہ اللہ کے نزدیک مقبول تھے ۔ ایسے اہل اللہ نفیس غذاؤں کے دلدادہ نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ بادشاہوں کے انعام و اکرام کے محتاج ہوتے ہیں ۔ وہ اہل دنیا سے جفا دیکھتے ہیں اور آف تک نہیں کرتے ۔ وہ اہل جہان سے تعریف نہیں چاہتے ۔ اور نہ ہی آن کے ظلم و ستم پر انہیں بد دعا دیتے ہیں ۔ آن کی حالت کا اندازہ حکیم کے ان اشعار سے لگائیے ۔

نہ لاف از عبادت کہ شب کردہ بود　　نہ جا از سلاطین طلب کردہ بود
چودو لاب گہ گہ بگریہ خروش　　بفریاد و آہ و فغان گہ خموش
بیک آہ کوھی گران را کنند　　بیک سوز دل شعلہ در کل زنند

حکیم ان خیالات کی وضاحت کے لیے جن بزرگوں کی مثالیں پیش کرتا ہے آن میں مستونگ اور لورالائی کے یہ مست شامل ہیں ۔

۱- **مسکان شاہ** - صاحب حال فقیر جو موسم گرما ہمیشہ مستونگ میں گزارتا تھا -

۲- **خدو** - اصلی نام خدا بخش قوم زرگر سے تھا - مست حال مستونگ میں مقیم تھا -

۳- **دلو** - اصلی نام معلوم نہیں ہو سکا - مجذوب تھا - مستونگ میں مقیم تھا - ہمیشہ برہنہ تن رہتا - متعدد واقعات مشہور ہیں -

۴- **جنڈی** - یہی نام تھا - مستونگ ہی قیام گاہ تھی -

۵- **فقیر کاکڑ** - بوری (لورالائی کا قدیم نام) میں رہتا تھا - اہل کرامت عاشقانِ رسول کریم اور واصلانِ حق میں سے تھا -

حکیم، مناجات میں پہلے چار بزرگوں کا ذکر یوں کرتا ہے:

منور بکن چشم دل ای الہ — کہ بینم زدل حال مسکان شاہ
بکن دور مارا تو پردہ ز رو — کہ روشن شود نیز حال خدو
دلو را نہ بینم ز دیوانگان — کہ لعل ست در زیر سنگہا نہان
بدہ روشنائی بدل اے قدیر — کہ نفرت نیاید ز جنڈی فقیر

پھر کہتا ہے:

نہ من با حقارت کشایم نظر
کہ در ریگ دیدیم پوشیدہ زر

حکیم نے اس صاحب حال کاکڑی کی ظاہری حالت سے اُسے گدا سمجھا لیکن رات کو خواب میں آنحضرت صلعم کا دیدار مبارک ہوا اور وہیں کاکڑ کو دیکھا - متعجب ہوا - حقیقت حال سے آگاہ ہو کر اگلے روز اُسے تلاش کیا اور معذرت چاہی - بقول حکیم:

بصورت گدا اند زیر گلیم — بسیرت شہنشاہ ملک اے حکیم
بنزدیک تو آنکہ کہتر کسی ست — چہ دانی کہ در اصل بہتر بسی ست

اس صاحب کرامت کاکڑ نے حکیم کو نصیحت کی اور چلتا بنا ۔ حکیم اس نصیحت کو اس طرح پیش کرتا ہے :

من این پند را باد دارم ز پیر — زهر کس شمر جان خود را فقیر
مبارک که هستی تو فرزند من — اگر کار بستی باین پند من
زخویشم نهٔ تو ره خویش گیر — وگرنه برو تورهی پیش گیر

## ۲۷٦

## حضرت ملا محمد عظیم صاحب زادہ

آپ کے والد کا نام ملا رحمت‌اللہ اخوند اور دادا کا اسم گرامی ملا خوشحال اخوند ہے ۔ اندازے سے ان کا سن ولادت ۱۲۵۰-۵۵ھ/ ۱۸۳۴-۳۹ء اور سال وفات ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء مقرر ہے ۔ چونکہ ان کے والد قندھار میں سکونت پذیر تھے اس لیے انھوں نے علوم عربی کی تکمیل بھی وہیں کی ہوگی ۔ تکمیل علم کے بعد ممدوح پشین آئے ۔ یہاں ان کی شادی برشور کے مکین محمد عالم کی ہمشیرہ سے ہوئی ۔ آپ نے سلیمان زئی نامی گاؤں میں امامت اختیار کی ۔ آپ صحیح معنوں میں نمونۂ اسلاف تھے ۔ تکلف اور نام و نمود سے نفرت تھی ۔ بڑے سادگی پسند تھے، گھر میں برتن اور اوڑھنے بچھونے بس واجبی سے تھے ۔ ایک پوستین تھی جسے رات کو سوتے وقت رضائی کی طرح اوڑھتے اور دن کو چوغے کی طرح پہنتے ۔ گھر اور مسجد آتے جاتے منہ کو ڈھانپے رکھتے تاکہ کسی نا محرم عورت پر نظر نہ پڑے ۔ ایک مرتبہ کسی ہندو لڑکی پر نظر جا پڑی تو کئی دن روتے رہے ۔ آپ کے احترام کا یہ عالم تھا کہ ایک رشتہ دار عورت روز اس کوچے میں جھاڑو دیتی تھی ، جہاں سے آپ کا مسجد آتے جاتے گزر ہوتا تھا ۔

آپ کا مزار شہر پشین سے مغرب کی جانب ۹ میل کے فاصلے پر سادات کے ایک گاؤں سلیمان زئی کے مشرق کی طرف واقع ہے ۔ قبر کچی ہے ، جس کے

چاروں طرف ایک چھوٹی سی چار دیواری ہے ، وہ بھی کچی ہے ۔ ساتھ ہی ایک کچا کنواں بھی ہے ۔ آپ کے والد کی قبر قندھار میں اور دادا کا مزار تحصیل پشین کے غیژ نامی گاؤں میں ہے ۔ تینوں قبور زیارت گاہ انام ہیں ۔

آپ کے صاحب زادے عبدالرحمان جان آغا ابھی چھ ماہ ہی کے تھے کہ آپ کا انتقال ہوا ۔ عبدالرحمان کے علاوہ ایک بیٹی بھی تھی ۔ اگر یہ اولاد پہلی بیوی ہی سے تھی تو اغلب گمان یہ ہے کہ آپ جوانی ہی میں وفات پا گئے ہوں گے مگر عبدالرحمان آغا کے گھر میں موجود آپ کا منقش بلند عصا اور سادہ نوکدار کپڑے کی ٹوپی ان کے بڑھاپے کا پتہ دیتی ہے ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ملا محمد عظیم صاحب زادہ طریقۂ نقشبندیہ میں مرشد اور مسترشد تھے ۔ معنوی کرامات کے علاوہ ان کی حسی کرامات بھی زبان زد خلائق ہیں ۔ برشور کے محمد حسن کی روایت کے مطابق برنائی میں تعلیمِ دین کی تحصیل کے دوران ان کو وہاں کے ایک جید اور بزرگ عالم نے کہا تھا کہ کیا تم پشین کے رہنے والے ہو ۔ انھوں نے جواب اثبات میں دیا تو اس بزرگ عالم نے فرمایا کہ پشین میں پہاڑ گر گیا ہے ۔۔ پشین میں آنے پر محمد حسن کو معلوم ہوا کہ حضرت محمد عظیم صاحب زادہ وفات پا گئے ہیں ۔

۲۷۷

## حضرت خواجہ محمد عمر جان چشموی

آپ کی ولادت صفر ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء میں ہوئی اور وصال یکم ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ء کو ہوا ۔ مزار چشمہ شریف میں ہے جو کوئٹہ کے قریب واقع ہے ۔ آپ نے علومِ ظاہری اپنے والد حضرت فیض الحق (المتوفی ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء) اور اپنے چچا مُلا احمد اخوند سے حاصل کیے ۔ طریقت و سلوک میں خلعت خلافت اپنے والد ہی سے پائی اور ان کے سجادہ نشین ہوئے ۔ خواجہ میاں روح اللہ (المتوفی ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء) سے بڑی فیضیاب ہوئے تھے ۔ کئی سال

تک درس و تدریس میں مصروف رہے اور بہت سے علما آپ سے فیض یاب ہو کر دوسروں کو مستفیض کر رہے ہیں ۔ علوم ظاہری میں مشغول رہنے کے ساتھ ساتھ سلوک و طریقت میں بھی کمال حاصل کیا ۔ مولانا عبداللہ درخانی فرماتے ہیں :

بہ فیاض عصر شاہ منور

محمد با عمر زان گشتہ رہبر

آپ متابعت سنت اور اخلاق حمیدہ کا مرکز تھے ۔ آپ کے مرید اور معتقد سندھ ، بلوچستان ، مکران ، ایران اور پنجاب کے علاوہ افغانستان اور عرب میں بھی موجود ہیں ۔ نہایت سادہ اور بے تکلف زندگی بسر کرتے تھے اگر کبھی خرق عادات کے طور پر کوئی کرامات ظاہر ہو جاتی تو اس کو اسباب ظاہری سے منسوب کرتے تھے ۔

آپ کے والد حضرت خواجہ فیض الحق جو خود بھی صاحب کشف تھے آپ کے حق میں بہت سی بشارتیں بیان فرماتے تھے ۔ خلافت کی اجازت دینے کے بعد حضرت خواجہ فیض الحق قدس سرہ نے اپنے تمام خلفا کو جن میں سے ہر ایک ولی کامل اور عارف تھا ان کے سپرد کیا اور آپ کے حلقے میں بٹھایا ۔ مولانا جان محمد مرحوم بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم حاجی محمد عوض صاحب گلزاری جو مولانا فیض الحق جان کے خلفا میں سے تھے کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا کہ تیس سال کے عرصے سے خواجہ صاحب نے مجھے خلعت خلافت سے نوازا ہے لیکن ان کے ادب و احترام کے باعث آج تک میں نے ایک مرید نہیں بنایا ۔ ہر وقت میں حضرت صاحب کے عقیدت مند مریدوں کی خدمت کرتا ہوں ۔

حضرت خواجہ محمد عمر جان اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد ارشاد و تلقین القاء ذکر و فکر میں مگن ہو گئے ۔ بہت تھوڑے عرصے میں آپ کی شہرت اطراف و اکناف میں پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق اخذ فیوض و برکات کی خاطر آنے لگے اور طریقہ میں داخل ہونے کی سعادت سے مشرف ہوئے ۔ خصوصاً علماء کرام ۔

آپ علم کے بڑے دلدادہ اور قدردان تھے - اسی لیے علماء کی بڑی عزت کرتے تھے - اپنی تمام اولاد کو علم کے زیور سے آراستہ کیا - خود بھی ان کو پڑھایا اور ملک بھر میں علماء کی صحبت میں بھجوایا - چنانچہ آنھوں نے علم دین اور سند حدیث شریف برصغیر پاک و ہند کے بڑے بڑے مدارس سے حاصل کی -

مولوی غلام رسول خلف الرشید مولوی جان محمد نے لکھا ہے : ''یہ حقیر ابتدائے جوانی میں والد صاحب کی ترغیب پر سلطان‌الاولیاء مظہرِ نورِ خدا شیخ‌الاسلام و المسلمین حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ محمد عمر جان قدس سرہ مجددی نقشبندی مظہری کی خدمت اقدس میں ظاہر ہوا اور ان کے طریقہ میں داخل ہوا یعنی آن کے ہاتھ پر بیعت کیا - پچیس سال بلکہ زائد عرصہ میں وقتاً فوقتاً حاضرِ خدمت ہوتا رہا اور ان کے ارشادات و عنایات سے مستفید ہوتا رہا الحمدللہ اس وقت احقر کا شغل و مشغلہ بیڑو چانڈیہ میں تعلیم و تدریس علم دین کا تھا - حضرت صاحب سالانہ بیڑو چانڈیہ میں احقر اور دوسرے احباب طریقت کی دعوت پر تشریف لاتے تھے - مدرسہ اور طلباء کرام کے معائنہ سے نہایت خوشی کا اظہار فرماتے تھے اور ہمارے حق میں دعا فرماتے تھے - اور احقر سال میں ایک دفعہ آپ کی زیارت سے چشمہ و کرانی (کوئٹہ) میں مشرف ہوتا تھا - جب حضرت صاحب سردی کے زمانے میں شکار پور سندھ اقامت اختیار فرماتے تو ہماری ملاقات اور زیارت کا میدان اور بھی وسیع ہو جاتا - حضرت صاحب قدس سرہ کی کرامات میں سے کیا بیان کیا جائے - سب سے بڑی کرامت و ولایت یہی ہے کہ تمام دنیا آپ کے فیوض و برکات اور آپ کی اولاد کے فیوض سے بہرہ مند ہو رہی ہے -

ایک بار حضرت صاحب میرو خاں میں تشریف فرما تھے جہاں مولوی خوش محمد کا مدرسہ ہے - مولوی صاحب نے عرض کیا کہ طلبہ کو بہت دقت ہے کیونکہ کنویں کا پانی کڑوا ہے - آپ نے مُٹھی بھر مٹی دم کرکے اس میں ڈال دی - چند روز کے بعد کنویں کا پانی میٹھا اور خوش ذائقہ ہو گیا -

ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ حضرت صاحب بیمار ہوئے ۔ اس وقت جیکب آباد شہر میں حاجی محمد عمر جو خان بہادر شہید اللہ بخش اور خان بہادر حاجی مولا بخش سومرہ کے والد بزرگوار تھے کے بنگلہ میں مقیم تھے ۔ آپ چارپائی پر آرام کر رہے تھے کہ ایک ہندو شیوالا نامی آیا ۔ اس کا قد دراز اور ڈاڑھی سفید تھی ۔ اس کے ساتھ چند سرکاری ملازم بھی تھے ۔ جب اس ہندو کی نظر حضرت صاحب پر پڑی تو بنگلہ کے برآمدہ میں کچھ دیر حیران و پریشان کھڑا رہا ۔ اور پھر اس سرکاری عملہ کے ساتھ واپس چلا گیا ۔

حضرت صاحب نے معاملہ پوچھا ۔ حاجی محمد عمر نے ٹالنے کی کوشش کی ۔ نائب نصر اللہ نے جو حضرت صاحب کے خاص مریدوں میں سے تھے اور حاجی محمد عمر کے جگری دوست ہونے کے علاوہ فارسی میں خوب ماہر تھے عرض کیا کہ یہ ایک ہندو تھا ۔ اس کی اور حاجی صاحب کی کسی زمین کے ٹھیکہ میں شراکت تھی ۔ اس میں خاصا نقصان ہوا ۔ اس ہندو نے زمین کے مالک کو رقم ادا کر دی ۔ اب وہ حاجی صاحب سے رقم کا مطالبہ کرتا ہے ۔ حاجی صاحب کے پاس رقم موجود نہیں بلکہ وہ مقروض ہیں ۔ یہ ہندو اس وقت اس بنگلہ کو نیلام کرنے کی غرض سے آیا تھا تاکہ نیلامی سے اپنا خسارہ پورا کرے ۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر واپس کیوں لوٹا اور اپنے ارادے کو عملی جامہ کیوں نہ پہنایا ۔ نائب نصراللہ نے کہا کہ میں نے پوچھا تھا تو وہ کہنے لگا کہ جب میں بنگلہ میں داخل ہوا تو میری نظر اس بزرگ پر پڑی اور مجھ پر ایک عجیب طرح کا خوف طاری ہوا جس کے باعث میں اپنے ارادے سے باز رہا ۔

اس پر حضرت صاحب نے نقصان کا سبب دریافت فرمایا ۔ نائب نصراللہ نے وضاحت کی کہ حضرت زمین کی سطح بلند ہے ، جس کی وجہ سے وہاں پانی اچھی طرح نہیں پہنچ سکتا اور فصل اچھی نہیں ہوتی ۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ حاجی محمد عمر کو چاہیے کہ اس زمین کو دوبارہ ٹھیکے پر لے لے اگر خدا نے چاہا تو یہ زمین آباد ہو جائے گی ۔ ساتھ ہی اب حاجی کو کسی نہ کسی طرح ہندو کا پیسہ دے دینا چاہیے ۔

حاجی محمد عمر نے آپ کے کہنے پر عمل کیا - اگلے سال زمین آباد ہوئی اور ہزاروں روپے ہاتھ آئے - قرضے کی ادائی ہوئی اور اُس کئی سال کے ٹھیکے کی آمدنی سے حاجی صاحب بہت سی زمینیں خرید کر بہت بڑے زمیندار کی حیثیت سے ابھرے اور اُن کا شمار سندھ کے بڑے زمینداروں میں ہونے لگا -

مولوی محمد عظیم کا کہنا ہے کہ اُس نے چھ سال تک آپ کا مرید بننے کی کوشش کی - لیکن یہی جواب ملتا رہا کہ اب تک آپ کو مرید بنانے پر مامور نہیں ہوں - علوم ظاہری کی تکمیل کیجیے - ایک روز حضرت صاحب گڑھی خیر محمد کریٹہ میں تشریف لائے تو مولوی محمد عظیم اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا - آپ نے فرمایا کہ اب آپ کو مرید بنانے پر مامور ہوا ہوں - کل صبح آ کر بیعت کر لو - مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضور آپ کے سلسلۂ عالیہ میں نماز تہجد شرط ہے میں مدرس ہوں رات کو دیر تک مطالعہ میں مشغول رہتا ہوں تہجد کے لیے بیدار نہیں ہو سکتا ہوں - حضرت صاحب فرمانے لگے کہ تہجد کے لیے ضرور جاگنا پڑے گا - جب دستِ بیعت کا شرف حاصل ہوا تو تہجد کے وقت حضرت صاحب کی آواز آتی تھی ''بر خیز تہجد بخوان-'' آج تک یہی حالت ہے -

ایک رات حضرت صاحب شہر لاکھ کے نزدیک حاجی مٹھل لاکھ کی دعوت پر تشریف لے گئے - مولوی محمد عظیم اپنے ایک دوست کے ہمراہ جو مرید ہونا چاہتا تھا تانگے میں روانہ ہوئے - راستہ میں تانگہ اُلٹ گیا - رات اندھیری تھی ، ان صاحبان کو خاصی چوٹیں آئیں - یہاں تک کہ تانگہ بھی سیدھا کرنے کی سکت نہ رہی - اتنے میں اچانک ایک روشنی نظر آئی - دیکھا کہ چند آدمی آ رہے ہیں ، انھوں نے آ کر ان کو اُٹھایا اور تانگہ سیدھا کرکے کہنے لگے کہ ہمیں حضرت صاحب نے بھیجا ہے فرماتے تھے کہ فلاں مولوی صاحب اور ان کے رفقا کا تانگہ الٹ گیا ہے اُنھیں اُٹھا کر لے آؤ -

جب یہ صاحبان حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچے تو فرمایا کہ آپ کو بہت دقت کا سامنا کرنا پڑا - روٹی کا انتظام پہلے سے کیا گیا تھا - روٹی کھانے

کے بعد حضرت صاحب نے مولوی محمد عظیم کو علیحدہ کمرے میں بلایا اور کہا کہ یہ میری اور تمہاری آخری ملاقات ہے۔ اس کے بعد مجھے دنیا میں نہیں پاؤ گے۔ مولوی صاحب رونے لگے اور واقعہ کی حقیقت معلوم کرنا چاہی۔ حضرت صاحب نے فرمایا اس سال رمضان المبارک کی پہلی تاریخ کو حضرت والد بزرگوارم مولانا فیض الحق صاحب تشریف لائے اور ستائیس تاریخ تک مجھے مثنوی شریف پڑھائی۔ پھر جلسہ ہوا اور حضور پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ملائکہ بھی آ گئے جو یوں کہتے تھے، ز نور محمد محمد عمر اور کہتے تھے واہ وا۔ جب جشن تمام ہوا تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نورانی چادر مجھ پر ڈال دی۔ اور فرمایا کہ یہی چادر قیومی ہے۔ آپ قیوم زمان ہو اور سارے اولیا کے امیر ہو۔ اور ملائکہ نے مبارک باد کہی۔ اور حضرت والد صاحب نے فرمایا یہی ولایت کی آخری منزل ہے۔

اس سے میں نے (حضرت خواجہ محمد عمر) سمجھ لیا کہ میری زندگی ختم ہونے والی ہے۔ پھر فرمایا کہ مولوی محمد عظیم تم میرے راز دار ہو۔ میں نے یہ راز اپنی اولاد کو بھی نہیں بتایا۔ اس پر مولوی محمد عظیم بہت روئے تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ دنیا اور آخرت میں میں آپ کے ساتھ ہوں۔ مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ خدا کی قسم جب بھی کوئی مشکل مجھے یا میرے اہل و عیال کو در پیش ہوتی ہے تو حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ تم خوش رہو، میں نے تمہاری یہ مشکل اللہ تعالیٰ سے معاف کرائی ہے تو مشکل حل ہو جاتی ہے۔ حضرت صاحب کی روح مبارک ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک رہے گی جیسا کہ آپ نے وعدہ فرمایا ہے۔

**خلفا:** آپ کے خلفا کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ان میں بڑی اہم اور باکمال شخصیتیں شامل ہیں۔ مگر اس کتاب کی محدود ضخامت کے پیش نظر ان کا ذکر کرنا ممکن نہیں۔

---

۱۔ سلسلہ حضرت چشموی بمع اضافہ از عبدالمجید، ص ۱ د۔

## ۲۷۸

# حضرت خواجہ معین الدین جان چشموی

آپ حضرت خواجہ عبدالحی جان کے بڑے بیٹے اور خلیفہ اول تھے۔ آپ کی ولادت با سعادت (۱۳۴۲ھ/۱۹۲۳ء) پر آپ کے جدّ امجد حضرت خواجہ محمد عمر نے تحریر فرمایا تھا[1] کہ فرزند جگر بند ارجمند کلاں آغا عبدالحی جان کے گھر میں ایک لڑکا باکمال تولد ہوا ہے۔ اس کا نام ہندوستان کے مشہور ولی خواجہ معین الدین اجمیری کے نام پر رکھا گیا ہے۔ ایک اور صاحب (غلام رسول ولد مولوی حان محمد) کا بیان ہے کہ میں نے ایک وقت خواب میں دیکھا کہ حضرت صاحب محمد عمر جان قدس سرہ اپنے دست مبارک سے خواجہ معین الدین جان کے سینۂ مبارک پر اسم ذات کا نقشہ لکھ رہے ہیں۔

ان حالات سے معلوم ہوا کہ آن کی ولایت وہبی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے انھیں بچپن ہی میں نوازا۔ انھیں فیض ولایت بظاہر اگرچہ ان کے والد ماجد حضرت خواجہ آغا عبدالحی جان سے ہوا مگر درحقیقت ان کے جد امجد سے ہوا ہے۔

حضرت امیر محمد[2] کے فرزند حاجی عبدالقیوم نے آپ سے متعلق دو خواب بیان کیے ہیں جو نہایت ایمان افروز ہیں :

"پہلا خواب آپ کے حینِ حیات میں ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء میں دیکھا کہ رات کا آخری حصہ ہے ایک بڑا شہر ہے اور اس میں ایک بڑی جامع مسجد

---

۱- مختصر سوانح حضرات نقشبندیہ مجددیہ مسمی بہ مقدمہ سلسلہ حضرت چشموی (اضافہ از غلام رسول) ص ۶۱ -

۲- مقصد تصوف یعنی ارشادالسالکین ، ص ۶ تا ۸ -

ہے جس میں اولیاء کا جم غفیر بیٹھا ہوا ہے ۔ حتیٰ کہ حضرت قبلہ کابی چشموی مدظلہ العالی (آن دنوں آپ بقید حیات تھے) بھی اس میں جلوہ افروز ہیں اور اس مجمع کے وسط میں حضور پر نور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں ۔ حضرت محترم آغا معین الدین جان قدس سرہ اس مجمع کو پانی پلا رہے ہیں ۔ اس دوران میں حضرت حضور صلعم نے فرمایا : یا معین الدین قدس پانی پلانا ۔ آپ نے ایک گلاس حضور صلعم کی خدمت اقدس میں پیش کیا ۔ وہ گلاس سب مجمع کو پلایا ۔ حتیٰ کہ آخر میں ایک گھونٹ احقر کو بھی عنایت فرمایا۔ خدا کی قسم پانی نہایت خوشبودار اور میٹھا تھا ۔

''اسی اثناء میں خواب سے بیدار ہوا ۔ تمام جسم پسینہ میں شرابور تھا ۔ اس خواب کے بعد تقریباً ایک ہفتہ تک میں سوتے میں ڈرتا تھا ۔ میں نے ایک عریضہ حضرت عبدالحی جان کی خدمت میں بھیجا اور اس خواب کا تذکرہ کیا ۔ آپ نے اپنے شفقت نامہ میں احقر کو مبارک باد لکھی تھی ۔ اس کے بعد احقر آرام سے سویا ۔ اس خواب کے بعد مجھے اندازہ ہوا کہ آغا معین الدین ایک ولی کامل اور باکمال انسان ہیں ۔''

دوسرا خواب یوں بیان کیا: ''تین اپریل ۱۹۶۵ء کی رات کو مدینہ منورہ میں خواب میں دیکھا کہ مسجد نبوی کے صحن میں جناب آغا معین الدین جان بیٹھے ہیں ۔ بہت سے حضرات ارد گرد بیٹھے ہیں ۔ آپ کی ریش مبارک نہایت سفید ہے ۔ چہرے پر نور برس رہا ہے ۔ جب میں نے جناب کو دیکھا تو ڈرتے ہوئے جناب کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر پوچھا ، حضرت آپ مدینہ شریف کب تشریف لائے ہیں ؟ فرمایا کہ میں یہاں ہوں ، حضرت صاحب قبلہ کابی چشموی مدظلہ العالی نے مجھے خلافت عنایت فرمائی ہے ۔ مدینہ منورہ میں میرے تقریباً پانچ ہزار مرید ہیں ۔ میں نے کہا کہ حضرت آپ کا ٹھکانا کہاں ہے تاکہ میں زیارت کرنے آؤں ۔ فرمایا میرا یہاں کوئی ٹھکانا نہیں ، میں یہاں مہمان ہوں ۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق ، حضرت سیدنا عمر فاروق ، حضرت سیدالشہدا امیر حمزہ ، حضرت سیدنا انس اور جنت

صحابہ کرام اجمعین کے اسمائے مبارک لیے - روتے ہوئے حضرت کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور نیند کھل گئی - تہجد کی نماز تک دوبارہ خواب نہیں آیا - اللہ کی قسم اب میرا یقین ہو گیا ہے کہ حضرت آغا معین الدین جان قدس سرہ ایک کامل ولی تھے -"

آپ ہمیشہ عبادات، ریاضات اور مجاہدات میں نہایت ادب و احترام کے ساتھ مشغول رہے - باری تعالیٰ نے انہیں ہمت عالی عنایت فرمائی تھی - خلوت و تنہائی کی خاطر الگ دواخانہ قائم کیا وہاں ذکر الٰہی اور صفائے باطن کی تحصیل میں مصروف رہتے تھے - ایک دفعہ مولوی غلام رسول آپ کے دواخانے میں حاضر ہوئے - فرمایا کہ دوا سازی اور حکمت کو ذکر و فکر کے لیے بہانہ بنا کر لوگوں سے الگ خلوت میں اللہ پاک کو یاد کر رہا ہوں - در اصل میرا مقصد حکمت اور دوا سازی نہیں -

آپ کا وصال ۱۶، ۱۷ ستمبر (۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء) کی درمیانی شب کو سول ہسپتال کوئٹہ میں پیٹ کے اپریشن سے ہوا -

## ۲۷۹

# حضرت مندو نیکہ

آپ پشتونوں کے مشہور قبیلہ 'مندو خیل' کے جدِ اعلیٰ ہیں - مندو خیل قبیلہ پنی قبیلے کی ایک مشہور شاخ ہے - آپ کی شہرت بحیثیت ولی اللہ کے ہے - آپ کا مزار فورٹ سنڈیمن (ضلع ژوب) سے ۳۵ میل کے فاصلے پر 'کاڑ داؤ' کے مقام پر ہے - 'کاڑ داؤ' کو وزیر باغ بھی کہا جاتا ہے - قبر پر دھرہ اور گنبد ہے - لوگ بڑی تعداد میں زیارت کے لیے آتے ہیں -

## ۲۸۰

# مانا نیکه

## ۲۸۱

# مانڑ کئی نیکه

مرکی گاؤں تحصیل هندو باغ میں مانڑ کئی نیکه کا مزار ہے - کرل قبیلے سے ہیں -

## ۲۸۲

# مائی خیرو

یہ بھاولانزئی قبیلے سے ہیں -

## ۲۸۳

# مائی سیدو

ھدانی قبیلے سے ہیں - نیسان میں مزار ہے - ھدانی ، لوہارانی شب برات مزار پر نذرانہ پیش کرتے ہیں -

## ۲۸۴

## مائی نترو

غزلی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں -

## ۲۸۵

## محبوب غازی

کوئٹہ ناچاری میں تازی کاریز کے کنارے دفن ہیں -

## ۲۸۶

## محمد دین آغا

آپ کا مزار قبرستان سالزئی گلستان میں ہے - آپ عنائت‌اللہ کاریز میں رہتے تھے - آپ کی ذات سالزئی سید ہے ، جوانی میں پاگل ہو گئے تھے - آپ کے والد محترم کا نام خان تما تھا -

## ۲۸۷

## محمد اللہ پیر

آپ کا مقبرہ بھاگ سے ۱۰ میل کے فاصلے پر ہے - دو صدی قبل پنجاب سے تشریف لائے تھے -

## ۲۸۸

## مرجان نیکه

مسلم باغ میں خیسارہ گاؤں میں مزار ہے ، کرل قبیلے سے ہیں ۔

## ۲۸۹

## مست گیلان

کوئٹہ میں تکمتو کے پہاڑ کے دامن میں سملی گاؤں میں دفن ہیں ۔ ایک ٹپہ ان کے بارے میں ملتا ہے ۔

تر مست گیلان لیونئی نشتہ
دشوراوک پہ پٹو ؑ حی ، سملئی غواړی

ترجمہ : مست گیلان سے زیادہ دیوانہ کوئی بھی نہیں ۔ وہ شوراوک کے کھیتوں میں گھومتے ہوئے سملئی ڈھونڈ رہا ہے ۔

## ۲۹۰

## ملا اولیا

ملازئی سنزر خیل کاکڑ ہیں ۔ ان کا مقبرہ برنائی میں کونوی گاؤں میں ہے ۔

## ۲۹۱

# ملا باران اخوند

تچلاغ ، کوئٹہ سے پندرہ میل کے فاصلے پر شمال کی جانب دفن ہیں ۔
خوستی سید قبیلے سے ہیں ۔

## ۲۹۲

# ملا جوگی نیکہ

بیضوّر کلی ، تحصیل بوری ضلع لورالائی میں دفن ہیں ۔ تارڑ قبیلے سے ان کا
تعلق ہے ۔

## ۲۹۳

# ملا رسول نیکہ

ان کا مزار کستان میں غزہ بندو تھانہ کے قریب پہاڑ کے دامن میں ہے ۔

## ۲۹۴

# ملا رسول آخوند

آپ کدے زئی سنزر خیل کاکڑ ہیں ۔ مقبرہ زنگیںوال گاؤں میں لورالائی
شہر سے ڈیڑھ میل شمال کی جانب ہے ۔

## ۲۹۵

## ملا ستار آخوند زادہ

آپ کا مقبرہ کلی چینہ علاقہ اوڑہ لئی تحصیل بوری ضلع لورالائی میں ہے۔ عبدالرحیم زئی سنزر خیل کاکڑ ہیں۔ دچینواخوند زادہ کے نام سے معروف ہیں۔

## ۲۹۶

## ملا مبین

علی زئی کاکڑ ہیں۔ شرن علی زئی گاؤں میں دفن ہیں جو لورالائی ڈیرہ غازی خان روڈ پر ۱۹ میل کے فاصلے پر ہے۔

## ۲۹۷

## ملا صدیق آخوند

تحصیل ہرنائی میں گوڈی غوژ کلی کے قریب دفن ہیں۔ آپ پیسی سید ہیں۔

## ۲۹۸

## ملا قدوس آغا

آپ پیچی سید ہیں۔ سرکالڑ تحصیل ہرنائی میں آپ کا مزار ہے۔

## ۲۹۹

## ملا مردان نیکه

آپ کاکڑ ہیں ۔ آپ کا مدفن درگئی گاؤں ، تحصیل بوری ، ضلع لورالائی میں ہے ۔

## ۳۵۵

## ملنگ صاحب

بوستان میں کلی مغوٹیان میں دفن ہیں ۔

## ۳۵۱

## منڈہ انا

آپ کا مزار سرانان پشین کے قریب نئی کلی میں ہے ۔ روایت ہے کہ آپ مغلیہ دور حکومت میں زندہ تھیں ۔

## ۳۵۲

## موج دین پیر

حضرت غوث بہاءالحق کے نسب کے سلسلے سے ہیں ۔ بھاگ میں مزار ہے ۔

۳۵۳

## موری نیکہ

مسلم باغ کے اطراف و اکناف میں کہیں دفن ہیں ۔

۳۵۴

## میر حسن گڑندی

گلستان میں کولک کے قریب پہاڑ کی چوٹی پر مزار ہے ۔

۳۵۵

## میر نیکہ

فورٹ سنڈیمن کے شیرانی قوم کے علاقہ مانی خواہ میں کڑم کے مقام پر دفن ہیں ۔

۳۵۶

## مانو نیکہ

آپ کا مزار شاہرگ تحصیل برنائی ضلع سبی میں ہے ۔ وادیٔ مانرا کے ولی ہیں ۔ کرامت کے ذریعے پانی کا چشمہ پیدا کیا ۔

۳۵۷

## میاں شادی نیکہ

آپ کواس تحصیل ہرنائی کے رہنے والے تھے ۔ روایت ہے کہ کواس کی پرانی بستی کو آپ نے تباہ کیا تھا جس کے کھنڈرات آج بھی موجود ہیں ۔

۳۵۸

## موسیٰ شیخ

شاہرگ سے ڈیڑھ میل کے فاصلے پر آپ کا مقبرہ ہے ۔ شاہرگ کی زمینوں کو سیراب کرنے والا چشمہ آپ کی کرامت سے پھوٹا تھا ۔

۳۵۹

## مالے ، اخوند صاحب

آپ کا مزار ضلع سبی کے سفی کے قریب ہے ۔

۳۱۵

## ملا عمر نیکہ

آپ عارف آل سید ہیں ۔ آپ کا مزار کلی عبدالحق ژوب میں ہے ۔

## ۳۱۱

## محمد نیکه

آپ کا تعلق مندو خیل قبیلے سے ہے - مزار ڈیرہ ضلع ژوب میں ہے -

## ۳۱۲

## موسم شیخ

آپ شادے زئی کدے زئی سنزر خیل کاکڑ قبیلے سے ہیں - اوریاگی گاؤں تحصیل بوری میں دفن ہیں -

## ۳۱۳

## ملغوزار نیکه

آپ کدے زئی سنزر خیل کاکڑ ہیں - دونوں درگئیوں کے درمیان آپ تحصیل بوری میں دفن ہیں - بعض لوگوں کے خیال کے مطابق یہ مستانہ پھلوان ہی کا دوسرا نام ہے -

## ۳۱۴

## محمد شریف خلیفه

آپ پشاور سے یہاں آئے تھے - لورالائی سے دو میل شمال کی جانب کلی اوریاگی میں آپ کا مزار ہے -

## ۳۱۵

## نانی کا مقبرہ

ہنگلاج جو دریائے ہنگول کے کناروں پر واقع ہے میں ایک زیارت گاہ ہے جس کے متعلق ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ وہ پاربتی یعنی کالی دیوی یا ماتا دیوی کا مزار ہے۔ مسلمان بھی اس کو صدیوں سے متبرک سمجھتے ہیں۔ دونوں مذاہب کے پیرو اس کی زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں۔ مسلمان اسے نانی کا مقبرہ کہتے ہیں۔

مشہور مورخ ڈچ کا خیال ہے کہ نانی کا تخیل دریائے فرات سے دریائے گنگا تک بہت مقبول رہا اور غالباً یہ تخیل کلدانیوں کے تخیل نانا سے لیا گیا ہے جو حضرت ابراہیم سے کم و بیش ایک ہزار سال پہلے کی قوم تھی (یعنی تین ہزار سال قبل مسیح)۔ (دیکھیں "بی‌بی نانی" اور "غائب پیر")

## ۳۱۶

## سید نور احمد شاہ بخاری

آپ کا مزار لورالائی چھاؤنی میں ہے اور سنگِ مزار پر یہ اشعار کندہ ہیں :

کرد تکمیل این خانقاه نورانی
شاه بخاری ولی یزدانی
شوق و سعی و بلیغ بہمت خود
پانزده نمبر ۱۵ رسالہ ملتانی
سیزده صد و پانزده سنہ بود
بست و پنجم جمادی‌الثانی

بڑے برگزیدہ بزرگ متصور ہوتے ہیں ۔ شعائرِ اسلام کے سخت پابند تھے ۔ حلال و حرام کی بہت زیادہ تمیز کرتے تھے ۔

۳۱۷

## نوگزین بابا

ان کا مزار کوئٹہ چھاؤنی میں ہے

۳۱۸

## نہال مہا کاوی

آپ کا مقبرہ علاقہ مری ، کاہان سے چھ میل کے فاصلے پر کنگی کے مقام پر ہے ۔

۳۱۹

## نور محمد سیّد

آپ کا مزار سنگان تحصیل سبی میں ہے ۔

## ۳۲۵

# حضرت خواجہ ولی بابا

آپ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں حضرت سید خواجہ قطب الدین محمد ساطان مودودی چشتی سے ، اٹھائیسویں پشت میں حضرت امام حسین رض سے اور انتیسویں پشت میں حضرت علی رض سے ملتا ہے ۔ آپ کو چشتی و مودودی کے لقب سے اس لیے یاد کیا جاتا ہے کہ آپ کی ولادت چشت (افغانستان) میں ہوئی ۔ آپ کے والد بزرگوار حضرت خواجہ فقیرالدین نے آپ کو تعلیم دلائی ۔ تحصیل علم کے بعد ہندوستان اور پھر وہاں سے کوئٹہ ، کوہ خواجہ عمران کے دامن میں کلی کران میں قیام پذیر ہوئے ۔ آپ نے یہاں کانسی قبیلے میں شادی کی ۔ آپ کا عرس ہر سال کلی کرانی میں شان و شوکت سے منایا جاتا ہے ۔ آس کے منتظمین سید عزت شاہ ، سید ظاہر شاہ اور سادات کلی کرانی ہوتے ہیں ۔ کرانی کے سادات آپ کی اولاد ہیں ۔ اب سے تقریباً چار سو سال پیشتر جب آپ کوئٹہ تشریف لائے تو اس وقت کانسی قوم کی خاصی آبادی کے علاوہ خانہ بدوشوں کے چند گھر تھے ۔ کوئٹہ کی حیثیت ایک گاؤں کی سی تھی اور یہاں کے لوگ جاہل اور مذہب سے نا آشنا تھے ۔ آپ نے سب سے پہلے یہاں تبلیغ دین کی ، آداب و اخلاق سکھانے اور لوگوں کی بھرپور خدمت کی ۔ آپ کی کوششوں سے مری ، لہڑی ، بروزئی ، براہوئی اور کرد قبائل کی دیرینہ باہمی عداوتیں ختم ہو گئیں ۔ آپ کی ولایت و کرامت کی خبر پورے شہر میں پھیل گئی اور لوگ دور دراز سے نذرانۂ عقیدت و ارادت لیے حاضر ہونے لگے ۔ اکثر لوگ آپ کی بابرکت ذات سے قربت کی خاطر وہیں آباد ہو گئے ۔

آپ کی بہت سی کرامتیں مشہور ہیں ۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص سے آپ کی ملاقات ہوئی ، وہ درحقیقت خود بھی ولی تھے ۔ آپ نے انھیں پہچان لیا ۔ ان کی خوب خاطر تواضع کی اور انھیں آئندہ کے لیے پھر مدعو کیا ۔ انھوں نے دعوت قبول کی اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد پھر آئے ۔ آن کے ساتھ

ایک بڑا سانپ بھی تھا ۔ آپ نے اسے ساتھ لانے کی ضرورت کا استفسار کیا تو بزرگ نے کہا کہ آپ میرے سانپ کی خوراک ہی کا پیٹ بھر انتظام نہیں کر سکتے ، مجھے کیا کھلائیں گے ۔ یہ ایک وقت میں دوٗ بیل کھا جاتا ہے ۔ خواجہ صاحب مسکرائے اور دونوں کے طعام کا انتظام فرمایا ۔ ایک کمرے میں سانپ کے ساتھ دونوں بیل بند کر دیے ۔ صبح جب دروازہ کھولا تو بیل سلامت کھڑے تھے اور سانپ غائب تھا ۔ بزرگ حیران تھے ۔ آپ نے انھیں تسلی دی ، بیل کے سینگ کو جھٹکا دیا تو سانپ زمین پر گر پڑا ۔ بعد میں اس بزرگ کی وصیت کے مطابق خواجہ ولی صاحب کی درگاہ میں اسے دفنایا گیا ۔

ایک دفعہ ایک قبیلے نے آپ کو آزمانے کے لیے آپ کو دعوت دی ، دوسرے کھانوں کی علاوہ ایک دیگچی الگ پکائی گئی تا کہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ آپ کو اس کا اندازہ ہوتا ہے یا نہیں ۔ نماز عشاء سے فارغ ہو کر آپ نے میزبان کو طلب فرمایا ۔ اور اس مخصوص دیگچی کو منگوایا ۔ یہ حکم سنتے ہی اس پر لرزہ طاری ہو گیا ۔ آپ نے اسے تسلی دی اور کہا کہ جاؤ دیگچی لے آؤ ۔ وہ جب دیگچی لے کر حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ گوشت گل چکا ہے یا نہیں؟ میزبان بولا کہ بالکل تیار ہے حضور— آپ نے ڈھکن اٹھایا تو اس میں زندہ بلی لیٹی ہوئی تھی ۔ سب لوگ یہ تماشا دیکھ کر ششدر رہ گئے اور میزبان اسی وقت آپ سے معافی کا خواستگار ہوا ۔

خواجہ ولی بابا کے وصال کے بعد جہاں آپ کی لاش کو غسل دیا گیا وہاں ایک باغ تھا جو باغ رسول بخش کہلاتا تھا ۔ وہاں جو پانی تھا وہ متعدد متعدی امراض کا علاج سمجھا جاتا تھا ۔

## ۳۲۱

# وچ نیکہ گان

لوگ آپ کو شہید سمجھتے ہیں ۔ لورالائی شہر سے ایک میل پر واقع گاؤں رودلین کے ملا خدر قبرستان میں آپ دفن ہیں ۔ جسم کی ہڈیاں اور ایک آدھ عضو کی خشک جلد دکھائی دیتی ہے ۔

## ۳۲۲

# ہفت ولی

سبی ڈویژن میں شوران سے شمال کی جانب قریباً آٹھ میل دور 'بھناری' کے مقام پر سات بزرگوں[1] (شاہ عمر ، ولی نعمت اللہ شاہ ، محمود شاہ (مقامی لوگ مہمیند کہتے ہیں) ، شاہ یوسف ، شاہ امین الدین ، شاہ واثر اور شاہ یوسف) کے مزار ہیں ۔ جنھیں عرف عام میں 'دربار ہفت ولی' کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔ ویسے شاہ عمر کا مقبرہ کیچ میں ہے اور شاہ واثر کا سندھ میں اور باقی حضرات یہاں 'ہفت ولی'[2] میں مدفون ہیں ۔ یہ مزار قبہ کی شکل میں پہاڑیوں پر درختوں کے جھنڈ میں تعمیر کیے گئے ہیں ۔

---

۱۔ 'بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹیئر' جلد ششم الف ، کچھی ، بمبئی ۔ ۱۹۰۷ ص ۵۶ ۔ ہفت ولی ، عبدالرحمان براہوئی ، آئینہ لاہور ، اگست ۱۹۶۷ صفحات ۱۳ تا ۲۵ ۔

۲۔ ذکید سردارخان (سر مست بلوچستان ۔ کوئٹہ ۱۹۶۵ء صفحات ۳۲) لکھتی ہیں ''شوران کے قریب قدیم زمانے کے سات بزرگوں کی ایک جگہ قبریں ہیں ۔ ان کو ہفت ولی کہتے ہیں ۔ غالباً یہ سات بزرگان دین ان عرب غازیان اسلام میں سے ہوں گے جنھوں نے اس علاقے کو آج سے ۱۳۵۰ برس قبل فتح کیا تھا ۔ آپ (طوق علی مست) ان کی زیارت کے لیے گئے اورواپس شوران آگئے ۔''

حضرت ولی نعمت اللہ شاہ کی اولاد کھیری کہلاتی ہے ۔ جسے احترام کی نظر سے دیکھا جاتاہے ۔ کھیری کہلانے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ آپ ایک جنگلی درخت پر جو مقامی بولی میں کھیر کہلاتا ہے سوار ہوئے اور درخت آپ کو گھوڑے کی مانند اٹھا کر روانہ ہوا ۔ اس روز کے بعد کھیر کی نسبت سے آپ کی اولاد کھیری کے نام سے پکاری جانے لگی ۔

مقامی روایات کے مطابق جب حضرت امام حسین شہید ہوئے تو یزیدی افواج نے بلوچوں کو اس لیے ملک بدر کر دیا کہ انھوں نے حضرت امام حسین کا ساتھ دیا تھا ۔ یہ لوگ ہجرت کرکے مکران آئے ۔ پھر حضرت ولی‌اللہ شاہ چند دیگر بلوچوں کی معیت میں ہجرت کرکے موجودہ مقام پر پہنچے جہاں ان کا مزار ہے ۔ یہاں آپ نے ایک خطہ ایک اونٹ دے کر خرید لیا ۔ اونٹ کو مقامی بولی میں چھتر کہتے ہیں ۔ اس لیے یہ علاقہ چھتر مشہور ہوا اور آج کل اسی نام سے مشہور ہے ۔ دربار ہفت ولی کی زیارت کے لیے لوگ دور و نزدیک سے آتے ہیں ۔ وہ عام طور پر اونٹوں اور دوسرے بار برداری کے جانوروں پر سفر کرکے پہنچتے ہیں ۔ سال میں ایک بار عرس بھی ہوتا ہے ۔

ان صوفیائے کرام نے اس خطے میں دین اسلام پھیلانے میں گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں ۔ مگر ان کی تفصیلات معلوم نہیں صرف چند کرامات لوگوں میں مشہور ہیں ۔

'دربار ہفت ولی' کے قرب و جوار میں کسی شخص کو چارپائی پر سونے کی اجازت نہیں ۔ اس لیے لوگ زمین پر سوتے ہیں ۔ ایک مرتبہ لیفٹنٹ کرنل سر آرمن ڈیو جو ۱۹۱۹ء سے ۱۹۲۳ء تک بلوچستان میں اے ۔ جی ۔ جی[۱] رہ چکا ہے ، اس علاقے کے دورے پر گیا ۔ رات کو چارپائی پر سونے لگا تو لوگوں نے منع کیا اور بتایا کہ یہاں کوئی شخص چارپائی پر نہیں سو سکتا ۔ تعلیم یافتہ شخص کو اس بات کا یقین کیسے آتا اور وہ بھی اے ۔ جی ۔ جی کے

---

۱ ۔ ایجنٹ ٹو دی گورنر جنرل ۔

منصب دار کہنے لگا "ہم لاٹ صاحب ہے ہم ضرور چارپائی پر سوتا ہے۔ ہم کو کچھ نہیں ہوتا۔" آدھی رات کے قریب اس نے دربار سے متعلقہ فقیر کو بلایا اور کہا کہ تمھارے پیروں کی طاقت کا قائل ہو گیا ہوں۔ انھوں نے اب تیسری بار مجھے چارپائی سے نیچے گرا دیا ہے۔ ہر دفعہ چارپائی الٹی ہو جاتی تھی۔ اور میں اس کے نیچے ہوتا تھا۔ پہلے میرا گمان تھا کہ تم میں سے کوئی شرارت کرتا ہے۔ اب اچھی طرح دیکھا تو پتہ چلا کہ کسی کی شرارت نہیں ہے۔ بلکہ چارپائی خود بخود الٹ جاتی ہے۔ سر آرمن ڈیو نے دربار کے لیے کچھ رقم بھی دی۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سندھ کا ایک وڈیرا عرس میں شریک ہونے کے لیے آیا۔ وہ دربار کے عقیدت مندوں میں سے تھا۔ جو فقیر دربار سے متعلق تھے ان میں سے ایک کی نیت میں فتور آگیا۔ اس نے چوروں سے کہا کہ ایک ثروت‌مند وڈیرا آ رہا ہے اس کے پاس اچھے اچھے گھوڑے اور بہت سا مال و متاع ہے، رات کو آجانا اور اسے چرا لینا۔ فروخت کرنے کے بعد تھوڑا سا حصہ مجھے بھی دے دینا۔ یہ بات چوروں کے دل لگی۔ وہ رات کو آئے اور وڈیرے کو گہری نیند میں پا کر اس کا کچھ سامان اور ایک دو گھوڑے لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ وہ ابھی اسی مقام پر تھے جہاں سے وہ لوگ چلے تھے۔ صبح ہونے تک وہ اسی چکر میں رہے۔ آخر تھک ہار کر اپنے فعل پر نادم ہوئے اور 'دربار ہفت ولی' میں پہنچ کو معذرت خواہ ہوئے۔

ایک بار ایک ہندو لڑکے کی شادی ہوئی۔ وہ درحقیقت شادی کے قابل نہ تھا۔ آیور ویدک اور یونانی علاج کے علاوہ منتر وغیرہ کو بھی آزمایا مگر اس کا مرض رفع نہ ہوا۔ ہر طرف سے نا امید ہو کر اس کا باپ 'دربار ہفت ولی' میں حاضر ہوا۔ دعا کی۔ منکر اسلام کی دلی مراد بر آئی۔ لڑکا صحت یاب ہو گیا اور اس نے پانچ ہزار روپے کی مالیت کا ایک سونے کا تاج بنوا کر دربار میں بھجوا دیا۔

## ۳۲۳

# ملک یار غرشین

ایک قیاس کے مطابق آپ فورٹ سنڈیمن سے مغربی قطاب کی جانب ۸۰۰۰ فٹ اونچے پہاڑ غرشین میں رہتے تھے جہاں اب بھی حریف آل ، عارف آل، یا ہری پال سادات رہتے ہیں ۔ دوسری روایت کے مطابق آپ پشین یا راڑہ شم کے غرشین سید تھے جو سڑبن کی شاخ ہے ۔ پشتون مورخین نے آپ کو ولی اللہ کہا ہے ۔ آپ شیخ اسماعیل سڑبنی کے مزار پر ہمیشہ مصروفِ عبادت رہتے ۔ ۵۷۱ھ/۱۱۷۵ء میں جب سلطان شہاب الدین غوری نے پہلی بار ملتان پر حملہ کیا تو آپ بقید حیات تھے ۔ وہاں سے آپ دہلی تشریف لے گئے اور وہیں وفات پائی ۔ خان جہاں لودھی نے لکھا ہے کہ آپ کا انتقال ملتان ہی میں ہوا تھا ۔

ملک یار غرشین ایک مسلمان سپاہی کی حیثیت سے اسلام کے عظیم خادم تھے، ان کا مقصدِ حیات لوگوں تک اسلام کا مقدس پیغام پہنچانا تھا ۔ انھوں نے فتح دہلی کی جنگ میں شہاب الدین محمد شاہ غوری کا ساتھ دیا اور آن کی رجزیہ نظم نے سپاہیوں میں تازہ جوش اور ولولہ پیدا کر دیا ۔

نظم کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو :

۱۔ خدا ہمارے ساتھ ہے ۔ ابھی ہماری لڑائی ہے ۔ وہاں دوسروں کا ہے ۔ غازیو دیکھو ۔ خدا ہمارے ساتھ ہے ۔

۲۔ اندھیر محیط کردو ۔ دشمن کو کاٹ ڈالو ۔ اپنے ہاتھ خون سے رنگ لو ۔ ہم کیوں بھاگیں گے کہ خدا ہمارے ساتھ ہے ۔

۳۔ اگر حوصلہ برقرار رکھیں تو فتح ہماری ہوگی کہ ہم شیر ہیں ۔ اسلام اور خدا ہمارے ساتھ ہے ۔

۴۔ غازیو آؤ ۔ گھیرا ڈال دو ۔ اور شہاب الدین غوری کا ساتھ دو۔ دشمن کو ناکارہ کردو ۔ خدا ہمارے ساتھ ہے ۔

آپ ایک با عزم مسلمان اور عظیم جرنیل اور وطن دوست قائد تھے۔ اور دین اسلام کی محبت سے سرشار رہتے تھے۔

## ۳۲۴

# سید یوسف شاہ غازی

آپ کا سلسلۂ نسب بارھویں پشت میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی سے جا ملتا ہے۔ آپ کے ایک بزرگ حضرت خواجہ پیر مہر علی شاہ تبلیغ اور اشاعتِ اسلام کی غرض سے صوبہ سرحد آئے۔ بعد میں اس مشن کو سید خواجہ پیر بزرگ شاہ نے جاری رکھا۔ جو سید یوسف شاہ غازی کے والد تھے۔

پیر سید بزرگ شاہ اپنے وقت کے جلیل القدر با شرع مجذوب تھے۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ نعرۂ اللہ ھُو سے بڑے بڑے تالے کھول دیتے تھے حتیٰ کہ ان کے نعرے سے دلوں پر پڑے ہوئے تالے بھی چشم زدن میں کھل جاتے تھے۔ ان کی تعلیمات سے لوگ دین برحق کی طرف رجوع کرنے لگے اور راہ راست پر آئے۔

سید یوسف شاہ ستائیسویں رمضان المبارک کو بلہ شریف (صوبہ سرحد) میں پیدا ہوئے۔ ابھی ایک ہی سال کے تھے کہ والدین کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ بچپن ہی میں حضرت شاہ سلطان پور شریف سے ظاہری و باطنی علوم کا فیض حاصل کیا۔ خداداد ذہانت و قابلیت سے آپ نے بہت تھوڑے وقت میں عملی زندگی کے آغاز کے لیے تحصیلِ استناد کی۔ ۱۹۳۰ء میں توغی روڈ کوئٹہ آئے۔ ۱۹۳۶ء میں جیل روڈ بدہ کی غیر آباد فضا میں ایک جھونپڑی بنائی اور اس میں ریاضت کرتے رہے۔ بڑے حلیم، سادہ مزاج اور ہنس مکھ تھے۔ آپ کی ولایت کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا۔ ۲۷ اپریل ۱۹۵۲ء کو وفات پائی۔ بُدے ہی میں آپ کا مزار ہے۔

آپ کی وفات کے بعد آپ کے بڑے بھائی پیر مسکین شاہ سجادہ نشین ہوئے مگر ۱۷ اپریل ۱۹۶۳ء کو وہ بھی مرزا ضلع کیمبل پور میں وفات پا گئے۔

ان کے بعد یوسف شاہ غازی کے صاحبزادے شہزادہ پیر سید نور نبی شاہ نے سجادہ نشینی سنبھالی ۔ اور آج تک وہی مسند نشین ہیں ۔ یوسف شاہ غازی کے دو اور بیٹے بھی ہیں حبیب سلطان شاہ اور سید مرتضیٰ شاہ ۔

یوسف شاہ غازی کے اقوال و ارشادات میں دین برحق کی تعلیمات کا خلاصہ ملتا ہے ۔ وہ تزکیۂ نفس پر زور دیتے تھے ۔ دنیا کو آخرت کی کھیتی کہتے تھے اور انسانی وجود کو اس کائنات میں اسیر زندان سے تشبیہ دیتے تھے ۔ وہ کہا کرتے تھے کہ نبی لازماً ولی ہوتے ہیں مگر ولی نبی نہیں ہو سکتا ۔ نبی کی شان معجزات پر نہیں بلکہ تقدس اور عصمت پر ہے ۔ تذلیل نفس کمال مجاہدہ و عبادات ہے ۔ سکون و تحمل زاہد و مجاہد کے لیے ہے۔ وہی قرب خداوندی کا مستحق ہے جس پر عنایت خداوند قدوس ہو ۔ جو خلافت ولایت کے قائل نہیں ان کا قول معتبر نہیں ۔ تصوف و خلافت کی بنیاد ولایت اور اس کے اثبات پر ہے ۔ انسان میں نفس امارہ مکار اور ذلیل دشمن کی طرح ہے ۔ جس طرح چمڑے کو جب تک رنگا نہ جائے وہ پاک نہیں ہو سکتا اسی طرح نفس بھی تزکیہ کے بغیر پاک نہیں ہو سکتا ۔ عارف عالم بھی ہو سکتا ہے مگر عالم عارف نہیں ۔ محبت ایک ایسی کیفیت ہے جو سراسر عطیۂ الٰہی ہے ۔ ولی اور درویش قابل احترام ہیں ۔ بلند مقام اس کا ہے جو سربسجود ہو کر رضائے الٰہی کی تحصیل کرنے ۔ آپ شریعت اور طریقت دونوں کے قائل تھے ۔ توحید و رسالت پر مدلل گفتگو کرتے تھے ۔ سننے والے مسحور ہو جاتے اور ہم نشین ترکِ گناہ پر مجبور ہو جاتے ۔

آپ نے ولایت کی تحصیل کے لیے توغی روڈ کی عید گاہ کے پاس والے تالاب میں سخت سردیوں میں چلہ کشی کی ۔ جس کا پتا ان کے چچا زاد بھائی سید انور شاہ کو اس وقت چلا جب وہ اپنے بستر پر نہیں تھے ۔ بعد میں مسلسل تین سال تک وہ کوہ مردار کے دامن میں چلہ کشی کرتے رہے ۔ ان کی کرامتوں کے بارے میں بھی چند ایک روایات ملتی ہیں ۔ کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنی جھونپڑی پر ایک جھنڈا گاڑا تھا ۔ ایک بار ایک سفید ریش بزرگ آئے انھوں نے جھنڈا اکھاڑنے کا ارادہ کیا ۔ ان کے مرید سائیں گلاب نے انھیں حضرت غازی کی خدمت میں پیش کیا ۔ آپ نے آنے کا سبب

پوچھا تو اس بزرگ نے کہا کہ میں اِس علاقے کا ابدال ہوں اور جھنڈا اتارنے کی غرض سے آیا ہوں۔ یوسف غازی نے مسکرا کر اس کی اجازت دے دی۔ جونہی نووارد بزرگ نے جھنڈے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا وہ زمین میں دھنسنا شروع ہو گیا۔ حضرت نے اپنے خادم سے کہا کہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر زمین سے باہر نکالو۔ خادم سائیں گلاب نے جواباً عرض کیا کہ انھیں زمین کھود کر نکالنا پڑے گا۔ آپ نے برجستہ فرمایا کہ انہیں زمین کھود کر تو نہیں گاڑا گیا تھا۔ نعرۂ اللہ ھو سے انھیں زمین سے نکال دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ بزرگ نے قدم بوسی کی، معافی کا خواستگار ہوا، بیعت کرکے غزنی چلا گیا۔ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ وہ کوہِ مردار کے ایک غار میں بہت عرصے تک قیام پذیر رہا۔

## ۳۲۵

## حضرت خواجہ یحییٰ کبیر غرغشی[1]

آپ کوہ سلیمان کے مضافات میں شہر علی کے مقام پر ۷۰۷ھ/۱۳۰۷ء کے اوائل میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام خواجہ الیاس تھا[2]۔ دادا کا نام محمد بختیار اور پردادا کا نام ابی سعید اسحاق تھا۔ آپ غرغشت قبیلے سے تھے جو علاقہ شیرانی (وادی ژوب) میں آباد ہے۔ بچپن ہی میں ولایت کے آثار آپ میں موجود تھے۔ رمضان کے روزے رکھتے تھے اور دوسرے بچوں کی طرح کھیل کود میں تضیع اوقات نہ کرتے تھے۔ ابھی جوانی کی سرحد کو چھوا ہی تھا کہ دینی علوم کی تکمیل کرلی۔ جوانی میں معنوی اور روحانی فضیلتوں کے کمال تک رسائی حاصل کرلی تھی اور کسی کامل مرشد سے بیعت کے آرزو مند تھے۔ ایک روایت کے مطابق ابھی یہ ارادہ کیا تھا کہ خواب میں سردار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نصیب ہوا۔ جس میں آنھوں نے ارشاد فرمایا کہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الدین حسین

---

۱۔ مقالہ حضرت خواجہ یحییٰ کبیر مؤلفہ عبدالحلیم اثر افغانی مطبوعہ اولس ٹونٹہ ماہ اپریل ۱۹۶۷ء مشتمل بہ صفحات ۱۷ تا ۲۳ (تلخیص و ترجمہ)۔

۲۔ شیخ اتو شوریانی۔ سند عبدالحلیم اثر افغانی۔ اباسین پشتو کراچی جولائی ۱۹۷۱ء، ص ۱۳۔

اُوچ شریف بہاولپور آپ کے مرشد ہیں ، اُن سے بیعت کر لیں ۔ صبح اُٹھے تو عازم سفر ہونا چاہتے تھے کہ اتفاق سے حضرت مخدوم جہانیاں ایران اور سیستان کے سفر سے واپسی پر شہر علی پہنچے ۔ حضرت خواجہ یحییٰ کبیر کو خبر پہنچی تو بے اختیار اُن سے ملنے چل پڑے ۔ کہتے ہیں کہ اسی لمحے ہاتف غیبی نے مخدوم سے کہا کہ جا استقبال کر ، تیری ملاقات کے لیے ، خداوند جلیل و برتر کا ایک برگزیدہ ، کوہِ سلیمان کا غرغشت سید آ رہا ہے ۔ تیرے ذمے اُس کی تربیت ہے ۔ حضرت مخدوم مسجد سے باہر نکلے ، انھیں گلے لگایا اور بہت مہربانی سے پیش آئے ۔ یہ ۷۴۹ھ/۱۳۴۸ء کا تاریخی واقعہ ہے ۔ ۷۸۸ھ/۱۳۸۶ء تک مسلسل چالیس سال حضرت خواجہ یحییٰ کبیر حضرت مخدوم کے ہمراہ رہے ۔ ۷۷۰ھ میں حج کیا ۔ اس کے علاوہ اُن کی معیت میں اُنھوں نے تبلیغ و اشاعت اسلام کی خاطر خراسان ، بلخ ، بخارا ، سمرقند ، عراق ، عرب ، عراق عجم ، شام اور حجاز وغیرہ کی سیاحت کی ۔ ایران ، ہند و پاک اور پشتون علاقوں کا دورہ اُنھوں نے خصوصی طور پر کیا ، جس میں اُنھوں نے طریقت ، شریعت اور معرفت کی تعلیم و تلقین کی ۔ کئی نیک لوگ اُن کے مرید ہوئے اور ولایت کے مرتبے تک پہنچے ۔ حضرت مخدوم کی وفات (۷۸۸ھ) کے بعد بھی حضرت یحییٰ کبیر چھیالیس سال تک دین کی اشاعت میں سرگرم رہے ۔ چشتیہ سہروردیہ ملک کے تذکرہ نویسوں کے مطابق آپ کے مریدوں اور خلفا کی تعداد ایک لاکھ تین سو ساٹھ تھی ۔

آپ کے دو فرزند حضرت شیخ صدرالدین اور حضرت خواجہ معروف تھے ۔ خواجہ معروف کے نام سے پشاور میں ایک محلہ شیخ الاسلام منسوب ہے اور اسی محلے میں مسجد جامع خواجہ معروف بھی ہے ، جس میں حضرت اخوند درویزہ ، حضرت سید عبداللطیف پری امام سہروردی ، حضرت پیر سدو ، حضرت شاہ معصوم ، حضرت شیخ جنید پشاوری قادری اور حضرت میاں محمد عمر نقشبندی نے قیام و اعتکاف کیا ہے ۔ آپ کابل شہر میں شیخ الاسلام اور صدرالصدور بھی رہے ۔ آپ کا مزار پشاور میں سیٹھی قبرستان میں ہے جو شہر کے جنوب مشرق میں واقع ہے ۔

آپ نے ایک سو ستائیس سال کی عمر میں ۲ صفرالمظفر ۸۳۳ھ/۰ نومبر ۱۴۳۰ء کو اس جہان فانی سے کوچ کیا ۔

## ۳۲۶

## یاسین نیکه

شیرزئی حمزہ زئی سنزرخیل کاکڑ ہیں۔ آپ کا مزار میختر میں لورالائی سے ۵۰ میل کے فاصلے پر ہے۔

# اضافات

صفحہ ۲۲ سطر ۲۳ ''سرہ العزیز'' کے بعد

المتوفی ۶۱۷ھ/۱۲۲۰ء

---

صفحہ ۲۶ سطر ۲۱ کے بعد

سلسلہ قادریہ کے میاں میر لاہوری (المتوفی ۱۰۴۵ھ/۱۶۳۵ء) کی ولادت سیوستان میں ہوئی۔ ان کی بہن بی‌بی جمال خاتون نے جو عارفہ تھیں تمام عمر سیوستان میں اپنے آبائی گھر میں بسر کی۔

---

صفحہ ۳۳ بذیل ''آخوند پیر''

آپ بارکھان (ضلع لورالائی) میں بابا اخوند کے نام سے مشہور ہیں۔ بارکھان شہر کے شمال مغرب میں ایک قبرستان ہے جو ڈاڈا اخوند قبرستان کے نام سے معروف ہے وہیں ہیبت خان المعروف ڈاڈا اخوند کا مزار ہے۔ ۱۹۸۰ء میں حسنی قبیلہ کی کوشش سے بابا اخوند کے مزار پر ایک چھوٹا سا خوبصورت گنبد تعمیر ہوا ہے۔ اس قبرستان کے شمال میں عید گاہ ہے۔ مشرق و مغرب میں برساتی نالے ہیں اور یہ دونوں نالے قبرستان کے جنوب مغرب میں مل جاتے ہیں۔ یوں یہ قبرستان تین اطراف سے برساتی نالوں کی زد میں ہے۔ موسم برسات میں ان میں بہت تیز اور وافر مقدار میں پانی آتا ہے۔ جس سے ہر سال اس قبرستان کا کچھ حصہ پانی کے ساتھ بہہ جاتا ہے۔ اس قبرستان کی حفاظت کے لیے یا تو برساتی نالوں کے کناروں کو پختہ کیا جائے یا پھر پانی کا رخ موڑنے کے لیے بند تعمیر کیا جانا چاہیے۔

آپ کا تعلق حسنی قبیلہ سے تھا ۔ بارکھان شہر کے غرب میں ہن ندی کے پار حسنی قبیلہ کے ڈیڑھ سو سالہ قدیم کھنڈرات نظر آتے ہیں ۔ کھنڈرات کے گرد قدیم قلعہ کے آثار بھی موجود ہیں ۔ قلعہ کی حدود میں حسنیوں کے مکانوں کی ترتیب کا بھی پتہ چلتا ہے ۔ ڈیڑھ سو سال قبل مری اور کھیتران قبائل نے حسنی قبیلہ پر یورش کر دی تھی۔ جس کے باعث حسنی بارکھان چھوڑ کر چلے گئے اور اُن میں سے بیشتر اب رڑکن کے مقام پر آباد ہیں ۔

بابا اخوند کا مزار جس قبرستان میں واقع ہے وہ تقریباً بارہ ایکڑ پر پھیلا ہوا ہے ۔

---

صفحہ ۳۸ سطر ۴ ''آپ کے...غیر مسلم تھا'' کے بجائے

چاغی کی موجودہ تحصیل دالبندین کی حدود سے لےکر سیستان تک سجادین (جو اصل میں آتش پرست تھا) نامی حکمران کی عملداری تھی ۔ اُس کا صدر مقام سبز وار تھا ۔ لیکن اُس نے اپنے لیے ایک محل اور قلعہ چاغی نامی قصبہ سے کچھ فاصلے پر واقع گاؤں پرگیابان نامی میں بنا رکھا تھا جس کے کھنڈرات اب بھی موجود ہیں ۔

---

صفحہ ۹۳ سطر ۳ ''اور ظلم و ستم سے .. نوشکی میں ہے'' کے بجائے

حضرت بلانوش نے اپنی روحانی کرامات سے سجادین کو شکست دے کر علاقے کے عوام کو اُس کے ظلم و تشدد سے نجات دلائی ۔ اور اس علاقے پر حکمرانی کی ۔ آپ حاکم قندھار کو خراج دیتے تھے ۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان پر تغلق خاندان برسر اقتدار تھا ۔

آپ کا مزار چاغی قصبہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر شمال مغرب میں افغان بارڈر کے قریب واقع ہے ۔ یہ ایک پہاڑی مقام ہے ۔ جہاں سارا سال عقیدت مندوں اور زائرین کا مجمع رہتا ہے ۔

---

صفحہ ۷۰ نمبر ۶۶ ا

# پیر تقی شاہ

بھاگ (ضلع کچھی) سے ۸ کلومیٹر کے فاصلے پر آپ کا مزار ہے ۔ یہ یہاں کے سادات خاندان کے مورث اعلیٰ اور خدا رسیدہ بزرگ تھے ۔ یہ علاقہ پہلے خوب آباد تھے مگر اب دریائے ناڑی کے رخ بدلنے پر غیر آباد ہے ۔ تاہم سجادہ نشین یہیں رہتے ہیں ان کے خاندان کے چند افراد بھاگ میں بھی مقیم ہیں ۔

---

صفحہ ۹۷ نمبر ۱۰۳ ا

# خواجہ خاموش

آپ کا اصل نام نورالحق تھا ۔ عادات کی وجہ سے ملا خاموش یا خواجہ خاموش کہلائے ۔ ہرات افغانستان سے آ کر مستونگ میں مقیم ہوئے ۔ آپ افغان ہیں ۔ آپ جامع مسجد کے ایک حجرہ میں متکف اور ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے تھے ۔ کبھی کبھار تھوڑی بہت چہل قدمی بھی فرما لیتے تھے ۔ نماز کے وقت حجرہ سے نکل کر نماز میں شامل ہو جایا کرتے تھے ۔ مولوی شمس الدین مرحوم اور مولوی ولی محمد مرحوم ان کے خاص معتقدین میں سے تھے ۔ زیادہ تر انہی سے کچھ دیر مجلس اور گفتگو فرمایا کرتے تھے ۔ ولی محمد مرحوم ان کی بہت خدمت کیا کرتا تھا ۔ وہ ہر روز رات کو کھانا پکا کر لے جاتا اور صبح جب برتن لینے جاتا تو وہاں اور عمدہ پکی ہوئی خوراک موجود ہوتی ۔ واللہ اعلم یہ خوراک کون پکا کر لاتا تھا ؟ وہ یہ خوراک اٹھا کر لے جاتا ۔ خود بھی کھاتا اور دوستوں میں بھی تقسیم کرتا ۔ مولوی ولی محمد مرحوم کا کہنا ہے کہ وہ فنا فی الرسول کے درجہ کے ولی تھے ۔ ہر وقت ذکر و عبادت کے ساتھ درود شریف کا ورد رہتا تھا ۔ قاضی عبدالعزیز کا کہنا ہے کہ آپ ۱۹۳۵ء کے زلزلہ کے بعد مستونگ میں محلہ زرخیلان میں مقیم ہو گئے تھے اور ان کی وفات ۱۹۴۷ء میں اسی محلہ میں ہوئی اور مدفن شیخ تقی علیہ رحمت کے مزار کے قریب باہر ہے ۔

---

صفحہ ۱۰۱ نمبر ۱۰۸ ا

# حضرت سید دُر جمال بخاری

آپ پشین (ضلع پشین) کے بخاری سادات کے جداعلیٰ ہیں مشہور تاریخی کتابوں جیسے "مخزن افغانی" اور "خورشید جہان" وغیرہ میں ذکر ملتا ہے کہ پشین میں ایک نیک شخص ہارون ترین رہتا تھا ۔ اس کی بیوی بڑی نیک خاتون تھی ۔ ہارون نے ایک بکری پالی ہوئی تھی ۔ ہارون کو شکار کا بڑا شوق تھا ۔ جس کا گوشت کھا کر گزارہ کرتے تھے ۔ ہارون شکار کھیلنے کے لیے صبح گھر سے نکلتا اور شام کو واپس لوٹتا ۔

ایک دن ہارون ترین حسب معمول شکار کے لیے گیا ہوا تھا کہ پیچھے گھر میں مہمان آ گئے ۔ جو چار بھائی سید دُر جمال ، سید دُر بلال ، سید دُر کمال اور سید دُر جلال تھے ۔ ہارون ترین کی نیک سیرت بیوی نے ان مہمانوں کی خاطر مدارات کے لیے وہ بکری ذبح کر دی جو ان کے گزارے کا ایک ذریعہ تھی ۔ کیونکہ گھر میں شکار کا گوشت نہیں تھا ۔ اس طرح اس نیک خاتون نے مہمانوں کو کھانا کھلایا ۔

شام کو ہارون ترین گھر لوٹا تو مہمانوں کو دیکھ کر خوش ہوا ۔ انھوں نے مہمان نوازی کی تعریف کی ۔ ہارون ترین نے ان چار بھائیوں کو کچھ مزید وقت کے لیے اپنے پاس ٹھہرنے کو کہا ۔ جسے انھوں نے قبول کر لیا ۔ کچھ عرصہ بعد ہارون ترین نے اپنی بیٹی کی شادی سید دُر جمال سے کروا دی ۔

سید دُر جمال کی اولاد پشین کے بخاری سادات ہیں ۔ جن میں مشہور قبیلے یہ ہیں : شادی زئی ، اسماعیل زئی ، درمزئی ، کانگزئی ، یاسین زئی وغیرہ ۔

صوبہ سرحد کے قطب الاقطاب حضرت شیخ رحمکار عرف کاکا صاحب کا تعلق پشین کے بخاری سادات سے ہے ۔ شیخ رحمکار (رحم کرنے والا) کاکا (چچا ۔ اصطلاحی طور پر بزرگوں اور عالموں کے لیے استعمال ہوتا ہے) صاحب کا اصل نام کستیر گل (۹۸۳ھ—۱۰۶۳ھ/۱۵۷۵ء—۱۶۵۲ء) تھا ۔

کلی احمدون (جسے "امندون" بھی کہا جاتا ہے) کے احمدونی سادات کا تعلق بھی ان بخاری سادات سے ہے جو احمدون میں رہتے ہیں ۔

---

صفحہ ۱۲۹ سطر ٦ ''آپ اس کے... درج ہے)'' کے بجائے

نونت کے اس جواب سے سلطان کے ہوش اڑ گئے ۔ اس کو تو کچھ دے دلا کر اسی وقت آزاد کر دیا ۔ لیکن خود بھر فکر میں ایسے کھوئے کہ صبح ہو گئی ۔ خادم نے شکار کے لیے شبدیز پیش کیا ۔ سلطان غم غلط کرنے کے لیے گھوڑے پر سوار ہو شکار کو نکلا ۔ امرا اور مصاحبین جلو میں تھے ۔ انہوں نے دل بہلانے کی ہزار کوشش کی ۔ مگر نونت کی بات دل سے نہ نکلی ۔ ادھر ادھر گھوڑے دوڑاتے رہے ۔ اسی اثنا میں ایک ہرن سلطان کے سامنے سے نکل کر بھاگا ۔ سلطان نے نیزہ اور کمان سنبھال گھوڑے کو ایسی ایڑ لگائی کہ ہوا ہو گیا اور امرا و مصاحبین جو ہمرکاب تھے پیچھے رہ گئے ۔ آپ ہرن پر تیر چھوڑنے والے ہی تھے کہ وہ ایک قبر کے سوراخ میں گھس گیا ۔ سلطان کو تعجب ہوا کہ خلاف معمول ہرن زمین کے سوراخ میں کیوں گھسا ۔ جست لگا کر گھوڑے سے اترے ۔ غار میں جھانک کر دیکھا تو وہاں اور نظارہ دکھائی دیا ۔ ایک تازہ لاش پڑی تھی ۔ جسے مینڈک کی شکل و صورت کا بچھو جگہ جگہ سے ڈستا پھرتا تھا ۔ آپ نے رحم کھا کر کمان سے بچھو کو پرے ہٹا دیا لیکن مڑ کر دیکھا تو بچھو پھر وہیں موجود تھا ۔ تین بار آپ نے اسے ہٹایا مگر پھر وہ آ موجود ہوا ۔ آپ سمجھ گئے کہ یہ بچھو نہیں کوئی فرشتہ ہے جو اس میت پر عذاب کے لیے مقرر ہے ۔ آپ نے قبر کے سوراخ کو بند کر دیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر پاس کے گاؤں میں پہنچے اور قبر کے بارے میں پتہ چلا کہ اس گاؤں کے رئیس کی ہے ۔

رئیس کا لفظ سن کر دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا ۔ چنانچہ آپ نے سلطنت چھوڑ کر زہد و ورع کی طرف رخ کیا ۔

---

صفحہ ۱۴۳ نمبر ۱۵۰ الف

# سائیں سکندر شاہ

آپ ۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں ڈھاڈر (ضلع کچھی) میں پیدا ہوئے ۔ آپ کے والد کا نام سید لال جان تھا ۔ آن کا نام لعل شہباز قلندر سے روحانی نسبت اور

محبت کے باعث رکھا گیا تھا ۔ سائیں سکندر شاہ نے اس ورثے میں ملی ہوئی عقیدت و محبت سے فائدہ اٹھایا اور کئی مرتبہ شہباز قلندر کے مزار پر حاضری دے کر روحانی تسکین حاصل کی ۔

آپ کی تعلیم و تربیت کا بہت خیال رکھا گیا ۔ آپ والد محترم کے علاوہ مولوی محمد عارف کے زیر تربیت رہے ۔

آپ روحانی پیاس بجھانے کے لیے گنداوہ کے نزدیک بزرگ نورانی اور گاجان کے بزرگ قاضی محمد اسماعیل کے مزار پر اکثر و بیشتر تشریف لے جاتے ۔ آپ نے تزکیہ نفس کے لیے چلے کاٹے ۔ ایک بار مسلسل ستر روز تک ذکر الٰہی میں مصروف رہے ۔ بالآخر اللہ نے انہیں محنت اور ریاضت کا پھل دیا ۔ آپ کے زہد و عبادت کے قصے ہر جگہ مشہور ہوئے ۔ گاجان میں ایک نہر مدت مدید سے خشک پڑی تھی ۔ لوگ آپ کے پاس دعا کی غرض سے آئے ۔ آپ نے نہر سے کچھ فاصلے پر کچی کوٹھی بنوائی ۔ جہاں چالیس روز ذکر و فکر میں صرف کیے ۔ بعد ازاں بارگاہ ایزدی میں دعا مانگ کر نہر میں چاقو مارا تو نہر میں پانی جاری ہو گیا ۔

خشک سالی کے باعث انسان اور مویشی بھوکوں مر رہے تھے ۔ لوگوں نے آپ کو دعا کے لیے کہا ۔ آپ نے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ بلند کیے جس سے موسلا دھار بارش ہوئی اور پل بھر میں جل تھل ہو گیا ۔

ضلع کچھی میں بالخصوص شوران گاجان اور گنداوہ میں بسنے والے رند ، جتوئی اور لاشاری آپ کے مرید ہیں ۔ علاوہ ازیں براہوئی اور جاموٹ قبائل کے سینکڑوں افراد آپ کے مریدین میں شامل ہیں ۔

آپ نے ۲۴ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء کو رحلت فرمائی ۔ آپ کا عرس ہر سال ۲۲ ، ۲۳ مارچ کو منایا جاتا ہے ۔

آپ کے فرزند کا نام سید حسین شاہ ہے اور پوتے کا نام سید لعل جان شاہ ہے جس کے دو فرزند سید نصیر احمد شاہ اور فرید احمد شاہ ہیں ۔ سید لعل جان شاہ کی دادی محترمہ بھی بزرگ شخصیت ہیں جو کہ صوم و صلوۃ کی پابند ہیں اور مرجع خلائق ہیں ۔

---

صفحہ ۱۷۹ نمبر ۲۰۵ ا

# حاجی عبداللہ شاہ

سید عبداللہ شاہ ۱۲۰۲ھ/۱۷۸۷ء میں عراق کے ایک چھوٹے سے قصبے میں پیدا ہوئے اور دستور کے مطابق ابتدائی دینی تعلیم وہیں حاصل کی۔ جوان ہوئے تو ملک ملک کا سفر کیا۔ یوں مختلف مقامات کے علماء اور مشائخ سے بہت کچھ حاصل کیا۔ بلوچستان پہنچے تو مکران سے ہو کر خضدار کے قریب ''باغبانہ'' میں قیام کیا۔ حج کے لیے گئے تو چودہ سال مدینہ منورہ میں گزار کر ''باغبانہ'' واپس آئے۔ آپ قادری حسینی سید تھے۔ آپ اکثر سندھ اور کچھی کے علاقوں میں تشریف لے جاتے اور لوگوں کو اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کی باتیں بتاتے تھے۔ اسی وجہ سے سندھ اور کچھی میں آپ کے سلسلے سے تعلق رکھنے والے کثرت سے ہیں۔ اس علاقے کے لوگوں میں آپ حاجی صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کی مادری زبان عربی تھی۔ علاوہ ازیں ترکی، فارسی، چینی، پشتو، براہوئی، سندھی اور دوسری زبانیں بھی جانتے تھے۔

آپ نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی اور ۴ شوال ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء کو کرخ ضلع خضدار میں وفات پائی۔ آپ کے جسم مبارک کو آپ کے خلیفہ عطا محمد نے ''فیروزآباد'' لا کر سپرد خاک کیا۔

آپ کے فرزند ارجمند سید غلام محی الدین شاہ کا ذکر بھی اسی تذکرے میں موجود ہے۔

---

صفحہ ۱۸۱ نمبر ۲۱۰ ا

# قاضی عبدالحلیم

آپ کے آباؤ اجداد افغانستان (قریہ بلاکز نزد قندھار) سے آ کر مستونگ میں آباد ہوئے۔ آپ مستونگ کے قاضی خاندان کے سب سے اہم بزرگ سمجھے جاتے ہیں۔ ساری عمر علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت، استغنا اور شرعی نظام کے تحت عدل و احسان نافذ کرنے میں گزار دی۔ ہر سال پا پیادہ حج کو تشریف

لے جاتے۔ دربار قلات کے قاضی القضاۃ بھی رہے۔ جود و سخا میں آپ کے خاندان کی خاصی شہرت تھی۔

آپ کا شجرۂ نسب یوں ہے: قاضی عبدالحلیم ولد قاضی عبدالرحمن ولد قاضی اسرائیل۔

قاضی عبدالحلیم کا مزار کلی شیخان متصل مستونگ والے قبرستان میں ہے۔

---

صفحہ ۱۸۲ نمبر ۲۱۴ ا

## مولانا عبداللہ

میر پور ضلع کچھی کے یہ عالم و فاضل اور بزرگ اپنے وقت کی ایک ممتاز شخصیت ہو گزرے ہیں۔ ایک جید عالم، سادہ منش درویش، متواضع، سخی، مہمان نواز اور سر چشمۂ فیض و ہدایت ہونے کے علاوہ اس قدر خلوت پسند تھے کہ کبھی ریل تک نہ دیکھی۔ اس کے باوجود علمی استعداد کے باعث سندھ سے بھی استفتاء اور شرعی فیصلے ان کے پاس آتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے کاشتکاری کر کے حلال روزی پیدا کرتے اور محاصل کا زیادہ حصہ ضرورت مندوں کی مدد اور مہمانوں کی نذر ہو جاتا۔ وقت کے حاکم، سردار اور خود والیِ قلات ان کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ کئی مرتبہ بھاری رقوم اور جاگیر کے نذرانہ کی پیشکش کی گئی مگر انہوں نے قبول نہ کی۔ آپ کی اولاد بھی صبر و شکر اور خاموشی سے اسلام کی خدمت میں مصروف ہے۔

---

صفحہ ۱۸۳ نمبر ۲۱۷ ا

## عبدالرحمان صاحبزادہ

عبدالرحمان صاحبزادہ بن ملا محمد عظیم صاحبزادہ بن ملا رحمت اللہ اخوند بن ملا خوشحال اخوند (ان کا ذکر اسی تذکرہ میں ہے) ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء کے

لگ بھگ پشین شہر سے نو میل جانب غرب واقع کلی سلیمانزئی میں پیدا ہوئے اور ۴ ستمبر ، ۱۴۰۰ھ/۱۹۷۹ء کو اللہ کو پیارے ہوئے ۔ آپ ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء میں شہر پشین سے ایک میل دور گاؤں ''فیض آباد'' میں منتقل ہو گئے تھے ۔ آپ کا مزار وہیں ہے ۔ آپ تفسیر ، حدیث ، فقہ ، صرف و نحو عربی فارسی ، منطق ، ریاضی ، حکمت ، تجوید و قرأت وغیرہ میں اچھی خاصی نظر اور مہارت رکھتے تھے ۔ آپ علم کی پیاس بجھانے قندھار بھی گئے تھے ۔ حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے ۔ ساری زندگی ان کا شعار پرہیزگاری اور تقویٰ رہا ۔ تحریک پاکستان میں بھی حصہ لیا تھا ۔ ایک بہت اچھا کتب خانہ جس میں قلمی نسخے بھی ہیں ، یادگار کے طور پر موجود ہے ۔ آپ کی اولاد جدید و قدیم علوم سے بہرہ یاب ہے ۔ ڈاکٹر صاحبزادہ نعمت اللہ اور پروفیسر صاحبزادہ حمید اللہ اپنے اپنے شعبوں میں شہرت رکھتے ہیں ۔

---

صفحہ ۲۱۰ نمبر ۲۳۸ ا

# فقیران لانڈھی شریف

اس خاندان میں محمود فقیر بڑے نامور بزرگ گزرے ہیں ۔ بلوچستان اور سندھ کے معتقدین ہزاروں کی تعداد میں ہیں ۔ ضلع نصیر آباد (بلوچستان) کا معروف جمالی قبیلہ اس خاندان کے ارادت مندوں میں نمایاں ہے ۔ نوتال سٹیشن سے قریباً ۲۵ میل پر ان کا گاؤں فقیر صاحب کی لانڈھی کے نام سے موسوم ہے ۔

وسیع بارانی علاقہ پر وہ خود اور ان کے مزارع کاشتکاری کرتے تھے اور اکتساب حلال سے مسافروں کی خدمت اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کرتے تھے ۔

اس مقام کا محل وقوع ایسا ہے کہ ۴۵ میل آگے گنداوہ ، میر پور ، جھل مگسی ، کاجان سوران اور درہ مولا کو راستے یہاں سے جاتے ہیں ۔ اس لیے ہر وقت مسافروں اور شب گزاروں کا تانتا لگا رہتا ہے ۔ تواضع ، سخاوت اور مروت میں یہ خاندان خاصی شہرت رکھتا ہے ۔ ایک عرصہ سے یہاں دینی مدرسہ بھی جاری و ساری ہے ۔

اکل حلال اور خدمت خلق ان کے مسلک و طریقت کی اصل بنیاد ہیں ۔ اس خاندان کا مختصر سا ذکر ''حضرت سلطان باہو کا بلوچستان میں سلسلہ طریقت'' میں بھی آیا ہے ۔

---

صفحہ ۲۲۷ نمبر ۲۶۱ ا

# شیخ لانگو

روایت ہے کہ افغانستان سے چار بھائی جن میں ایک شیخ لانگو تھے قریباً سوا سو ، ڈیڑھ سو سال پیشتر اسلام کی تبلیغ اور اُمت مسلمہ کی اصلاح کے لیے نکلے ۔ مختلف علاقوں میں پھرے ۔ آخر کار مستونگ کے قریب ایک کلی ''تیری'' میں پہنچے ۔ تیری کے لوگوں نے شیخ لانگو کی بڑی قدر کی ۔ آپ وہیں رہائش پذیر ہوئے ۔ وفات کے بعد آپ کا مزار بھی اُسی کلی میں ہے ۔ ایک میلہ جسے میلۂ شیخ لانگو کہتے ہیں ، لگتا رہا ہے ۔

شیخ لانگو کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک دستاویز اب بھی تیری کے ملکوں کے پاس موجود ہے جو فارسی میں ہے اور جس میں زمینداروں کے تنازعے کے فیصلے کا ذکر ہے ۔

---

صفحہ ۲۹۴ بذیل ''مانا نیکہ''

آپ کو مانک نیکہ اور مقامی لوگ مانڑک نیکہ یا مانڑانیکہ بھی کہتے ہیں ۔ آپ کا تعلق دومڑ قبیلہ کی خدر خیل شاخ سے ہے ۔ آپ کا مزار سنجاوی (ضلع لورا لائی) میں سنجاوی لورا لائی روڈ پر سنجاوی بازار سے اڑھائی میل کے فاصلے پر سڑک سے ایک فرلانگ پر مشرق کی طرف 'کلی زوڑ تحصیل' اور 'کلی سنجاوی' کے درمیان ایک پہاڑی پر واقع ہے ۔ مزار تک جانے کے لیے سڑک سے کچا راستہ جاتا ہے ۔ قبر پر کوئی کمرہ یا گنبد تعمیر نہیں ہوا ہے ۔ البتہ پتھروں کی چھوٹی سی چار دیواری موجود ہے ۔ قبر پر جھنڈا لہرا رہا ہے ۔ مزار کی پہاڑی

پر بہت سی قبریں موجود ہیں - جن میں مرد قلندر اور سادات کے 'خوستی' قبیلے کے سربراہ غازی سردار سید پالے شاہ (المتوفی ۱۳٦۹ھ/۱۹۴۹ء - مزار آبائی گاؤں کلی دیوال - علاقہ سید خوستی حلقہ گوسہ تحصیل فورٹ سنڈیمن ضلع ژوب) کے چھوٹے بھائی غازی سردار سید کٹا شاہ خوستی (المتوفی ۳ اگست ۱۳۸۹ھ/۱۹٦۹ء بھتیجے غازی سردار سید باز خان شاہ خوستی (المتوفی ۱۷ جنوری ۱۳۸۸ھ/۱۹٦۸ء اور آن کے خاندان کے دوسرے قابل احترام افراد کی قبریں ہیں -

مانانیکہ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے - لوگوں میں ان کی کئی کرامات مشہور ہیں -

مانک نیکہ کے مزار کی پہاڑی کے آس پاس چند باغات بھی ہیں اور زرعی زمین بھی ہے - لوگوں کی بہت بڑی تعداد مانک نیکہ کے مزار کی زیارت کے لیے جاتی ہے - لوگ مزار سے ''ہودہ'' (کالی مرچ یا نمک پر دم کرانا) لے جاتے ہیں جو کئی بیماریوں کے لیے اکسیر ہے -

---

صفحہ ۳۰۱ نمبر ۳۱۴ ا

# سید محمد محسن شاہ بخاری

(المتوفی ۱۳۸۵ھ/۱۹٦۵ء - مدفن بمقام محسن آباد، کنگری، ضلع لورالائی) -

آپ زمانہ حال میں ایک صاحب ولایت بزرگ ہوئے ہیں - موسیٰ خیل اور نواح کے علاقہ میں اہل سنت کی تبلیغ کے لیے کام کرتے رہے - حضرت غلام حسن شاہ سہاگ شریف (المتوفی : ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء) سے دست بیعت ہوئے - جن کا طریقت میں سلسلہ نقشبندیہ کے علاوہ قادریہ اور صابریہ سے بھی ہوتا ہے -

ہر سال ذوالحجہ کے مہینے میں آپ کا عرس ہوتا ہے جس میں علمائے کرام اور مشائخ بھی خطاب کرتے ہیں -

---

صفحہ ۳۰۲ نمبر ۳۱۵ ا

# خواجہ میاں نور احمد جان

الحاج الحافظ خواجہ میاں نور احمد جان نقشبندی مجددی (سن پیدائش ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) بلوچستان کے قبیلہ رئیسانی سے وابستہ ہیں ۔ آپ نے چھوٹی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا ۔ بعد ازاں درس نظامی کے سارے فنون اپنے والد ماجد حضرت خواجہ محمد عمر جان نقشبندی جو بلوچستان کی مشہور روحانی شخصیت حضرت الحاج خواجہ محمد صدیق نقشبندی مجددی مستونگی (جن کا ذکر اس تذکرہ میں موجود ہے) کے خلیفہ مجاز تھے پڑھے ۔ اور کچھ کتابیں آپ نے مولانا محمد عمر سے بھی پڑھیں ۔ جو آپ کے والد ماجد کے مخلص مریدین میں سے تھے ۔ آپ ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی علوم سے بھی بہرہ ور ہوئے ۔ اپنے والد بزرگوار سے خلافت ملی ۔ اور اُن کے وصال کے بعد مسند ارشاد پر جلوہ گر ہوئے ۔

آپ نے اپنی ساری زندگی اتباع سنت و ترویج قرآن و سنت میں گذاری ۔ سنت موکدات کا ترک تو بڑی بات ہے ، آپ نے کسی سنت غیر موکدہ اور فعل مستحب کو کبھی نہیں چھوڑا ۔ آپ لباس میں ہمیشہ طریقہ سنت کا خاص اہتمام فرماتے تھے ۔ آپ اپنے عزیزوں کو اکثر تلقین ذکر و تزکیہ نفس میں مصروف رکھتے تھے ۔ ہر مرید کو بیعت کرتے وقت پابندی صوم وصلوۃ ، طلب رزق حلال اور راست گوئی کی سختی سے تلقین فرماتے تھے اور باطنی صفائی کے لیے مرحلہ وار کلمہ شریف ، اسم ذات اور دیگر وظائف کا سبق دیا کرتے تھے ۔ نتیجتاً بہت سے لوگ آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے آپ نہایت متواضع ، منکسر المزاج اور صبر و تحمل کے مالک تھے ۔ آپ نے کئی مقامات پر دینی مدارس قائم کیے جو بفضلہ تعالیٰ جاری، و ساری ہیں جیسے مدرسہ جامعہ مخزن العلوم نقشبندی فاروقیہ مستونگ بمعہ جامع مسجد ۔ شمس العلوم نقشبندیہ بمعہ جامع مسجد مستونگ ، فیض العلوم نقشبندیہ سبی ، جامعہ نوریہ رضویہ و ریلوے جامع مسجد ڈیرہ مراد جمالی ، مدرسہ تعلیم القرآن گوٹھ ابڑو ، ڈیرہ مراد جمالی ، مدرسہ جامعہ مخزن العلوم نقشبندیہ اوستہ محمد ۔

آپ کا وصال ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ بمطابق ۲۳ اگست ۱۹۷۸ء کو ہوا ۔

خلفاء : مرحوم خلیفہ جان محمد مستونگ ۔

مرحوم خلیفہ حاجی علی جان مستونگ

جناب خلیفہ حاجی آدم خان سریاب کوئٹہ

---

صفحہ ۳۰۴ سطر ۲۰ ''کرامتیں مشہور ہیں'' کے بعد

ان میں سب سے بڑی کرامت جس کا اوپر ذکر ہوا ہے قبیلوں میں دین کی تبلیغ اور باہمی عداوتوں کو ختم کرنا تھا ۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی تمام قبائل کرانی کے خاندان سادات سے عقیدت رکھتے ہیں ۔ اور اپنے تمام معاملات اور لڑائی جھگڑوں میں ان کی طرف رجوع کرتے ہیں ۔ ان کے فیصلے کو فریقین پوری طرح دل سے تسلیم کرتے ہیں ۔

---

صفحہ ۳۰۵ سطر ۲۲ کے بعد

۱۹۷۲ء میں پاکستان کے اس وقت کے صدر مملکت نے خواجہ صاحب کے مزار کی تعمیر کے لیے پچاس ہزار روپے کا عطیہ دیا تھا ۔ جس سے مزار کی خوبصورتی میں اضافہ ہوا ۔ مزار کے ساتھ ہی خاندان سادات کا قبرستان بھی ہے جہاں بڑی بڑی ہستیاں ابدی نیند سو رہی ہیں ۔ مزار کے دروازے کے قریب ہی احمد شاہ ابدالی کی بہن کی قبر ہے ۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ ہر دور کے سلاطین اور حکمران خصوصاً درہ بولان سے آنے اور جانے والے مسلمان فاتحین ہمیشہ عقیدت و احترام کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں ۔ انگریزوں کے دور حکومت میں بھی اس خاندان کا احترام کیا جاتا تھا اور اس خاندان پر زمین کا مالیہ وغیرہ معاف تھا ۔ پاکستان بننے کے بعد بھی حکمران کرانی کے خاندان کا احترام ملحوظ رکھتے ہیں ۔ اہمیت کے پیش نظر بجلی سب سے پہلے اسی گاؤں میں پہنچائی گئی ۔ شہر سے کلی کرانی تک پختہ سڑک ہے ۔

اس چشتی خاندان کے بعض لوگ مستونگ کے گرد و نواح میں بھی آباد ہیں۔ پاکستان کے ہر صوبے کے علاوہ بیرون ملک بھی اس خاندان کے افراد موجود ہیں۔ اس طرح حضرت خواجہ ولی شاہ بابا کی اولاد کے قدم ہر جگہ پہنچے۔

کرانی کے موجودہ بزرگوں میں سے حاجی امیر شاہ کا کہنا ہے کہ آج کل جھوٹی اور سچی ہر طرح کی قسم کے کھانے کا رواج ہے۔ لیکن یہاں خاندان سادات کے وقت میں ایسا نہیں تھا۔ بلکہ جب کوئی کسی بات پر یقین نہ کرتا تو وہ سب سے بڑی ایک قسم کھاتا اور اس پر بات ختم ہو جاتی اور بات پر یقین کر لیا جاتا۔ وہ قسم تھی ''باورکن'' اس کا مطلب ہے یقین کر۔ اس سے بڑی اور کسی قسم کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی تھی۔

سید بدل شاہ کے پاس کچھ قیمتی نوادرات بھی محفوظ ہیں۔ جن میں سے ایک تین سو سالہ شمشیر بھی ہے جس پر سید تیمور شاہ ساکن کرانی کا نام کندہ ہے۔ ایک عصا اور چند قلمی نسخے بھی موجود ہیں۔ ایک نسخہ پر ۲۷ ذیقعد ۱۲۷۹ھ کی تاریخ موجود ہے۔ یہ قدیم قلمی نسخہ مختلف اوراد، وظائف، نقش مہر نبوت، حروف مقطعات اور نقش بازو بند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مشتمل ہے۔ یہ نصف فارسی اور نصف پشتو میں ہے۔ سید بدل شاہ کے پاس خان نصیر خان اول والی قلات کا ایک شاہی فرمان ہے۔ جو ۱۲۰۱ ھجری میں سید لطف اللہ شاہ کے نام انتہائی عقیدت و احترام کے ساتھ لکھا گیا تھا۔ اس میں تحریر تھا کہ جوکچھ عطا کیا گیا ہے وہ ہمیشہ کے لیے ہے - والی قلات کی مہر بھی ثبت ہے جس میں قرآنی آیت حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولعم المولیٰ ونعم النصیر کندہ ہے۔

اس کے علاوہ ۱۲۳۰ھ میں خان محمود خان والی قلات نے خاندان سادات کی ایک بزرگ خاتون نور بی بی کی شان میں ان الفاظ کے ساتھ ایک فرمان جاری کیا ''عصمت و عفت پناہ، طہارت و خدارت مآب، زین المستورات، تاج المنورات بی بی نور بی بی علیہ رحمتہ''۔

اس فرمان کی رو سے تمام انعامات و اکرام کو ہمیشہ کے لیے جاری رکھا گیا ہے۔ اس فرمان پر بھی والی قلات کی مہر قرآنی آیت کے ساتھ موجود ہے۔

سید زمان شاہ مرحوم کے نواسے کے پاس اُن کے بیش قیمت نوادرات جن میں سب سے اہم حضرت خواجہ ولی شاہ بابا کی چہار ترکی ٹوپی ہے جو سرخ رنگ

کی ہے۔ اور دستاویزات جیسے قلمی نسخہ ۱۰۳۰ھ کا۔ ایک قدیم قلمی نسخہ شجرہ شریف کا — جس میں بزرگوں کے احوال بھی فارسی زبان میں درج ہیں، موجود ہیں۔ علاوہ ازیں حضرت خواجہ مودود چشتی علیہ رحمتہ، شاہ شجاع، احمد شاہ ابدالی اور نادر شاہ درانی کی مہر شدہ دستاویزات بھی ہیں۔

اس خاندان سادات کی زبان فارسی ہے۔ سادات کا یہ گھرانہ آج بھی زمینداری کرتا ہے اور اپنے آبا و اجداد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خلق خدا کی خدمت میں مصروف رہتا ہے۔

---

# مآخذ


۱- احمد ابن اسماعیل ابدالی : تعلیم السلوک (قلمی) ۱۳۱۵ھ

۲- اُردو دائرۂ معارف اسلامیہ : مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی، جلد ۲، ۱۹۶۴ء

۳- افضل خان خٹک : تاریخ مرصع (پشتو)، قلمی نسخہ در پنجاب پبلک لائبریری، لاہور

۴- انعام الحق کوثر، ڈاکٹر : کوئٹہ قلات کے براہوئی (ترجمہ) لاہور ۱۹۶۴ء

بلوچستان میں فارسی شاعری کوئٹہ ۱۹۶۸ء

بلوچستان میں اردو لاہور ۱۹۶۸ء

مقدمہ جوہر معظم کوئٹہ ۱۹۶۹ء

۵- انور رومان : دی براہویز آف کوئٹہ قلات کراچی ۱۹۶۰ء

آئینہ بلوچ ملتان ۱۹۶۴ء

۶- بزم ثقافت : ثقافت اور ادب وادیٔ بولان میں کوئٹہ ۱۹۶۶ء

۷- بشیر احمد وارثی : تذکرۂ مکسی سکھر ۱۹۵۸ء

۸- بلوچستان ڈسٹرکٹ گزیٹیر — —

۹- بولان نامہ : — کوئٹہ ۱۹۶۷ء

۱۰- تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند
شعبۂ تاریخ ادبیات،
پنجاب یونیورسٹی جلد ۱۳،
حصہ اول و جلد ۱۴، حصہ دوم لاہور ۱۹۷۱ء

۱۱- حمیداللہ، صاحب زادہ : بشتانہ نومیالان (پشتو ناموز)
قلمی کلی نیخوبشین

۱۲- خواجہ عبدالحی جان نقشبندی مجددی :
مقصد تصوف یعنی ارشاد السالکین کوئٹہ —
مقصد نماز یعنی ارشاد المعتقدین کوئٹہ —

۱۳- دین محمد، مولوی : یادگار تاج بوشی قلات لاہور ۱۹۳۲ء

۱۴- ذکیہ سردار خان بلوچ : سرمست بلوچستان کوئٹہ ۱۹۶۵ء

۱۵- سلوایا اے میتھس : دی ٹائیگرز آف بلوچستان لندن ۱۹۶۷ء

۱۶- سیال کاکڑ : مزارات کوئٹہ ۱۹۷۳ء

۱۷- عبدالرحمان براہوئی : قدیم براہوئی شعرا، حصہ اول کوئٹہ ۱۹۶۸ء

۱۸- عبداللہ درخانی : سلسلہ قبلہ چشموی، لاہور ۱۳۴۵ء
(مترجم عبدالسکور) مع اضافہ کوئٹہ ۱۳۸۶ھ

۱۹- عبدالصمد سربازی، قاضی : تیرا سلام بر کہور ذگریان کراچی ۱۳۵۷ء
ازمغان ذگریان کراچی ۱۳۵۷ء

۲۰- عبدالقیوم، حاجی : سوانح حیات حضرت محمد صدیق خان
ستونگی (قلمی) ۱۳۹۱ء

۲۱- علیم اللہ علیم : دیوان کوئٹہ ۱۹۷۳ء

۲۲- عمر گل عسکر : وژرچی (پشتو) کوئٹہ ۱۹۷۲ء

۲۳- لیفٹیننٹ آر ـ لیچ : اپی ٹوم آف دی گرامرز آف
براہوئیکی، بلوچکی اینڈ دی پنجابی
لاہور ۱۹۰۰ء

۲۴- محمد سردار خان بلوچ : ہسٹری آف بلوچ ریس
اینڈ بلوچستان کراچی ۱۹۵۸ء

۲۵- محمد قاسم : عمدۃ الآثار فی تذکار اخبار الکبار کراچی ۱۳۷۲ء

۲۶- نور احمد فریدی : بلوچ قوم اور اس کی تاریخ ملتان ۱۹۶۸ء
تذکرہ بہاءالدین زکریا ملتانی،
قصر الادب جگووالہ
تذکرہ صدرالدین عارف ـ جلد اول ۱۹۵۷ء

۲۷- ہتو رام : تاریخ بلوچستان ـ بار اول لاہور ۱۹۰۷ء
بار دوم، کوئٹہ ۱۹۷۳ء

## رسائل و اخبارات

آئینہ (ماہنامہ ، لاہور) : جنوری ، اکتوبر ، نومبر ، دسمبر ۱۹۶۶ء
فروری ، مارچ ، مئی ، اگست ، دسمبر ،

۱- اباسین (پشتو ، کراچی) : ـ۱۹۶ء ، فروری ۱۹۶۸ء

۲- اتحاد بلوچاں (ہفتہ وار ، کراچی) : جنوری ۱۹۶۶ء ، جولائی ۱۹۷۰ء
۲۰ اکتوبر ۱۹۷۴ء ،

۳- اولس (پشتو ، کوئٹہ) : خصوصی نمبر ۱۹۶۳ء ، ۱۹۶۴ء ، ۱۹۷۰ء ،
۱۹۷۱ء ، (سالنامہ ۷۴-۱۹۷۳ء) ، ستمبر ۱۹۶۴ء ،
جولائی ۱۹۶۶ء ، اپریل ۱۹۶۷ء ، جون ۱۹۶۹ء ،
جون ۱۹۷۰ء ، جنوری ۱۹۷۲ء

۴- ایلم (ہفتہ وار ، مستونگ) : ۳ اکتوبر ۱۹۶۷ء

۵- بلوچی دنیا (ملتان) : جنوری ۱۹۶۵ء ، جون ، جولائی ، ستمبر
اور دسمبر ۱۹۶۶ء
اکتوبر ۱۹۶۷ء ، مارچ ۱۹۷۰ء ، فروری ۱۹۷۱ء ،
اپریل ۱۹۷۳ء

۶- بولان (میگزین ، کوئٹہ) : ۱۹۵۵ء ، ۱۹۵۸ء ، ۱۹۵۹ء ، ۱۹۶۰ء

۷- تنظیم (ہفتہ وار ، کوئٹہ) : ۲۳ دسمبر ۱۹۶۰ء

۸- چلتن (میگزین ، کوئٹہ) : ۱۹۶۸ء

۹- ژوب (میگزین ، فورٹ سنڈیمن ، کوئٹہ) : ۱۹۶۹ء ، ۱۹۷۰ء

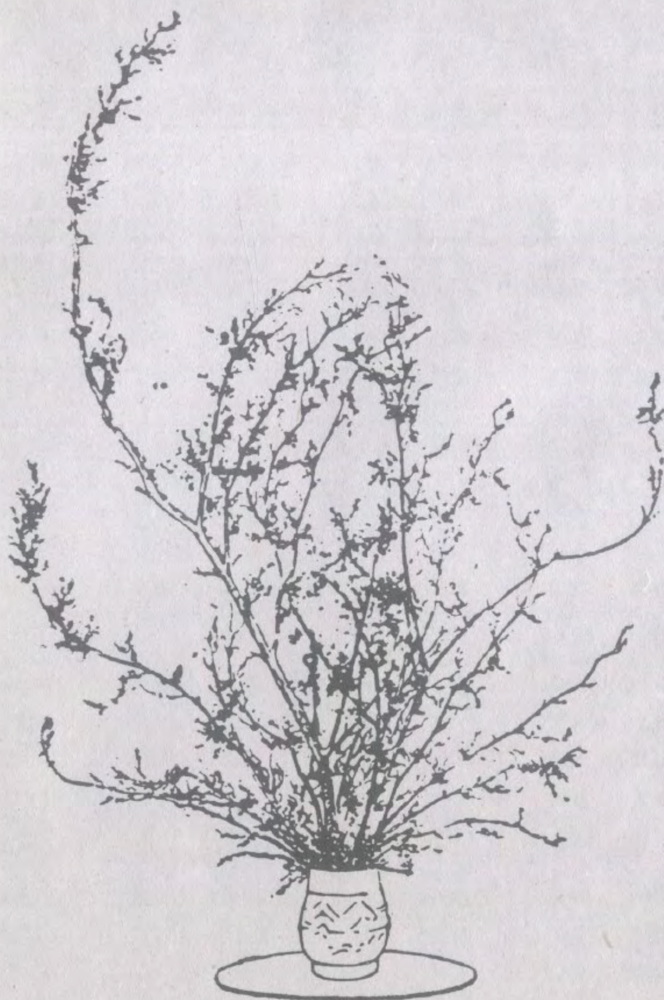
۱۰- مشرق (روزنامہ ، کوئٹہ) : ۳۰ اگست ۱۹۷۳ء ، ۳ ستمبر ۱۹۷۳ء ،
۸ ستمبر ۱۹۸۰ء ،
۲۸ فروری ۱۹۷۴ء ، ۴ اکتوبر ۱۹۸۰ء ،
۲۸ مارچ ۱۹۸۱ء

۱۰۔ مجلہ سریاب، کوئٹہ : سالنامہ نومبر ۱۹۵۲ء

۲۰۔ میزان (روزنامہ)، کوئٹہ : ۲ اکتوبر ۱۹۶۶ء

۳۰۔ نعرۂ حق (روزنامہ)، کوئٹہ : ۲۳ مئی ۱۹۶۹ء

۴۰۔ ینگ بلوچستان (سہ روزہ، کراچی) : ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۴ء





اردو سائنس بورڈ
299 - اپر مال، لاہور